فائزہ افتخار

آ گئی سنڈریلا

اس کی گندمی رنگت والے چہرے پہ لیمپ سے پھوٹتی کاسنی شعاعیں پڑ رہی تھیں جس سے اس کی رنگت ہلکی سی سنولا رہی تھی اور لانبی لانبی گھنی پلکوں کا لرزتا ہوا سایہ جو توقع سے زیادہ رخساروں پہ پھیلا ہوا تھا وہ بھی اس کو مزید گہرا کر رہا تھا۔

گیلے گیلے ہونٹوں پہ ٹھہری مسکراہٹ۔

دائیں رخسار پہ پڑا ڈمپل۔

گھنے ابرو جو درمیان سے ہلکا سا خم لیے ہوئے تھے۔ ان میں بار بار اتار چڑھاؤ آرہا تھا۔

نقش کا ہلکا سا سرگوشیانہ انداز۔

وہ سوتے ہوئے اتنی ہی پیاری لگ رہی تھی جتنی کہ کوئی بھی نو سال کی بچی لگ سکتی ہے۔

اور اس کے خوابوں میں ستارے زمین پہ ایسے ہی اتر رہے تھے جیسے کسی بھی نو سال کی بچی کے خوابوں میں اتر سکتے ہیں۔

وہاں ستارے تھے جو دن کے اجالے میں بھی دمک رہے تھے۔ وہاں چاند تھا جو بادلوں کی روئی میں پھنسا ہوا تھا۔ وہاں پھول تھے جو برف سے ڈھکی زمین کے اندر

سے سر اٹھا کے جھانک رہے تھے۔ وہاں کنیزیں تھیں جو ہاتھوں میں سونے چاندی کے بڑے سے تھال اٹھائے ہوئے منتظر تھیں۔ وہ تھال جو پھولوں سے بھرے تھے۔ پھلوں سے بھرے تھے اور چاکلیٹس سے بھرے تھے۔

اور وہ منتظر تھیں اس پالی جیسے چاند کی جو بادلوں کی گود سے دھیرے دھیرے اتر کے برف کے میدان پہ پاؤں دھر رہا تھا۔

وہی گندمی رنگت جو سفید بادلوں' سفید چاند اور سفید لبادے میں ہونے کی وجہ سے ذرا سی دب رہی تھی اور سنولاہٹ کو چھو رہی تھی۔

وہی لانبی لانبی پلکیں جو اس وقت اٹھی ہوئی تھیں اور ان میں سے جھانکتی سرمئی آنکھیں۔

چاند کی پالی پھسل کے برف کے فرش سے دو بالشت اوپر رہ گئی تھی جب بیشا نے اپنا کبوتر کے انڈے جیسی گندلی سی رنگت والا پیر نیچے اتارا۔

مگر اس سے پہلے کہ اس کے تلوے سے لگی مٹی برف پہ دھبے سے بنا دیتی' ایک کنیز نے آگے بڑھ کے اس کے پیر کے نیچے اپنی ہتھیلی رکھ دی۔ دوسری نے اسے سہارا دے کر نیچے اتارا۔۔۔ تیسری نے آگے بڑھ کے پھلوں سے بھرا تھال پیش کیا' جس میں سے بیشا نے بڑے بڑے رس بھرے عنابی دانوں والا انگور کا گچھا اٹھا لیا۔

☼ ☼ ☼

"مہر! تم اپنی بے کار کی ضد سے چار چار زندگیاں داؤ پہ لگا رہی ہو۔"

رات کے اس پہر جب سیف کاٹیج کے دو مکین گہری نیند سو رہے تھے تو تیسرا مکین سیف اللہ جاگ رہا تھا اور وہ شاید پچھلے دو سال سے جاگ ہی رہا تھا۔ اس نے کریم کلر کے شلوار سوٹ پہ گہرے بھورے رنگ کی شال اوڑھ رکھی تھی۔ کنپٹیوں سے سفید ہوتے بال' آنکھوں کے نیچے نظر سے پڑی سلوٹیں اور کمزور پڑتی آواز' اسے اس کی اصل عمر سے دس سال آگے ظاہر کر رہے تھے۔ حالانکہ ابھی اس نے اپنی عمر کی بتیس بہاریں اور سات خزائیں دیکھی تھیں۔

سات خزائیں اس کی زندگی میں شادی کے تین سال بعد ہی آ گئی تھیں۔

آتش دان میں تڑختی لکڑیاں' آگ کے لپکوں کے دیوار پہ ناچتے سائے۔

مغربی دیوار پہ بنی بڑی سی کھڑکی کے شیشے پہ تڑ تڑ برستے بارش کے موٹے موٹے قطرے' کہیں کہیں زور سے گرتے اولے۔

بجلی کے چمکنے اور بادلوں کے گرجنے کے ساتھ ساتھ سیف اللہ کے گڑگڑانے کی آواز نے ماحول میں وحشت سی پھیلا رکھی تھی۔

"بہت ہو گیا مہر! ضد چھوڑ دو اور گھر واپس آ جاؤ۔ ڈیڑھ سال ہو گیا ہے' تم نے مجھے میری بچیوں کی شکل تک نہیں دیکھنے دی۔"

☼ ☼ ☼

بیشا نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدلی۔

اس کے گیلے گیلے ہونٹ کچھ اور بھیگے ہوئے تھے۔ سوتے میں منہ ایسے چل رہا تھا' جیسے وہ مزے لے لے کر کچھ کھا رہی ہو' پھر اس نے نیند کی حالت میں ہی ہاتھ کی پشت سے اپنے ہونٹ صاف کیے اور خوابیدہ آواز میں کہا۔

"ہمم مم۔۔۔ مزے دار۔۔۔"

اس کی نیند میں ڈوبی بھاری بھاری سی آواز میں بھی سرشاری اتنی نمایاں تھی کہ عقبی دیوار پہ بنی سنڈریلا کی قد آدم شبیہہ کے ہونٹ بھی کچھ اور کھل اٹھے۔۔۔۔ لیمپ کی کاسنی شعاعوں اور کھڑکی کی سفید جالی کے پردوں سے چھن کے آتی چاندنی میں اس دیوار پہ پینٹ ہوا وہ منظر بے حد واضح ہو رہا تھا۔

سفید پھولے پھولے سے لباس میں ملبوس سنہرے گھنگھریالے بالوں' نیلی آنکھوں اور دودھیا رنگت والی سنڈریلا ذرا سی جھک کر اپنے نازک سفید پیروں میں شیشے کی سینڈل پہن رہی تھی۔ اس کے نیم وا سرخ ہونٹوں کے گوشوں سے مسکراہٹ ایسے پھوٹی پڑ رہی تھی کہ مصور کے فن کی داد نہ دینا زیادتی کہلاتا۔

اس کے ایک طرف نقرئی بگھی اور اس میں جتے چار سفید چست گھوڑے اس کے منتظر تھے اور ایک ایسا بگھی بان' جس کا چہرہ تنکوں والے ہیٹ کی اوٹ میں چھپا تھا۔ نیلے آسماں پہ ٹمٹماتے ستارے' پیروں کے نیچے بچھی مخملیں گھاس۔۔۔

بیشا کو سونے کے لیے کبھی کسی کی لوری کی ضرورت نہیں پڑتی تھی' وہ اپنی آنکھوں میں اس منظر کو سمو لیتی اور اس کی چھتنار پلکیں دھیرے دھیرے ایک دوسرے میں ہم آغوش ہو کر اس منظر کو اس کی پتلیوں میں قید کر دیتیں۔

بیشا نے ایک بار پھر کروٹ بدلی۔

☼ ☼ ☼

"میں تمہیں کہہ چکا ہوں' یہ نہیں ہو سکتا مہر! ابھی بھی نہیں۔۔۔ میں نے جو عہد کیا ہے' وہ مجھے ہر حال میں نبھانا ہے۔ تمہیں بغیر کسی شرط کے واپس آنا ہو گا۔" سیف اللہ کی التجا میں اب سرزنش میں بدل چکی تھیں۔

"جس بات کے لیے میرے پاس دو سال پہلے انکار تھا۔ اب بھی انکار ہی ہے۔ اس لیے ایسی شرطیں مت رکھو۔ لوٹ آؤ مہر! لوٹ آؤ۔۔۔۔ میں اپنی بچیوں کے لیے ترس کے رہ گیا ہوں۔"

بجلی ایک بار پھر بہت زور سے کڑکی تھی۔ بات کرتے کرتے سیف اللہ نے چونک کر کھڑکی کے شیشے پہ نظر ڈالی تھی۔ باہر سب جل تھل ہو رہا تھا اور شاید۔۔۔ شاید اندر بھی۔

☼ ☼ ☼

کروٹ بدلتے ہی اس کا خواب بھی بدل گیا تھا اور منہ کا ذائقہ بھی۔

اب انگور کے رس کے بجائے ریت کی کرکراہٹ محسوس رہی تھی دانتوں تلے۔ پیروں کے نیچے برف کی ٹھنڈک اور پھولوں کی نرمی کی بجائے تپش محسوس ہو رہی تھی۔ کہیں شاید کوئی خار بھی چبھ گیا تھا' تب ہی بھاگتے ہوئے دایاں پاؤں پوری طرح زمین پہ ٹکا بھی نہیں پا رہی تھی۔

ہاں وہ بھاگ رہی تھی۔

سرپٹ۔

اس کا سانس دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

اور اس کے ساتھ ساتھ ایک عجیب سا شور' مکھیوں کی بھنبھناہٹ جیسا' جیسے بہت سے لوگوں کی مدھم سرگوشیاں آپس میں مدغم ہو رہی تھیں اور دور کہیں کسی کے رونے کی آواز ماحول کو ماتم زدہ بنا رہی تھی۔ بھاگتے بھاگتے وہ شرابور ہو گئی۔

آنکھوں کے آگے موسلا دھار بارش نے پردہ سا تان دیا تھا اور پیر اب کیچڑ میں دھنسنے لگے تھے۔

مدھم سرگوشیاں بڑھتی جا رہی تھیں۔۔۔ اور گریہ زاری بھی۔

بادل کے گرجنے کی ہولناک آواز پہ وہ لرز کے اٹھ

گئی۔ اس کا ننھا سا نازک وجود ہچکیاں لے رہا تھا۔۔۔ آنکھوں میں ہراس بھرا تھا اور جسم پسینے پسینے ہو رہا تھا۔
وہ ننگے پیر ہی بیڈ سے اتر کے باہر کی جانب بھاگتی پکاری۔
"گریٹی۔۔۔"

☼ ☼ ☼

"مہرا میں سچ کہہ رہا ہوں' میری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی۔ پتا نہیں کب میں۔" بجلی کی کڑک نے سیف اللہ کا باقی کا فقرہ دبا لیا تھا۔
"ڈاکٹرز کا کہنا ہے کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ مہرا خدا کے لیے اپنی چھوڑ دو ضد۔۔۔ میں زندگی کے یہ آخری دن امی اور زینی کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں ہاں اور گور تمہارے ساتھ بھی۔"

☼ ☼ ☼

سیاہ پتھر کی سیڑھیوں پہ میشا کے گہرے گدلے رنگ کے پیر بھی اجلے اجلے لگ رہے تھے۔ رات کے اس پہر پتھر پہ پڑنے والے اس کے تلووں کی ہلکی سی دھمک بھی گونجتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔
"گریٹی۔۔۔"
سیڑھیاں چڑھتے ہوئے وہ مسلسل پکارتی جا رہی تھی۔
اس کے گھنگھریالے بال ہمیشہ کی طرح بے ہنگم انداز میں پھیلے ہوئے تھے اور اس کا پسندیدہ نائٹ سوٹ ۔۔۔ سلک کا سفید پاجامہ شرٹ جو حسب عادت جی بھر کے کروٹیں بدلنے کی وجہ سے سلوٹوں سے چڑ مڑ ہو رہا تھا۔
گہرے آبنوسی رنگت والے بھاری دروازے کو ایک جھٹکے کے ساتھ کھول کے وہ اندر داخل ہوئی تو اس کا سانس بری طرح پھول رہا تھا۔
"گریٹی۔"
پرشکوہ خانم کی ہلکی نیند ویسے ہی دروازہ کھلنے سے اچاٹ ہو چکی تھی۔ وہ سائیڈ ٹیبل سے اپنا چشمہ ٹٹول رہی تھیں' جب میشا کے روتے ہوئے پکارنے پہ وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئیں۔
"پھر سے؟"
میشا ان کے سوال کا جواب دینے کے بجائے بھاگ کے ان کی گود میں آ گری۔ اب اس کا پورا وجود کسی زخمی چڑیا کی طرح کپکپا رہا تھا۔
"میشا۔۔۔ میری جان!"
پرشکوہ خانم نے اس کے گھنگھریالے بالوں میں تقریباً چھپے ہوئے اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر محبت سے پکارا۔ ویسے جب بھی وہ اس انداز میں اس سے محبت کا اظہار کرتی تھیں' وہ گھبرا جاتی تھی۔ ان کے محبت بھرے لمس سے نہیں۔ ان کی انگلیوں میں موجود ان بھاری بھر کم انگوٹھیوں اور ان میں جڑے گندے سے رنگوں والے پتھروں سے' جو اسے اپنے گالوں میں چبھتے ہوئے محسوس ہوتے تھے لیکن آج اس نے اپنا چہرہ ان ہاتھوں میں چھپا لیا۔
"مجھے ڈر لگ رہا ہے گریٹی!"
"پھر سے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا!"
"خواب۔" وہ بڑبڑائی اور اس کے ساتھ ہی اسے اپنا پہلا والا خواب یاد آ گیا۔
وہ چاند کی سواری
وہ ستاروں کی پالکی
وہ برف اور پھولوں والا فرش
وہ کنیزیں
اور وہ رسیلے پھل۔۔۔
ان سب کے یاد آتے ہی اس کے چہرے پہ سے خوف کی پرچھائیاں جیسے چھٹ سی گئیں اور ان کی جگہ ایک دھیمی دھیمی سی آسودہ مسکراہٹ نے لے لی۔ اس کے گالوں پہ اگرچہ ابھی بھی آنسوؤں کے خشک ہوتے دھبے پڑے تھے مگر آنکھوں کی پتلیوں میں شرارت چمکنے لگی تھی۔
"نہیں گریٹی! خواب تو ڈراؤنا نہیں تھا۔ وہ تو بہت سویٹ تھا۔ اتنا پیارا خواب' اس میں میں نے چاند کی سیر کی تھی اور بہت مزے کے میٹھے میٹھے گریپس بھی کھائے تھے۔ یہ بڑے بڑے' مجھے میری کنیزوں نے دیے تھے۔"
"کنیزیں۔" پرشکوہ خانم نے اپنی مسکراہٹ روکی۔
"جی میں پرنسس تھی ناں۔"
"تو ڈر کیوں لگ رہا ہے پھر۔۔۔؟"
اس سوال کے ساتھ ہی اس کی آنکھوں سے شرارت اور لبوں سے مسکراہٹ اڑن چھو ہو گئی۔ نین کٹوروں میں کھارا پانی بھر گیا۔ وہ پھر سے پرشکوہ خانم کی گود میں چھپ گئی۔
"میں نے کہا ناں گریٹی۔۔۔ وہ خواب نہیں تھا۔ وہ خواب تھا ہی نہیں۔۔۔ میں جاگ رہی تھی اور' اور۔۔۔" اس نے تھوک نگل کے اپنا خشک ہوتا حلق تر کرنا چاہا۔
"اور کیا بولو میشا کیا دیکھا تم نے؟"
"دیکھا نہیں۔۔۔ سنا۔" حلق میں پھنسے کسی نامعلوم سے گولے کو اندر دھکیل کے اس نے سرگوشی کی۔
"ہاں وہی' کیا سنا؟"
"میں نے بہت سے لوگوں کا شور سنا۔ وہ۔۔۔ وہ سب آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے۔ بارش کی آواز بھی تھی اور۔۔۔ اور کسی کے رونے کی بھی۔ پتا نہیں کسی ایک کے رونے کی یا بہت سے لوگوں کی۔"
اس نے پرشکوہ خانم کی گود میں منہ چھپا کے سرگوشی میں بتایا' جسے سن کے ان کے چہرے پر تفکر پھیل گیا۔ وہ میشا کے بالوں میں انگلیاں پھنسائے کھڑکی سے باہر دیکھنے لگیں جہاں سے بجلی چمکتی نظر آ رہی تھی۔
انہوں نے خوفزدہ ہو کر میشا کو زور سے بازوؤں میں بھینچ لیا۔
"یا اللہ خیر! یہ جو سوچتی ہے۔ جو کہتی ہے وہ اکثر و بیشتر سچ ثابت ہو جاتا ہے۔ جیسے یہ بارش۔۔۔ اب اللہ جانے آگے کیا ہونے والا ہے۔"

☼ ☼ ☼

"نہیں مہر! میرا جواب اب بھی وہی ہے۔۔۔ ہاں مجھے تمہاری ضرورت ہے۔ ہاں میں زینی اور امی کے بنا نہیں رہ پا رہا۔۔۔ ہاں میں یہ چند دن تم لوگوں کے ساتھ گزارنا چاہتا ہوں مگر اس کی خاطر میں اسے یہاں سے نہیں بھیج سکتا۔ تمہیں لوٹنا ہو گا مہرا اس کے لیے دل بڑا کر کے۔"
سیف اللہ کے ماتھے سے پسینے کے فوارے پھوٹ پڑ رہے تھے۔ پورا چہرہ زردی سے کھنڈ گیا تھا۔
"میں تم سے۔۔۔" اس کے آگے شاید اس میں بولنے کی سکت نہیں رہی تھی۔۔۔ ریسیور اس کے ہاتھ سے پھسل کر نیچے جا گرا تھا۔ اس کی شال کاندھوں سے سرک کر نیچے آ رہی تھی' دل پہ ہاتھ رکھے تکلیف و اذیت کی حکایتیں چہرے پہ رقم کیے وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ بیڈ کی جانب بڑھنے لگا مگر اپنی ہی شال میں پاؤں کے اٹک جانے کے باعث اوندھے منہ نیچے جا گرا اور گرتے گرتے سائیڈ ٹیبل پہ رکھا وہ سیاہ ٹیبل کلاک بھی لے گرا' جو پرشکوہ خانم نے سولہ سال پہلے اسے سالگرہ پہ تحفے میں دیا تھا اور جسے وہ بے حد عزیز رکھتا تھا۔

☼ ☼ ☼

چھناکے کی آواز پہ میشا نے چونک کر پرشکوہ خانم کی گود سے سر اٹھایا۔ وہ پریشانی سے انہیں دیکھنے لگی جو خود بھی ٹھٹک سی گئی تھیں۔
"یہ کیسی آواز تھی کیا کچھ گرا ہے؟"
میشا کی آنکھوں کی پتلیاں ایک جگہ ٹھہری گئیں اور کھوئے کھوئے انداز میں اس کے لبوں سے معصوم سی سرگوشی ابھری۔
"ٹیبل کلاک۔۔۔ بابا کے روم میں ٹیبل کلاک گرا ہے۔ ان کا فیورٹ بلیک ٹیبل کلاک۔"
"مگر تمہیں کیسے۔۔۔"
حیرت سے سوال کرتے کرتے وہ رکیں اور اسے اپنی گود سے ہٹاتے ہوئے تیزی سے روم سے نکلیں۔

☼ ☼ ☼

پرشکوہ خانم کے قدم لمحے بھر کے لیے دروازے پہ ہی ٹھٹک کے رک گئے تھے' جب انہوں نے سیف

کے لیے تڑپتے وجود کو زمین پہ چت اور بے حس و حرکت گرتے دیکھا تھا' پھر وہ پکارتی ہوئی آگے بڑھیں۔

"سیف اللہ۔۔۔ سیف اللہ کیا ہوا بیٹا!"

وہ اب اسے سیدھا کر رہی تھیں۔ سیف اللہ کی سانس کسی آری کی طرح رفتہ رفتہ چلتا اس کی زندگی کی ڈور کو کاٹ رہا تھا۔

یشا کے قدم دروازے کے پاس ہی پتھر بن کے جم گئے تھے۔ اس کی دہشت زدہ آنکھیں سیف اللہ کے آخری ہچکیاں لیتے وجود پہ جمی تھیں۔

"سیف اللہ اٹھو بیٹا! تمہیں ہسپتال لے کر جاتی ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں ماں! بس مجھے یہ یقین۔۔۔"

اس سے اور کچھ نہ کہا گیا تو اس نے اپنی آنکھیں دروازے کے پاس سمٹی سہمی کھڑی یشا پہ جما دیں اس کی رفتہ رفتہ زندگی کی جوت کھوتی آنکھوں میں جو التجا رقم تھی' اسے پرشکوہ خانم نے بھانپ لیا۔

"ہاں سیف اللہ! یقین کرو۔۔۔ اطمینان رکھو۔۔۔ یشا کو میں اپنی جان سے زیادہ۔"

مگر سیف اللہ کے لیے اتنا ہی دلاسا بہت تھا۔ اس نے بہت سکون سے ماں کی گود میں سر رکھ کے آنکھیں موند لی تھیں۔

یشا نے اپنا سر دروازے کے ساتھ ٹیک دیا۔ پرشکوہ خانم کے بین اس کے دل کو چیرے جا رہے تھے اور اس کی ٹانگوں نے کپکپاتے ہوئے اس کا وزن مزید سہارنے سے انکار کر دیا تو وہ دروازے کے ساتھ چپکی نیچے پھسل کر بے جان انداز میں ٹھنڈے فرش پہ بیٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

پرشکوہ خانم سفید ساڑھی کا آنچل سر پہ لیے بیٹھی تھیں۔ ہاتھ میں پکڑی تسبیح کے دانوں کے گرنے اور آنکھوں سے نکلتے نمکین پانی کے قطروں کے گرنے میں ایک عجیب سا تسلسل تھا۔

سیف اللہ کی زندگی کے بتیس سال ان کی سرمئی آنکھوں کے سامنے پنکھ لگا کے اڑ رہے تھے اور وہ باوجود چاہنے کے کسی ایک بھی پنکھ کو اپنی مٹھی میں نہیں بھر سکتی تھیں۔ روک نہیں سکتی تھیں۔

اس چھوٹے سے قصبے کے "تقریباً" سب ہی لوگ سیف اللہ کی آخری رسومات کے لیے یہاں موجود تھے اس سیف اللہ کے لیے جو ان میں سے ایک نہیں تھا مگر پچھلے دس گیارہ سال سے ان کے ساتھ رہتے رہتے وہ ساری اجنبیت ختم ہو چکی تھی جو دو مختلف قومیت' مختلف مذہب اور مختلف نسل کے لوگوں کے درمیان ہوتی ہے۔

پرشکوہ خانم نے سوگوار انداز میں بیٹھی ان سب عورتوں پہ نظر ڈالی۔ کوئی آنکھ ایسی نہیں تھی جو اس جواں مرگی پہ پرنم نہ ہو۔ ہلکی ہلکی سسکیاں' گھٹی گھٹی آہیں اور سرگوشیاں جو مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح ماحول کے سکوت پہ جالا سا بن رہی تھیں۔

پرشکوہ خانم نے سوچتی آنکھوں سے یشا کو دیکھا جو ہال کے وسط میں رکھی سیف اللہ کی میت کے سرہانے نڈھال انداز میں پڑی تھی۔

"میں نے بہت سے لوگوں کا شور سنا ہے گریٹی! وہ سب آہستہ آہستہ باتیں کر رہے تھے اور بارش کی آواز بھی تھی اور۔۔۔ اور کسی کے رونے کی بھی۔" یشا کی بات یاد آتے ہی وہ پریشان ہو اٹھیں۔

"تو یہ تھی اس خواب کی تعبیر یشا جو تم نے جاگتے میں دیکھا۔" مکھیوں کی بھنبھناہٹ میں کچھ اضافہ ہوتے پہ انہوں نے تعزیت کے لیے آئی عورتوں کی نظر کے تعاقب میں ہال کے مرکزی دروازے کی جانب نظر اٹھائی۔

سیاہ ساڑھی میں مہر اپنی تمام تر سرو قامتی اور تمکنت کے ساتھ موجود تھی۔ اس کے چہرے کا دکھ بھی اس کے نقوش سے جھلکتی ناراضی اور غصے پہ حاوی نہیں ہو سکا تھا۔ وہ امی اور زینی کی انگلیاں تھامے بت بنی کھڑی سیف اللہ کا سفید چادر میں ڈھکا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

کچھ گزرے لمحوں کا عکس لہرایا اور وہ اپنی ناراضی کو چھپائے بے قراری سے چند قدم آگے بڑھی مگر اس کے میت کے سرہانے ٹیک لگائے بیٹھی یشا نے سر اٹھا کے اس کی جانب دیکھا تو مہر کے قدم تھم گئے۔

اس کی نگاہوں میں یشا کے لیے شدید نفرت تھی اور یشا کی نگاہوں میں ہمیشہ کی طرح اس کے حسن کے آگے بے پناہ مرعوبیت۔

☼ ☼ ☼

وہ "تقریباً" دو سال کے بعد اپنے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ وہ کمرا جو کبھی اس کا اور سیف اللہ کا تھا۔ "تقریباً" سب ہی کچھ وہی تھا۔

وہی اونچی دیواریں۔۔۔ وہی منقش دروازے۔

وہی کاہی رنگ کا قالین جو اب خاصا بوسیدہ ہو رہا تھا اور بارش کے بعد اٹھنے والی سیلن زدہ مہک پھیلا رہا تھا۔

وہی اخروٹ کی لکڑی کی بھاری بھر کم پرانی طرز کی مسہری۔

وہی سیف اللہ کی رائٹنگ ٹیبل۔

اور وہی مغربی دیوار پہ لگی ان دونوں کی شادی کی تصویر۔

مہر تصویر کے سامنے دیر تک لب بستہ کھڑی رہی۔ یہ وہ دور تھا جب مہر کا حسن اور سیف اللہ کا اس کے لیے جنون' دونوں زوروں پہ تھا۔

مہر کے ابا ان دنوں بنگلہ دیشی حکومت کی جانب سے سری لنکا میں بطور سفارت کار تعینات تھے۔ مہر کے ابا کا تعلق بنگال سے اور اماں کا تعلق لکھنؤ سے تھا اور اس نے دونوں کے حسن کے رنگ چرا کے کمال کا روپ پایا تھا۔

سرو قامت۔۔۔ آہو چشم
یاقوتی لب۔۔۔ دراز سیاہ گیسو
سبک سے ہاتھ پیر۔۔۔ ترشا ہوا سراپا

اس پہ ایک باوقار سا شاہانہ انداز جو لہجہ سے لے کر انداز نشست و برخاست تک سے جھلکتا تھا۔

سارک ممالک کے ایک سفارتی عشائیے کے موقع پہ سیف اللہ کی ملاقات مہر سے ہوئی اور وہ اس کے حسن جہاں سوز کے آگے دل ہار بیٹھا۔۔۔ وہ حال ہی میں بھوٹان میں بطور سفیر تعینات ہوا تھا۔ راہ و رسم بڑھی۔ التفات میں اضافہ ہوا۔ وہ مہر جس نے بائیس سال تک کسی کو اس قابل نہ سمجھا تھا' وہ سیف اللہ کو دل میں بسا بیٹھی۔۔۔ اس کے اماں ابا کو تو سیف اللہ جیسے داماد پہ کیا اعتراض ہوتا تھا۔ وہ ہر صورت میں ایسا تھا کہ کوئی بھی اسے اپنی بیٹی کا مقدر بنانے میں فخر محسوس کرتا۔۔۔ مگر سیف اللہ کے معاملے میں ایک قباحت ضرور تھی۔

اور وہ تھی کارا۔۔۔ سیف اللہ کی منگیتر۔

سیف اللہ کی والدہ پرشکوہ خانم کی منہ بولی بیٹی۔

جس سے انہوں نے حال ہی میں سیف اللہ کی نسبت طے کی تھی اور سیف اللہ کی رضامندی سے ہی کی تھی۔

بے شک۔۔۔ سیف اللہ نے کارا سے کوئی عہد و پیمان نہیں کیے تھے۔۔۔ بے شک یہ منگنی صرف اور صرف پرشکوہ خانم کی ذاتی پسند ناپسند کی بنیاد پہ ہوئی تھی مگر بہرحال ہوئی تو تھی۔

کارا کا تعلق بھوٹان کے شہر Thimphu کے ایک نامی گرامی خاندان سے تھا' جہاں سیف اللہ رہائش پذیر تھا۔ اس کے ساتھ دھوم دھام سے منگنی کرنے کے بعد کسی اور سے شادی کا فیصلہ کر لینا کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ مگر ایک تو کارا سمجھ دار تھی' دل پہ داغ لینے کے باوجود اس نے اسے انا کا مسئلہ نہیں بنایا۔۔۔ اور نہ اپنے باپ کو کوئی سخت قدم اٹھانے دیا دوسرے وہ جانتی تھی کہ زبردستی رشتہ جوڑ لینے سے وہ کیا پا لے گی۔

اور پھر جب سیف اللہ' مہر کو بیاہ کے لایا تو اس کی ایک جھلک دیکھ لینے کے بعد کارا نے دل ہی دل میں خود کو اس فیصلے کی داد دی۔ کیونکہ وہ کچھ بھی کر لیتی مہر کے حسن کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ سیف اللہ کو مجبور کر کے یا اپنی منہ بولی آنٹی پرشکوہ خانم سے جذباتی بلیک میلنگ کروا کے شادی کر بھی لیتی تو کیا اس حسن کی

شبیہہ سیف اللہ کے دل سے مٹا سکتی تھی؟
وہ تو اپنی شکست تسلیم کر کے اپنے کزن سے شادی کرنے کے بعد پیرس چلی گئی مگر یہ شکوہ خانم کے دل سے ملال نہ گیا اور مہر نے اس ملال کو دھونے یا ان کے دل میں اپنی جگہ بنانے کی کوئی خاص کوشش بھی نہ کی وہ سیف اللہ کے دل پہ راج کر کے ہی خوش تھی اور پھر ان کی زندگی میں یکے بعد دیگرے امی اور زینی نے آ کے نئے رنگ بھر دیے۔
مہر نے افسردگی سے اپنی اور سیف اللہ کی شادی کی تصویر پہ ہاتھ پھیرا۔
"تو ایسا اور کون سا رنگ رہ گیا تھا سیف اللہ! تمہاری زندگی میں جو تم نے کسی اور کے وجود سے بھرنا چاہا اور میری زندگی کو بے رنگ کر کے رکھ دیا۔"
دو آنسو اس کی آنکھوں سے شکوہ کرتے رخساروں پہ ڈھلک گئے۔ اس نے گردن موڑ کے کھڑکی کے دائیں جانب قد آدم الماری کو دیکھا جس میں سیف اللہ کے کپڑے اور دوسرا سامان ہوا کرتا تھا۔ اس کے ذہن کے پردے پہ وہ عکس جھلملانے لگا جب سیف اللہ نیپال کے سفارتی دورے پہ جانے والا تھا۔ ان دونوں کے درمیان تلخی عروج پہ تھی اور مہر کو اس کی ہر حرکت پہ شبہ ظاہر کرنے کی عادت سی ہو گئی تھی۔
"کھل کے بتاتے کیوں نہیں؟"
وہ ماتھے پہ چتون لیے اسے پیکنگ کرتے دیکھ رہی تھی۔
"بتایا تو ہے آفیشل وزٹ ہے۔"
سیف اللہ نے حتی الامکان اپنے لہجے کو ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کی اور یہ اس کی کوششیں ہی تھیں جو گزرے کچھ سالوں میں بڑھنے والی کشیدگی نے اب تک کوئی خطرناک رخ اختیار نہیں کیا تھا۔
"تمہارے آفیشل وزٹ بڑھتے ہی جا رہے ہیں اور وہ بھی اتنے کم وقفے کے بعد اور لمبے لمبے عرصے کے لیے۔"
"مجبوری ہے مہر۔۔۔"
"مجبوری تمہارے چہرے سے تو نظر نہیں آ رہی ۔۔۔۔ بہت خوش خوش بھاگے جاتے ہو ہر بار۔۔۔ جیسے کوئی خزانہ ملنے والا ہو۔"
"کیسی باتیں کر رہی ہو مہر!" سیف نے مسکرا کر اس کی بات ہنسی میں ٹالنا چاہی۔
"میں کوئی بچہ نہیں ہوں جو روتے روتے اسکول جاؤں گا۔۔۔ جاب ہے میری۔"
"سچ سچ بتاؤ۔۔۔ نیپال جا رہے ہو یا پیرس؟"
اس بار وہ حقیقتاً ٹھٹکا۔
"تم چاہو تو میرا پاسپورٹ اور ویزا چیک کر سکتی ہو۔"
جب سے کارا کے شوہر کی وفات ہوئی تھی اور جب سے اس کا رابطہ پر شکوہ خانم کے ساتھ پھر سے بڑھ گیا تھا اور جس دن سے مہر نے خود اپنی ساس کو کارا سے کہتے سنا تھا کہ اسے اپنی جوانی بیوگی کی نذر کرنے کی بجائے دوسری شادی کر کے نئی زندگی کا آغاز کر لینا چاہیے تب سے کارا کا وجود مہر کے دل میں خار بن کے چبھ رہا تھا۔ آئے دن دونوں کے درمیان کارا کی وجہ سے تنازعہ پیدا ہوتا رہتا۔۔۔ اول اول دنوں کی وہ محبت اب خواب ہو چلی تھی۔
"ٹھیک ہے زینی اور امی کی چھٹیاں ہیں ہم بھی ساتھ چلتے ہیں؟"
"وہ بہت بور جگہ ہے۔ تم لوگ تنگ آ جاؤ گے۔"
"کیا خوب بہانہ ہے ساتھ نہ لے جانے کا۔"
"اگر سچ سننا چاہتی ہو تو سنو مہر! تمہارا ساتھ اب مجھے سوائے ذہنی اذیت کے اور کوفت کے اور کچھ نہیں دیتا۔ جس طرح تم میرے ہر قدم کو شک بھری نظر سے دیکھتی ہو۔ میرا خود اپنے اوپر اعتماد ڈانواں ڈول ہونے لگتا ہے میں وہاں ایک بہت ضروری اور اہم سیمینار میں شرکت کرنے جا رہا ہوں۔ مجھے ذہنی یکسوئی چاہیے مہر! جو تمہاری موجودگی میں محال ہے۔"
وہ بیگ اٹھا کے دروازے تک بڑھا اور پھر پیچھے مڑ کر تململاتی ہوئی مہر پہ ایک نظر ڈال کے قدرے نرمی سے کہا۔
"میں جلدی آ جاؤں گا۔"

مہر کی آنکھیں جھلملا اٹھیں۔۔۔ وہ اداسی سے الماری کے پٹ بند کرتے ہوئے بولی۔
"ہاں تم آئے تو جلدی مگر۔۔۔ مگر اکیلے نہیں۔"

☼ ☼ ☼

"گرینی۔۔۔ یہ ماما ہیں؟"
یشا کے سوال پہ ان کی انگلیاں اس کے بالوں کے کنڈلوں میں پھنس گئیں۔
"ہوں۔" خاصے توقف کے بعد وہ بس اتنا ہی جواب دے پائیں۔
"رئیل والی؟" اس بار وہ جواب دینے کی ہمت نہ کر پائیں۔
"بتائیں ناں گرینی۔۔۔ رئیل والی ماما؟"
"ماما تو ماما ہوتی ہیں یشا رئیل ہو یا۔" اس کے آگے وہ کچھ کہہ نہ پائیں۔
"نہیں گرینی۔۔۔ ماما رئیل بھی ہوتی ہیں اور ویسی بھی ہوتی ہیں جیسی سنڈریلا کی تھیں۔ جیسی سلیپنگ بیوٹی کی تھیں۔ جیسی ہینسل اینڈ گریٹل کی تھیں اسٹیپ مام۔"
اسے گرینی سے سنی وہ ساری کہانیاں یاد آ گئیں۔ دونوں کا ایک ہی تو مشغلہ تھا۔۔۔ ایک دوسرے کے ساتھ اپنی اپنی کہانیاں بانٹنے کا۔
"بتائیں ناں گرینی۔۔۔ کیا یہ میری اسٹیپ مام ہیں؟"
"ہاں۔"
ایک گہرا سانس بھر کے بہر حال انہوں نے وہ جواب دے ہی دیا جو آج نہیں تو کل دینا ہی پڑتا۔
"بابا نے میری مام کی ڈیتھ کے بعد ان سے شادی کی تھی؟"
"یشا! تمہارے سوال اب بڑھتے ہی جا رہے ہیں۔" وہ جھنجلا اٹھیں۔
"مگر امی تو مجھ سے بڑی ہے۔۔۔ وہ کیسے گرینی؟"
"بس یشا! بہت رات ہو گئی۔ اب سو جاؤ تم۔"
انہوں نے اسے گھرک کر کمبل کے اندر گھسایا۔
اس نے آنکھیں موند لیں مگر بند پپوٹوں کے پیچھے ایک نیا جہاں آباد ہو چکا تھا۔
بہت سے کردار سانس لینے لگے تھے۔
کبھی ہینسل اینڈ گریٹل راستہ بھٹک کے جنگل میں دربدر ہو رہے تھے۔
کہیں سلیپنگ بیوٹی ایک شیشے کے تابوت میں قید تھی اور اس کی سوتیلی ماں آئینے کے سامنے اترا کے کہہ رہی تھی۔
"آئینہ آئینہ۔۔۔ سب سے حسین کون؟"
اور کہیں سنڈریلا رتھ پہ سوار چاندنی رات میں کسی انجانی راہ گزر پہ بڑھتی جا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"ماما! یہ لڑکی کون ہے؟" زینی بیر پٹختے ہوئے مہر کے کمرے میں داخل ہوئی۔
"آپ نے تو کہا تھا ہم بابا کے گھر واپس جا رہے ہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جا رہے ہیں۔۔۔ لیکن یہ بابا کا گھر تو نہیں ہے۔ یہاں بابا تو ہیں ہی نہیں اور کوئی ہے تو صرف مینڈکی۔۔۔ پیلی مینڈکی۔"
"ماما۔۔۔ یہ ہماری بہن ہے؟" امی نے چاکلیٹ سے سنی انگلیاں چوستے ہوئے کہا۔
"نہیں۔" مہر کے لہجے میں قطعیت تھی۔
"تو پھر وہ ہمارے بابا کو بابا اور ہماری گرینی کو گرینی کیوں کہتی ہے؟"
"گرینی تو اسے پیار بھی ہم دونوں سے زیادہ کرتی ہیں۔"
"ہاں امی! اور تم نے دیکھا اس کے پاس وہی روم ہے جو پہلے ہمارا تھا۔ لیکن اب اس روم کی حالت دیکھو ذرا۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے کسی پرکس کا ہو۔"
"پلیز ماما۔۔۔ بتائیں ناں کون ہے یہ؟"
بچیوں کے سوالوں سے تنگ آ کے مہر نے آنکھیں موند کر سر تکیے سے ٹکا دیا۔
دونوں ماں کے مزاج کے ایک ایک رنگ سے واقف تھیں۔ اس لیے نظروں ہی نظروں میں ایک

دوسرے کو اشارہ کر کے کمرے سے نکل گئیں۔ مہران کے سوالوں کے جواب کیا دیتی اس کا تسلی بخش جواب تو خود اسے بھی کبھی نہ مل پایا تھا سیف اللہ سے۔

☼ ☼ ☼

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔"

مہر نے ایک نظر اس زرد رو سوکھی سڑی سات سالہ بچی پہ ڈالی جو سیف اللہ کی انگلی تھامے پورے گھر کا جائزہ اپنی حیران آنکھوں سے لے رہی تھی اور دوسری بے اعتباری نظر سیف اللہ پہ ڈالی' جو اسے ایک ایسی کہانی سنا رہا تھا۔ جس کے کسی ایک حرف کو بھی وہ سچا نہ جان رہی تھی۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں مہر! یہ میرے ایک عزیز دوست کی بیٹی ہے۔ اس کا اور اس کی بیوی کا انتقال کسی حادثے میں ہو گیا ہے' اس وجہ سے اسے میں اپنے ساتھ لے آیا ہوں۔"

"تو کیا ان دونوں کا کوئی اور عزیز' رشتے دار' خاندان وغیرہ کچھ بھی نہیں تھا جو اس کی ذمے داری لیتے۔۔۔ آسمان سے ٹپکے تھے کیا دونوں؟"

"یہی سمجھ لو۔" سیف اللہ کا جواب واضح طور پہ اتنا ٹالنے والا تھا کہ مہر کے طیش کو اور ہوا دے گیا۔

"سیف اللہ! تم سمجھتے ہو میں تمہاری اس بودی کہانی پہ ایمان لے آؤں گی؛ تمہاری اس خدا ترسی کی داد دوں گی؛ تمہارے اس انجان دوست کی ناگہانی وفات پہ تمہارے ساتھ تعزیت کروں گی؟ تم پہلی بار۔۔۔ زندگی میں پہلی بار نیپال گئے تھے۔ وہاں تمہیں ایسا کون سا دوست مل گیا تھا جس نے مرتے ہوئے اپنی بیٹی کی ذمے داری کسی اور کے نہیں' صرف تمہارے سپرد کی۔ بولو۔"

سیف اللہ کی خاموشی نے مہر کے شک کو زبان دے دی۔

"سچ تو یہ ہے کہ یہ تمہاری کسی عیاشی کا نتیجہ ہے۔ تمہارے کسی گناہ کا پھل۔"

"یہ ایک معصوم بچی ہے مہر!"

"مگر تم معصوم نہیں ہو۔ اسی لیے اتنی بے تابی سے بھاگے تھے نیپال اور مجھے ساتھ لے جانے سے بھی صاف منع کر دیا تھا۔ اب پتا چلا تم نے وہاں اپنی ایک الگ دنیا بسا رکھی تھی۔"

"تمہاری یہ غلط فہمیاں وقت دور کرے گا۔۔۔ میں نہیں۔"

"یہ یہاں میرے سامنے رہے گی تو غلط فہمیاں دور نہیں ہوں گی۔۔۔ بڑھیں گی۔ اسے یہاں سے کہیں اور بھیجو۔"

"یہ اب یہیں رہے گی میں نے عہد کیا ہے۔" سیف اللہ کے لہجے میں پختگی تھی۔

"کس سے کیا ہے عہد؟ اس کی ماں سے؟ اپنی معشوقہ سے؟ اس کے پیچھے پیچھے وہ کب آئے گی یہاں؟"

"اس کی ماں مر چکی ہے اور میں نہیں جانتا وہ کون تھی۔ بلاوجہ کسی ایسی عورت پہ بہتان مت باندھو جو اب اس دنیا میں نہیں رہتی۔"

"بہت خوب۔ تم اسے جانتے نہیں تھے؟ یعنی کوئی راہ چلتی عورت تھی جسے تم نے اپنی عیاشی۔۔۔"

"بس مہر! بچی کے سامنے ایسی باتیں مت کرو۔ وہ تمہاری زبان نہیں سمجھتی' مگر تمہارے لہجے کی تپش' تمہاری نظروں کی نفرت اسے خوف زدہ کر رہی ہے۔"

"بڑا دل دکھ رہا ہے تمہارا اس کے لیے' پھر بھی کہتے ہو کہ یہ تمہاری اولاد نہیں ہے؟"

"ہاں' نہیں ہے۔"

"اگر یہ واقعی تمہاری اولاد نہیں ہے۔ تمہارا اس سے خون کا رشتہ نہیں ہے تو کیوں اسے زبردستی میرے سر پر بٹھا رہے ہو؟ تمہیں اس سے صرف ہمدردی ہے نا' بس نیکی اور ثواب کمانے کا شوق ہے ناں تو ٹھیک ہے' اسے کسی یتیم خانے میں ڈال دو۔"

"نہیں' میں یہ نہیں کر سکتا۔ ایسا ہی کرنا ہوتا تو اسے اپنے ساتھ کیوں لاتا؟ ایسی زندگی تو یہ وہاں بھی جی لیتی۔"

"اتنی وابستگی۔۔۔ اور اس پہ بھی تمہارا دعوا ہے کہ میں غلط سمجھ رہی ہوں۔ سیف اللہ! اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری من گھڑت کہانی پہ یقین کر لوں تو اسے اس گھر سے دور کر دو۔۔۔ پل جائے گی یہ کہیں نہ کہیں۔"

سیف اللہ نے ایک گہری سانس بھری اور اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے کہا۔

"ہاں' ہے یہ میری اولاد۔۔۔ میری بیٹی اور یہ ہمیشہ میرے ساتھ اس گھر میں رہے گی۔"

"سچ آ گیا ناں زبان پہ۔۔۔ اب یاد رکھو۔ اس گھر میں یہ رہے گی یا میں۔"

☼ ☼ ☼

"اور تم نے اس کا انتخاب کیا تھا سیف اللہ!" مہر نے ایک بار پھر خود کو اسی کرب سے گزرتا محسوس کیا تھا۔

"ڈیڑھ سال تک تم مجھ سے اور اپنی بچیوں سے دور رہے اور تمہارے آخری وقت میں یہ تمہارے ساتھ تھی' ہم نہیں۔۔۔ یہ۔۔۔ جس نے ہمیں الگ کیا۔"

وہ پھر کے اٹھی اور کمرے سے نکلی۔۔۔ اس کا رخ میشا کے کمرے کی جانب تھا' جو دو سال پہلے تک زینی اور ایمی کا کمرا تھا۔

میشا کمرے میں نہیں تھی۔ مگر ایک ایک چیز پہ وہ نقش تھی۔ دیواروں پہ اس کی تصویریں تھیں' اس کے کھلونے اس کی کتابیں جا بجا پھیلی تھیں۔۔۔ ایسا لگتا تھا کسی نے بہت محبت اور دھیان کے ساتھ یہ کمرا اس کے لیے سیٹ کیا تھا۔

اور جس وقت وہ دیوار پہ بنی اس تصویر کو دیکھ رہی تھی' جس میں سنڈریلا کا وہ سارا تخیلاتی منظر رنگوں کی مدد سے اتارا گیا تھا تو میشا اپنے پوہ کو سینے سے لگائے کمرے میں داخل ہوئی۔

"یہ سنڈریلا ہے۔" میشا کے تعارف کرانے پہ مہر نے اسے سرد بھرپور نظر سے دیکھا۔

دو سال پہلے اس کے چہرے پہ جتنی زردی کھنڈی تھی۔ اب اتنی نہیں تھی۔۔۔ مگر اس کا گندمی چہرا اب

بھی ایمی اور زینی کے مقابلے میں بے کشش اور پھیکا تھا' جن کے گال کشمیری سیب کی مانند لہو چھلکاتے تھے اور اب انار کے دانوں کی طرح دہکے رہتے تھے۔

پہلے کی نسبت اس کا سراپا کچھ گداز بھی ہو چکا تھا اور وہ جو چہرے پہ ایک لاچاری اور مسکینی کی چھاپ تھی' وہ اب ناپید تھی۔ ایک اعتماد اس کے ہر نقش میں بول رہا تھا' جو یقیناً سیف اللہ کا بخشا ہوا تھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں؟" ہلکی سی ناگوار شکن ماتھے پہ لیے وہ بے خوفی سے اس بات کا اظہار کر رہی تھی کہ اسے مہر کا یوں گھورنا بالکل پسند نہیں آ رہا۔

"یہ کمرا خالی کر دو۔" مہر نے تلملا کے کہا۔

"جی؟"

"سنا نہیں تم نے۔۔۔ یہ روم خالی کر دو۔ یہ ایمی اور زینی کا روم ہے۔"

"نہیں یہ میرا روم ہے۔۔۔ میشا کا روم۔ بابا نے میرے لیے اتنے پیار سے سیٹ کیا تھا اسے۔"

"یہ روم پہلے بھی ایمی اور زینی کا تھا' اب ان کے واپس آنے کے بعد بھی ان ہی کا ہو گا' سمجھیں۔"

"جی نہیں' کسی کا نہیں ہے یہ روم۔ یہاں ہمیشہ سے میں ہی رہتی آئی ہوں۔"

"ہمیشہ سے؟ تم کسی ناگہانی آفت کی طرح اور کسی وبائی مرض کی طرح نازل ہوئی ہو' میری زندگی پہ بھی اور اس گھر پہ بھی۔ اٹھاؤ اپنا یہ کچرا اور کسی اور کمرے میں دفع ہو جاؤ۔ شام تک مجھے یہ کمرا خالی چاہیے۔"

مہر بہت سخت الفاظ اور کڑے انداز میں تنبیہہ کر کے کمرے سے نکلی تھی مگر میشا اس کے رعب کو قطعی خاطر میں نہ لائی اور اس کے نکلتے ہی منہ بگاڑ کے نقلیں اتارنے لگی۔

"آہا' ہا' ہا! شام تک روم خالی چاہیے۔ یہ میرا روم ہے اور میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔ کہیں بھی نہیں' کبھی بھی نہیں۔"

اس پہ بھی بخار اس نہ نکلی تو تکیہ اٹھا کے اسے زور زور سے نوچتے ہوئے اپنا غصہ نکالنے لگی۔

"آئیں بڑی مجھے روم سے نکالنے والی۔"

تکیے سے روئی اڑ اڑ کے فضا میں بکھرنے لگی تو وہ غصہ بھول بھال کے معصوم سی مسکراہٹ اپنے پتلے پرت ہونٹوں پہ سجا کر یہ منظر تکنے لگی۔ پھر اس کی چھوٹی ہتھیلیاں دعا کے سے انداز میں پھیل گئیں۔ سنبل کے ان ذروں کو مٹھی میں بند کرنے کے لیے۔

"آہا..... سنوفال۔"

چندھی چندھی آنکھیں بنا کے وہ ہتھیلیاں پھیلائے کمرے میں گول گول گھومنے لگی۔ اس کے بالوں میں جگہ جگہ سنبل کی روئی اٹکی تھی۔ اوپر کو اٹھے چہرے پہ ایک دو جگہ سنبل ایسے گری تھی کہ اسے گدگداہٹ سی محسوس ہو رہی تھی، جہاں دور دور تک منظر سفیدی میں ڈھکے تھے اور پیروں کے نیچے خون جما دینے والی خنکی تھی۔

☼ ☼ ☼

صبح وہ بخار میں پھنک رہی تھی۔ بہتی ناک، گلے کی سوزش، سرخ آنکھیں اور مسلسل چھینکیں۔

"تمہیں تو فلو کے ساتھ ساتھ بخار بھی ہے۔"

"گرینی! مجھے سردی لگ گئی ہے۔"

"کوئی وائرل انفیکشن ہو گا میری جان!" میشا کی خود تشخیصی پہ انہیں ہنسی آ گئی۔

"اتنی گرمی میں سردی کیسے لگ سکتی ہے بھلا؟"

"وہ ایسے گرینی کہ میں بنا گرم کپڑوں کے ہی سنو فال میں کھیل رہی تھی اس لیے۔"

"سنوفال؟" ایک لمحے کے لیے انہیں اچنبھا ہوا مگر پھر میشا کے کہانی ساز ذہن کے کچھ سابقہ کارنامے یاد آئے تو مسکرا دیں۔

"اوہ..... سنوفال۔"

"ہوں، وہ بھی میرے روم میں۔"

"تم بھی پتا نہیں کیا کیا سوچتی رہتی ہو میشا بھلا روم کے اندر سنوفال۔ وہ بھی اس سیزن میں؟"

"ہاں! مجھے غصہ آیا تھا ناں، میں نے pillow (تکیہ) پھاڑا اور سنوفال شروع۔"

پر شکوہ خانم کو اس کے فقرے میں صرف پہلا حصہ قابل توجہ لگا۔

"غصہ کیوں آیا تھا اور کس پہ آیا تھا؟"

"مہا ماما نے مجھے روم سے جانے کا کہا۔ وہ یہ روم زینی اور ایمی کو دے دیں گی۔ گرینی! یہ روم تو میرا ہے ناں؟"

"ہاں! اگر سیف اللہ نے کہا تھا کہ یہ روم تمہارا ہے تو یہ روم تمہارا ہے۔"

"مگر کہتی ہیں کہ یہ روم پہلے زینی اور ایمی کا تھا۔ میں تو بعد میں آئی تھی۔" اتنا کہہ کر وہ کچھ سوچنے لگی۔

"میں بعد میں کیوں آئی تھی گرینی! اور کہاں سے آئی تھی؟"

"جنت سے۔" پر شکوہ خانم نے اس کے بخار کی حدت سے تمتماتے ماتھے کو محبت سے سہلایا۔

"جنت یعنی ہیون؟"

"ہاں! سب بچے پہلے جنت میں رہتے ہیں پھر اللہ ان کو ان کے پیرنٹس کے پاس بھیجتا ہے۔"

"مگر گرینی! وہ تو بہت چھوٹے سے بے بیز ہوتے ہیں..... جیسے نیازی انکل کے ہاں بے بی آیا تھا اور ہم دیکھنے گئے تھے۔ میں تو بہت بڑی ہو کے یہاں آئی تھی۔"

اس کے سوال پہ سوال انہیں زچ کیے دے رہے تھے۔ عمر کا تقاضا جو ہوا کہاں سے لائیں اتنا تحمل مگر لانا پڑا، جانتی تھیں کہ یہ سوال میشا کی عمر کا تقاضا ہے اور اگر جواب دے کر اس کی تسلی نہ کی گئی تو وہ کہیں خود سے ان سوالوں کے جواب نہ تلاشنے لگ جائے۔

"تم اللہ کی بہت فیورٹ ہو ناں اور شاید جنت کے سب فرشتوں کی بھی ان کا دل نہیں چاہتا ہو گا تمہیں دنیا میں بھیجنے کا اس لیے اتنا عرصہ اپنے پاس ہی رکھا اور تم وہاں رہتے رہتے بڑی ہو گئیں۔ وہ تو بعد میں میں نے بہت دعا کی تو تمہیں یہاں بھیجا گیا۔"

"تو جہاں میں رہتی تھی وہ جگہ جنت تھی؟" وہ یکدم بے حد خوش ہو گئی۔ بخار کی تمازت بشاشت میں بدل گئی۔

"آف کورس۔" انہوں نے میشا کا ماتھا چوما، جہاں

انہیں ہر وقت ایک چاندنی سی پھوٹتی محسوس ہوتی تھی۔

"ہاں یاد آ گیا۔ وہ واقعی جنت تھی اور میں وہاں کی پرنسس۔"

"اچھا.....؟" وہ ہنس دیں۔

"ہاں! تب ہی تو سب میرے آگے سر جھکائے ہوئے تھے، میرے سامنے ہاتھ باندھ کے کھڑے رہتے تھے۔" میشا کی بات نے پر شکوہ خانم کے لبوں سے مسکراہٹ چھین لی۔

"سو جاؤ میشا! رات بھر بخار سے جاگتی رہی ہو۔" ان کا لہجہ ایک دم ہی سے سخت ہو گیا۔

"میرے سر پہ تاج بھی ہوتا تھا گرینی!"

"منہ کھولو، یہ سیرپ پی لو۔" وہ اس کی بات کو نظر انداز کر رہی تھیں۔

"میں وہاں بھی اپنے ہاتھ سے کچھ بھی نہیں کھاتی پیتی تھی۔ مجھے کوئی نہ کوئی کھلاتا تھا۔" وہ ان کے ہاتھ میں موجود چمچے کو کھوئی کھوئی نظروں سے دیکھتے ہوئے بتا رہی تھی۔

پر شکوہ خانم کو اس کی باتوں سے عجیب خوف سا محسوس ہوا۔ انہوں نے اسے بازو سے پکڑ کے زور سے جھنجھوڑا اور چمچہ اس کے منہ سے لگا دیا۔

"میں کہہ رہی ہوں میشا! منہ کھولو۔"

وہ جیسے ہڑبڑا کے ہوش میں آئی۔ مگر ہوش شاید اتنا بھی ہوش مند نہیں تھا۔ تب ہی تو اسے دوا کے کڑوے ہونے کی شکایت کرنا بھی یاد نہ رہا۔

☼ ☼ ☼

"جو روم سیف اللہ نے میشا کو دے دیا تھا۔ وہ تم اس سے خالی کیسے کروا سکتی ہو مہو!" کچھ ہی دیر بعد وہ مہر سے جواب طلبی کر رہی تھیں۔

"مت بھولو کہ تم نے اس گھر سے جا کے اپنی جگہ خود خالی کی تھی۔"

"مگر اب میں واپس آ گئی ہوں۔"

"واپسی پہ تمہیں اس گھر کے دروازے کھلے ملے وہ ایک الگ بات ہے مگر تم میشا پہ کوئی [illegible] نہیں کر سکتیں۔"

"میں چاہوں تو اسے اس گھر سے بھی نکال سکتی ہوں۔" مہر کو ساس کا حاکمانہ انداز تاؤ دلا گیا۔ "کون روکے گا مجھے؟"

"میں۔"

پر شکوہ خانم نے اسے تنفر سے گھور کے کہا۔ جو انہیں اول روز سے ہی پسند نہیں آئی تھی۔ سیف اللہ کی زندگی میں وہ اسے طوعاً کرہاً برداشت کرنے پہ مجبور تھیں اب ایسا کون سا بھرم رہ گیا تھا جو وہ اس سے دبتیں۔

"میں روکوں گی مہو! کیونکہ سیف اللہ نے یہ گھر میرے نام کیا ہے۔"

"کیا؟ آپ کے نام، یہ گھر سیف کا نہیں؟" مہر کے پیروں تلے جیسے زمین ہی کھسکا لی کسی نے۔

"ہاں اور یہ اختیار صرف مجھے ہے کہ اس گھر میں کون رہ سکتا ہے اور کون نہیں۔ اگر تم بھی یہاں رہ رہی ہو تو اسے میرا احسان سمجھو ورنہ تم نے بھی ایک بہو کی حیثیت سے میرے دل میں کبھی بھی جگہ پانے کی کوشش نہیں کی۔"

وہ اتنا کہہ کے رکی نہیں ورنہ دیکھ لیتیں کہ ان کے انکشاف نے مہر کے نقوش کو نفرت تلے مسل ڈالا تھا ان مسلے کچلے ہوئے نقوش کو دیکھ کے شاید وہ بخوبی اندازہ لگا پاتیں کہ وہ سارا عتاب میشا پہ گرانے والی ہے۔

☼ ☼ ☼

میشا کمرے میں داخل ہوتے ہی ٹھٹک کے رکی تھی۔ کیونکہ اندر ایمی اور زینی نے حشر مچا رکھا تھا۔

ایمی موٹی بیڈ پہ چڑھی ایک ہاتھ میں جوس کا پیکٹ پکڑے دوسرے ہاتھ میں سینڈوچ لیے ناچ رہی تھی۔ ناچتے ناچتے ہی وہ ایک لقمہ سینڈوچ کا لیتی ایک گھونٹ جوس کا بھرتی۔ کبھی سینڈوچ سے کیچپ ٹپک کے گرتا، کبھی بیڈ کے ذرے جھڑ جاتے تو کبھی جوس

چھلک کے نیچے جا گرتا اوپر سے اس کے گندے میلے پیر۔ ہلکی گلابی چادر پہ کتنی ہی چیزوں کے بدنما داغ لگے تھے۔

اور زینی پنسل ہاتھ میں لیے دیوار پہ بنی سنڈریلا کے پھولے پھولے فراک پہ کچھ گل بوٹوں کا اضافہ کر رہی تھی۔

ایک لمحے کے لیے تو میشا کی سمجھ میں ہی نہ آیا کہ وہ اپنے بستر کی چادر خراب ہونے پہ پہلے چیخے یا اپنی دیوار پہ بنے اس منظر کو تباہ ہوتے دیکھ کے چلائے جس کو نظروں میں سموئے بغیر اسے نیند نہیں آتی تھی رات کو۔

"یہ کیا کر رہی ہو موٹی ہاتھی میرے بیڈ سے گندے پاؤں لے کر چڑھ رہی ہو' ساری مٹی لگا دی۔ نیچے اترو۔ تم ڈو گی کیا؟"

پھر وہ زینی کی جانب بڑھی اور اسے پورا زور لگا کے پرے کھینچنے لگی۔

"میری فیورٹ پینٹنگ خراب کر دی تم نے گندی چھپکلی!"

"چھپکلی تم ہو۔ تمہارا رنگ بھی چھپکلی جیسا ہے اور شکل بھی۔ آنکھیں دیکھو اپنی اور یہ ہونٹ الٹے۔" زینی نے اسے پرے دھکا دیا۔

میشا کون سا کم تھی۔ خود کو چھپکلی کہلوائے جانے یا دھکا پڑنے سے زیادہ غصہ اسے دیوار خراب کرنے پہ آ رہا تھا۔ وہ زینی کے بال نوچنے لگی۔

"نکلو میرے روم سے آئی بڑی۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے؟" مہر نے اندر داخل ہوتے ہی انہیں ہاتھا پائی کرتے دیکھا تو فوراً آگے بڑھ کے انہیں چھڑانے لگی۔

"بدتمیز۔۔۔ جنگلی لڑکی چھوڑو میری بیٹی کے بال۔"

"پہلے اس سے کہیں میری فراک چھوڑے پھٹ جائے گی۔"

میشا نے اب زینی کے گورے سڈول بازو پہ ناخن سے ایک لمبی لکیر کھینچ دی۔ زینی کے چلانے پہ مہر نے میشا کو زور کا تھپڑ دے مارا۔ وہ یکدم سن ہو کے رہ گئی مٹھی میں زینی کے اخروٹی رنگت والے بالوں کے ریشمی گچھے پھنسائے۔۔۔ گال پہ مہر کی انگلیوں کے سرخ نشان لیے' وہ پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ وہیں ساکت ہو گئی۔

اس کے ہوش میں یہ پہلا تھپڑ تھا' جو اسے لگا۔

"بالکل جنگلی ہے۔ گنوار وحشی!" بازو چھیل کے رکھ دیا۔" مہر نے حلق پھاڑ کے چلاتی زینی کے بازو کو سہلایا۔

"یہ۔۔۔ یہ میرے روم کی وال خراب کر رہی تھی۔"

اس بار میشا کے حلق سے بڑی گھٹی گھٹی سی فریاد نکلی اور دانستہ وہ دو قدم پیچھے بھی ہٹ گئی تھی۔

"یہ کیا میرا روم۔۔۔ میرا روم لگا رکھا ہے؟ بہت اکڑ ہے ناں تمہیں اپنے اس روم کی اور بڑا زعم ہے اپنی گرینی پہ تو ٹھیک ہے آج کے بعد اسی کمرے میں رہنا یہیں تک محدود رہنا۔ خبردار! جو باہر نکلیں یا میں نے تمہیں اس کمرے کے علاوہ کہیں اور دندناتے ہوئے دیکھا تو۔۔۔ اور اپنی گرینی کے علاوہ اس گھر کے کسی بھی فرد کے پاس پھٹکنے تک کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ خاص طور پہ میری بیٹیوں کی طرف تو نظر اٹھا کے بھی نہ دیکھنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

میشا سہم کے دیوار کے ساتھ لگی پھٹی پھٹی آنکھوں کے ساتھ مہر کو غضب برساتے دیکھ رہی تھی۔ امی اور زینی کے ہونٹوں پہ موجود ہلکی ہلکی طنزیہ مسکراہٹ اسے زمین میں دھنسا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"مہر ماما بہت بری ہیں سنڈریلا! انہوں نے زینی کو کچھ نہیں کہا' جس نے تمہارا ڈریس خراب کیا۔ انہوں نے امی کو بھی نہیں ڈانٹا جس نے میرا بیڈ گندا کیا' بس مجھے ہی جھاڑ پلائی۔ تھپڑ بھی مارا۔ تمہاری اسٹیپ ماں بھی تمہیں مارتی تھیں ناں؟ کتنا برا لگتا ہے جب کوئی تھپڑ مارے۔ درد ہوتا ہے اور رونا بھی آتا ہے۔"

میشا کی آواز بھرا گئی۔ اس نے ہتھیلی کی پشت باری باری دونوں آنکھوں پہ رگڑی اور اسکول بیگ اٹھا کے کمرے سے نکلی۔

"امی زینی! جلدی کرو' اسکول کا ٹائم ہو رہا ہے۔ پہلا دن ہے' آج دیر سے نہیں جانا۔ ہری اپ۔" مہران دونوں کے بستوں میں لنچ باکسز رکھتے ہوئے پکار رہی تھی۔

میشا نے بڑی آس سے ڈھونڈنا چاہا مگر ٹیبل پہ کوئی تیسرا لنچ باکس نہ تھا۔ اس نے کچن کی طرف رخ کر کے ملازمہ کو آواز دی۔

"سجھا۔ میرا ملک شیک اور لنچ باکس۔"

"سجھا نہیں ہے اب نہیں آئے گی وہ۔" مہر نے بستوں کی زپ بند کرتے ہوئے بغیر اسے دیکھے اطلاع دی۔

"نہیں آئے گی کیوں؟"

"میں نے نکال دیا ہے۔ فضول میں اتنی تنخواہیں نہیں دے سکتی میں۔ تمہاری گرینی تو گھر اپنے نام کرا کے اور تمہیں میرے سر پہ سوار کرا کے بہت خوش ہیں ناں۔ گھر تو میں نے چلانا ہے۔ یہ درد سر تو میرا ہے کہ پیسے کہاں سے آنے ہیں اور کہاں خرچ کرنے ہیں۔"

"تو کام کون کرے گا گھر کے؟"

میشا کے معصوم سے سوال نے مہر کو مزید سلگا دیا۔

"ظاہر ہے میں اور کون؟ تمہیں تو ہاتھ نہیں لگانے دینا ماما نے اور خود وہ بیمار بن کے بیٹھ گئی ہیں۔ میں ہی رہ جاتی ہوں اندر باہر کے کام نمٹانے کو۔"

"او کے پھر مجھے ملک شیک بنا دیں سٹرابیری کا۔ آکس نہیں ڈالنی اور لنچ میں۔۔۔"

"میں۔۔۔ میں تمہارے لیے ناشتا بناؤں گی؟ یہ خوش فہمی کس لیے ہے تمہیں۔ جاؤ! جا کے اپنی گرینی سے کہو یا خود بناؤ۔"

"خود؟ میں سکول سے لیٹ ہو جاؤں گی۔"

"کون سا اسکول کیسا اسکول؟ تم کوئی اسکول وغیرہ نہیں جاؤ گی۔"

"مہر! تم میشا کو اسکول جانے سے روک نہیں سکتیں۔"

پرشکوہ خانم نے وہاں آتے ہوئے کہا مگر اس بار ان کی آواز میں جلال کی بجائے نقاہت غالب تھی۔ اسی وجہ سے مہر اس بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بولی۔

"مگر میں اسکول نہیں بھیج سکتی۔ مت بھولیں کہ جیسے' یہ گھر سیف اللہ نے آپ کے نام کیا ہے ویسے ہی فارم میرے نام کیا ہے۔ اس گھر میں کسے رہنا ہے' یہ آپ ضرور طے کر سکتی ہیں مگر اس گھر کو چلانا کیسے ہے یہ میرا کام ہے اور اس لڑکی پہ میں ایک پیسہ بھی نہیں خرچ کرنے والی۔۔۔ یہ تو طے ہے یہ اسکول نہیں جائے گی۔"

وہ امی اور زینی کی انگلی تھامے' ان کے بستے اٹھائے باہر نکل گئی اور پرشکوہ خانم کو گہری سوچوں میں دھکیل گئی۔ میشا آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ اس کو باہر جاتے اور سکول وین میں بچیوں کو سوار کراتے دیکھتی رہی پھر اس نے پرشکوہ خانم کی ساڑھی کا پلو جھٹکتے ہوئے فریاد کی۔

"گرینی۔"

مگر کوئی جواب نہ ملنے پہ پیر پٹختے ہوئے' روتی دھوتی اندر چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

انہوں نے پائی پائی کا حساب جوڑ لیا تھا۔ جو جمع جتھا تھا' سامنے رکھ کے دیکھ لیا تھا۔ آنے والے ماہ و سال کو شمار کرتے ہوئے' بہرحال نتیجہ یہی نکلا کہ اگر وہ اس رقم کو میشا کے اسکول اور دیگر اخراجات یا اس کی فرمائشیں پوری کرنے میں خرچ کریں گی تو زیادہ سے زیادہ چھ سات سال نکل پائیں گے جبکہ ان کی صحت جس تیزی سے گر رہی تھی' انہیں یہ بھی اندیشہ تھا کہ پتا نہیں وہ اتنا عرصہ جی بھی پائیں گی یا نہیں۔۔۔ سیف اللہ کی اچانک اور بے وقت موت نے انہیں وقت سے پہلے ہی بوڑھا کر دیا تھا۔

"نہیں اس وقت میشا کے آنسو نہیں' اس کا تحفظ

زیادہ ضروری ہے۔ اس کی فرمائشوں سے زیادہ اس کا مستقبل عزیز ہونا چاہیے مجھے۔ یہ سب جمع جتھا مجھے بہت دھیان سے خرچ کرنا ہوگا تاکہ میشا کے سمجھ دار ہونے سے پہلے ہی میرا بلاوا آگیا تو میرے پاس کچھ تو ہو اس کے لیے چھوڑنے کو۔"

اسی سوچ کے ساتھ انہوں نے میشا کو منانے کی کوشش کی کہ وہ اسکول جانے کی ضد چھوڑ دے۔

"نہیں! نہیں، نہیں۔ میں جاؤں گی اسکول اپنے اسی اسکول جہاں اب ایمی اور زینی جاتی ہیں۔"

"جانے دو! نہیں۔۔۔ میں خود پڑھاؤں گی اپنی میشا کو اور وہ کچھ پڑھاؤں گی جو ایمی اور زینی کو اسکول میں بھی نہیں پڑھایا جاتا۔"

"مگر مجھے اسکول ہی جانا ہے۔"

"سمجھو! یہ اسکول ہی ہے۔"

"نہیں یہ اسکول نہیں ہے۔ یہ آپ کا روم ہے اور آپ ٹیچر نہیں ہیں، گرینی ہیں۔" میشا نے چڑچڑے پن کے ساتھ دونوں بازو سینے پہ باندھ کے منہ پھیر لیا۔

ہمیشہ کی طرح اس کی اس ادا پہ انہیں جی بھر کے پیار آیا۔

"اوکے کلوز یور آئیز۔"

انہوں نے اس کی پیشانی چومی، جو اس کے وجود کا سب سے پسندیدہ حصہ تھی ان کے لیے۔

"وائے؟" میشا نے اپنی ننھی سی ناک سکوڑی۔

"ہم ایک کہانی بنتے ہیں۔"

"بنتے ہیں؟" وہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔ تجسس نے ساری ناراضی کو دبا لیا تھا۔

"ایک کہانی وہ ہوتی ہے جو سنائی جاتی ہے اور ایک کہانی وہ ہوتی ہے جو آنکھیں بند کرکے تصور کی جاتی ہے تو چلو! بند کرو آنکھیں۔"

میشا نے فوراً" زور سے آنکھیں میچ لیں۔ گندمی سک سے چہرے پہ اب صرف پلکوں کی ہلکی ہلکی لکیر نظر آرہی تھی۔ پپوٹوں کی سبز رگیں ابھر آئی تھیں۔ انہیں ہنسی آگئی۔

"آنکھیں بند کرنے کو کہا تھا، غائب کرنے کو نہیں۔ اتنی زور سے کیوں میچ رہی ہو۔ ایسے بند کرو، جیسے سوتے میں کرتے ہیں۔"

میشا نے فوراً" ہدایت پہ عمل کیا مگر پپوٹوں کی ہلکی ہلکی لرزش اس کے ہیجان خیز تجسس کو ظاہر کر رہی تھی کہ اب کیا ہونے والا ہے آخر۔

"اب سوچو۔۔۔ یہ میشا کا اسکول ہے، دنیا کا سب سے اچھا اسکول، یہاں اس کے سب کلاس فیلوز پتا ہے کون ہیں؟ اس کے سارے ٹوائز، پوہ، پنک پینتھر، ڈورا، ممی ہاؤس۔۔۔"

میشا نے بند پلکوں کے پار خود کو ایک بڑے سے روشن کلاس روم میں محسوس کیا۔ جو بالکل گرینی کے کمرے جیسا تھا مگر ویسا نہیں تھا۔ وہاں اب ڈریسنگ ٹیبل کی جگہ بلیک بورڈ تھا۔ جہاں خاندانی تصویریں لگی تھیں، وہاں اب کچھ چارٹ چسپاں تھے جن میں سے ایک پہ کوئی نظم لکھی تھی۔ ایک پہ بہت خوب صورت منظر کشی تھی اور ایک پہ مختلف جانوروں کی تصاویر کے ساتھ ان کے نام لکھے تھے۔ وہ اپنے سارے پسندیدہ اسٹفڈ ٹوائز کے ساتھ بیٹھی پڑھ رہی ہے۔ اس نے بند آنکھوں کے ساتھ ہی خوشی سے سرشار ہوکے تالیاں پیٹیں۔

واؤ۔۔۔ گرینی کی کلاس روم۔"

"اور تمہاری ٹیچر میں یعنی تمہاری گرینی اور تمہارا یونیفارم وہ بورنگ سا وائٹ یا گرے نہیں ہے بلکہ تمہارے فیورٹ پنک کلر کا فراک ہے۔ شوز بھی بلیک نہیں، بلکہ سلور سینڈلز ہیں۔" انہوں نے میشا کے لباس کو دیکھ کے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ جانتی تھیں۔ کھلتے ہوئے رنگوں کے کپڑے پہننا، بننا سنورنا ٹھیک ٹھاک سے درست رہنا میشا کی کمزوری ہے۔

"اور ہمیں بورنگ قسم کی اسکول بکس کی بجائے فیری ٹیلز پڑھنے کو ملتی ہیں۔"

"Yuppy۔" وہ اچھل ہی پڑی۔

"اور اب گرینی ٹیچر پڑھائیں گی سنڈریلا کی اسٹوری۔" انہوں نے کتاب کھولی۔

"مگر گرینی!"

"اوں ہوں۔ اسکول میں گرینی نہیں صرف ٹیچر۔"

"اوکے ٹیچر! سنڈریلا کی اسٹوری تو سنائی جاتی ہے۔ پڑھائی نہیں جاتی۔"

"کلوز یور آئیز۔" وہ پھر سے مسکرائیں۔

"واؤ" اسٹوری کے اندر ایک اور اسٹوری۔" میشا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ کہانیوں کا تو ہوکا تھا اسے۔

"ہوں! اسی لیے تو میں اسے کہانی بننا کہہ رہی ہوں۔ کہانی کے اندر ایک اور کہانی بنتے جاؤ، بنتے چلے جاؤ۔"

میشا نے مسکرا کے دوبارہ آنکھیں موند لیں۔ ایک شرارتی مگر مدھم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پہ تھی اور پلکیں لرز رہی تھیں شاید ان کی اوٹ میں جو خواب پل رہا تھا، وہ سنبھالنے میں ناکام ہو رہی تھیں۔ وہ خواب جس میں گرینی کی سنی کہانی کے سب ہی کردار تھے مگر وہ سب ان چہروں کے ساتھ تھے جو چہرے وہ روز اپنے ارد گرد دیکھا کرتی تھی اور ان چہروں میں سے ایک چہرہ اس کا بھی تھا۔ سب سے نمایاں سب سے من چاہے کردار میں۔

☼ ☼ ☼

اور خود کو اس کردار میں سموتے اور کبھی اس کردار کو خود میں سموتے سموتے اس نے زندگی کے دس سال اور گزار دیے۔

اب بھی بند پلکوں کے پیچھے وہ ایک جہاں آباد رکھتی ہے۔۔۔ یہ الگ بات کہ پلکیں کھولنے کے بعد بھی اکثر اپنا آپ وہیں اندر بسے کسی الگ جہان میں چھوڑ آتی تھی۔

اب وہ زیادہ تر خواب کھلی آنکھوں کے ساتھ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے دیکھنے کی عادی ہوگئی تھی، مگر کچھ خواب ایسے تھے جو بچپن سے لے کر اب تک اس کی نیندوں میں گھات لگا کے بیٹھے ہوئے تھے۔ جیسے ہی اس کی نیندیں گہری ہوتیں، وہ موقع پاتے ہی آن دھمکتے۔ جیسے اس وقت ہوا۔

وہی کمرا تھا اس کا۔ بیضوی اور اونچی چھت والا۔

پچھلے دس سالوں سے ان دیواروں کو رنگ و روغن نصیب نہیں ہوا تھا۔ دیواروں کی ہلکی گلابی اور چھت کی گہری بادامی قلعی جگہ جگہ سے جھڑ چکی تھی اور جو باقی تھی وہ پھیکی پڑ چکی تھی۔

دیوار پہ بنی سنڈریلا کی تصویر کے رنگ بھی مدھم ہو چکے تھے۔ چاند اتنا روشن نہ لگتا تھا۔ گھاس اب اتنی مخملیں نہ لگتی تھی۔ ہاں مگر اس تصویر میں اور میشا کی نیندوں میں وہی رشتہ اب بھی قائم تھا۔ اس منظر کو نظر میں سموئے بغیر وہ نیند کی وادی میں قدم نہیں رکھتی تھی۔

کھلونے اب بھی وہی تھے۔ کتابیں بھی وہی۔۔۔ وہی تکیے، وہی چادریں، وہی میشا اور وہی اس کا بچپن کا ساتھی وہ بھیانک خواب، جو آج بھی اسے ستایا کرتا ہے۔

وہ دہشت زدہ سی ہو کر چیختے ہوئے اٹھ بیٹھی۔ اس کا جسم پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ سانس پھولا ہوا تھا۔

ذہن میں ابھی تک اس نامعلوم اور انجان زبان کے منتر گونج رہے تھے، جن کا ورد وہ خواب میں سنا کرتی تھی۔

اس نے سہم کر نیم تاریک کمرے میں نظریں دوڑائیں۔ لیمپ کا بلب فیوز ہوئے مہینے ہو رہے تھے۔ جالی کے مہین پردوں سے آتی روشنی بڑی ناکافی سی تھی ہیبت کے مارے اس کا بدن کپکپانے لگا اور وہ ننگے پاؤں سرپٹ باہر کی جانب بھاگ گئی۔

طویل راہداری سے گزرتے ہوئے بھی وہی تاریکی بار بار اس کا دامن تھام رہی تھی۔ نجانے مہر کو تاریکی سے اتنی انسیت کیوں تھی۔ سا تنے بڑے گھر میں درجنوں قمقمے تھے، مگر ان میں سے ایک آدھ کو ہی روشن کرنے کی اجازت تھی۔ قد آدم شمع دان سالوں سے ناکارہ اور بے فیض کھڑے تھے۔ دیواروں میں لگیں قندیلیں عرصے سے بجھی پڑی تھیں۔ نیم تاریکی میں جا بجا لگی قدیم تصاویر اور مصوری کے فن پارے ہولناک سی شبیہہ لیے اس کے خوف میں مزید اضافہ

کر رہے تھے۔
پھولے ہوئے سانس کے ساتھ وہ پر شکوہ خانم کے کمرے کے بھاری دروازے تک پہنچی اور دوڑ کے ان سے لپٹ گئی۔ ان کی وہیل چیئر کتنی دور تک پیچھے دھکیلی گئی۔

"میشا کیا ہوا؟"

"گرینی! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

"پھر سے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھ لیا؟" وہ اس کا سر تھپکنے لگیں جو ان کی گود میں تھا اور اس کے گھنگریالے گھنے بال اس بری طرح بکھرے تھے کہ ان کے گھٹنوں پہ بچھا سرمئی دوشالہ کہیں سے ذرا بھر بھی نظر نہیں آرہا تھا۔

"کوئی خواب نہیں، وہی خواب۔" لمحہ بھر کے لیے ان کی آنکھوں کے گرد بنے دائرے کچھ سمٹے پھر سر جھٹک کر کہنے لگیں۔

"تم اس بارے میں بہت زیادہ سوچتی ہو اس لیے رات کو خواب میں وہی دیکھتی ہو۔"

"قسم سے نہیں، وہ بھی بھلا کوئی ایسی باتیں ہیں جن کے بارے میں میں سوچوں۔ میں سچی میں یہ خواب کبھی بھی نہیں دیکھنا چاہتی، یہ خود بخود آجاتا ہے۔"
انہیں اس کے لہجے کی بے چارگی کے سامنے اپنا آپ بے بس پڑتا محسوس ہوا۔

"تو ٹھیک ہے۔ پھر اس خواب کے ساتھ فائٹ کرو۔"

"کیسے؟"

"اپنے روم میں جا کے ایک بار پھر سونے کی کوشش کرو۔"

"میں آپ کی بات آدھی مانوں گی۔" وہ شرطیں رکھنے لگی۔

"آدھی، وہ کیسے؟"

"میں سونے کی کوشش ضرور کروں گی مگر آپ کے روم میں۔" وہ مسکرائی تو اس کے لبوں کے دائیں گوشے کا تل شرارت سے پھیل گیا۔

"جی نہیں، تم اپنے روم میں جاؤ گی۔"
وہ ایک بار پھر زور سے ان کے ساتھ لپٹ گئی۔

"نہیں گرینی! نہیں پلیز آپ کے ساتھ۔"

"ایک تو یہ تمہاری ہر دوسرے دن کی ضد ہے۔ ایسا کب تک چلے گا میشا؟ تمہیں اپنے ڈر کو ہرانا ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتی۔ مجھے آپ کے ساتھ سونا ہے ویسے بھی کتنے دنوں سے ہم نے کوئی سٹوری نہیں بنی۔" اس نے دانہ ڈالا اور واقعی حربہ کارگر رہا کیونکہ وہ مسکرا اٹھی تھیں۔

"ہوں! اچھا طریقہ ہے یہاں رکنے کا کیونکہ تم جانتی ہو مجھے تمہاری بنی کہانیاں سننا کتنا اچھا لگتا ہے۔ چلو بنو۔"

میشا وہیں ان کی وہیل چیئر کے پاس بچھے افغانی غالیچے پہ پھیل گئی۔ سر پر شکوہ خانم کی گود میں تھا اور انگلیاں غالیچے کے گل بوٹے پہ۔ آنکھیں موندے وہ صرف انگلیوں کی پوروں کی مدد سے چھو کر بتا سکتی تھی کہ اب اس کی انگلیاں کس پتے یا کس رنگ پہ ہیں سالوں کا ساتھ جو تھا۔

"کہانی شروع ہوتی ہے ایک بہت خوب صورت سی وادی سے۔" اس کا لہجہ مخمور سا ہوا مگر پر شکوہ خانم کے ٹوکنے پہ سارا خمار ہرن ہو گیا۔

"نہیں وادی نہیں، جزیرہ، آئی لینڈ۔"

"اوکے جزیرہ۔" وہ بدمزا تو ہوئی مگر مصالحت بھرا سانس لے کر ان کی ترمیم گوارا کی۔

"ایک خوب صورت جزیرہ، سرسبز شاداب ہرا بھرا۔"

"نہیں، برف سے ڈھکا ہوا بہت ٹھنڈا۔" میشا کی بند آنکھوں میں ہلکا سا کھنچاؤ اس کی ناگواری ظاہر کر گیا مگر لہجے کو حتی الامکان ٹھنڈا رکھتے ہوئے اس نے نیم رضامندی سے کہا۔

"اوکے، ایسا ہی سہی۔ برف سے ڈھکا ہوا تو یہ..... دل نہیں بھرتا آپ کا یہاں کی سردی سے، جو خوابوں اور کہانیوں میں بھی برف کے بغیر گزارا نہیں ہوتا۔ ہاں! تو اس جزیرے پہ کسی پیلس میں رہتی تھی ایک بہت خوب صورت پرنسس۔"

"پیلس میں نہیں، ہٹ میں۔"
اب کے وہ مزید نرمی نہ رکھ سکی۔ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کے خفگی سے کہنے لگی۔

"کیا ہے گرینی! آپ ہمیشہ میری اسٹوری میں گھس کے اپنی مرضی کی بنت کرتی رہتی ہیں۔ یہ اسٹوری میری ہے۔ میری مرضی کہ میں اسے پیلس میں رکھوں یا کسی ہٹ میں یا چاہے تو کسی ڈرم میں بٹھا دوں۔"

"ٹھیک ہے! پھر ڈرم میں بٹھا دو اپنی شہزادی عالیہ کو۔" وہ ہنسنے لگیں۔

"جی نہیں.... وہ پرنسس ہے اور پرنسس کبھی ایسی ویسی جگہ نہیں رہتی، پرنسس صرف پیلس میں رہنے کے لیے بنی ہوتی ہے۔"

☼ ☼ ☼

مئی کا آغاز تھا۔
یہاں مئی اور جون سے مراد چلچلاتی گرمی نہیں بلکہ بہار کی مستی اور شادابی تھی۔
پورا علاقہ چھ مہینے برف سے ڈھکے رہنے کے بعد اس سفیدی کو جھڑا کے دھل دھلا کے نکھرا ہوتا ہے۔ قسم قسم کے بوٹے اور پتے سر اٹھا رہے ہوتے ہیں چشمے پگھل کے رواں ہو رہے ہوتے ہیں۔ آتش دان مسلسل جلتے رہنے کے بعد اب سکون کا سانس لیتے ٹھنڈے پڑے ہوتے ہیں۔
سرمئی چکنے پتھروں اور سرخ اینٹوں سے بنا یہ دو منزلہ سیف کاٹیج جھیل کے اس پار تھا، جہاں سفید گلابوں کی بہتات تھی اور آبادی بے حد کم تھی۔
یوں تو سارا علاقہ ہی بے حد پر سکون تھا مگر یہ گوشہ بطور خاص سیف اللہ کو اسی لیے بھایا تھا کہ یہاں مصروف زندگی کی وہ خاص چہل پہل نہ ہونے کے برابر تھی جس سے وہ دور بھاگتا تھا۔
نہ تارکول کی سڑکیں، نہ بلند و بالا عمارتیں، نہ دکانیں، نہ بل بورڈز، نہ شور، نہ ہنگامہ۔
جھیل کے اس پار والے علاقے میں البتہ زندگی اپنی تمام تر شوخیوں کے ساتھ رواں دواں تھی۔ اگرچہ بڑے شہروں والی چکا چوند نہ تھی مگر پھر بھی شام ہوتے ہی شاپنگ مالز، فوڈ کورٹس اور واحد سینما گھر کی روشنیاں جل اٹھتی تھیں۔ دن بھر کے کاموں سے تھکے یہاں کے باسی چہلیں کرتے نظر آتے تھے اور اس پار سے بھی لوگ جب سکون اور سکوت سے گھبرا جاتے تو کشتی کے ذریعے جھیل کے پار جا کے روشنیوں اور ہنگاموں سے اپنا حصہ وصولتے مگر سیف اللہ ضرورتاً، کچھ خرید و فروخت کی نیت سے ہی ہفتوں بعد نکلتے تھے۔
سیف اللہ کے جانے کے بعد صمد نے بہت کوشش کی کہ یہ گھر بیچ کر جھیل کے اس پار کوئی چھوٹا مگر جدید طرز زندگی کا حامل گھر خرید لیا جائے مگر پر شکوہ خانم کے نام سیف کاٹیج ہونے کی وجہ سے وہ کبھی یہ خواہش پوری نہ کر سکی۔ دل میں ساس کے خلاف عناد اور بھی بڑھ گیا تھا۔
پر شکوہ خانم کے یہ گھر نہ چھوڑنے کی جہاں ایک وجہ یہ تھی کہ اس سے سیف اللہ کی زندگی کے آخری دنوں کی یادگاریں وابستہ تھیں تو دوسری وجہ میشا تھی، جسے یہ گھر اور اس کے آس پاس کا سارا علاقہ بے حد پسند تھا۔ وہ جانتی تھیں میشا جس مزاج کی ہے شاید چہل پہل اور ہنگاموں میں اس کی روح بے چین رہے گی۔ شور شرابا اس کے ان خوابوں میں خلل ڈالے گا جو خواب وہ سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے دیکھتی ہے۔ وہ اسی سرمئی پتھروں اور سرخ اینٹوں کے بنے گھر میں خوش رہ سکتی ہے جس کی دیواریں اتنی ٹھنڈی ہیں کہ باہر کتنی ہی گرمی ہو، تپش اندر تک نہیں پہنچ سکتی۔
اور جس کی چھتیں اتنی اونچی تھیں کہ کبھی ابابیل کسی کڑی میں گھونسلہ بنا لیتی تو میشا کو جھانک کر اس میں سے انڈے گننے کے لیے بڑا تردد کرنا پڑتا۔
اور جس کی سیڑھیاں ہال کے وسط میں سے گھوم کر اوپر کو جاتی تھیں جہاں گرینی کا اور میشا کا کمرا تھا اور سیف اللہ کی اسٹڈی اور ایک خالی کمرا جس سے اسٹور کا کام لیا جاتا تھا اور اس کے علاوہ بڑی بڑی کھلی روشن ہوادار بالکونیاں، دریچے جہاں کھڑے ہو کر وہ گھنٹوں کہانیاں بنا کرتی۔

نیچے ایک بے حد وسیع ہال کے ساتھ زینی ' امی اور مہر کے کمرے تھے۔ پرانی طرز کا بڑا سا باورچی خانہ تھا۔ جس کے اندر ہی تندور بنا ہوا تھا۔ جہاں مہر اکثر اتوار کو گڑ اور سوجی کا کیک بناتی جو میشا کو بڑا پسند تھا مگر اسے ہر بار چوری کر کے کھانا پڑتا تھا۔ بڑی بڑی مقفل الماریاں تھیں جن میں مرتبانوں میں شہد ' زیتون ' بادام ' زعفران ' چاندی کے ورق ' پستے کی ہوائیاں اور کشمش بند ہوتے تھے۔ جو مہر ہوشیاری سے نکال کر استعمال کرتی تھی۔ میشا کے دل میں بڑا ارمان تھا کہ کسی دن وہ مہر کی کمر سے بندھی وہ چابیاں اتار لے اور مٹھی بھر کے بادام اور پستے اپنے کمرے میں لے جائے مگر دس سال سے یہ ارمان حسرت بن کے ہی پل رہا تھا۔ اس کا آدھا دن یہیں گزرتا تھا مختلف کاموں میں زینی کا ناشتا بنانے میں ' کبھی مسالے پیسنے میں ' کبھی کھانا بنانے میں مہر کی مدد کرنے اور برتن تو خیر کئی سال سے وہی دھوتی آئی تھی مگر کسی الماری تک اس کی رسائی کبھی نہ ہو سکی تھی۔

ابھی بھی وہ ناشتے کے برتنوں کا ڈھیر دھو رہی تھی کہ سب کا الگ الگ ناشتا بنتا تھا۔ پرشکوہ خانم کا دلیہ ' چائے اور جوس زینی کا جوس ابلا انڈا اور شہد میں پسے بادام۔ امی کا آملیٹ ' فرنچ ٹوسٹ ' مہر کی چائے اور سلائس کے ساتھ مارجرین اور میشا تو اپنی کرینی کے ساتھ ہی ناشتا کرتی اور بدل بدل کے کبھی اس کا جی فروٹ کاک ٹیل پہ شہد ڈالنے کا کرتا تو کبھی آملیٹ کو دل مچلتا تو وہ امی اور زینی کا ناشتا بناتے ہوئے اپنا حصہ چپکے سے الگ ضرور کرتی۔ یہی وجہ تھی کہ بس ناشتا اسے پیٹ بھر کے اور من مرضی کا مل جاتا تھا کہ کرینی کے کمرے میں چھپ کے جو کرنا ہوتا تھا اور خود بنانا بھی ہوتا تھا ورنہ باقی دونوں وقت مہر کھانا خود بناتی تھی اور ٹیبل پہ لگاتی بھی خود ہی تھی ' یہ الگ بات کہ اس میں بھی میشا کی مدد کی ضرورت پڑتی تھی۔ سبزی کاٹنے ' دھونے ' چھیلنے سے لے کر مسالے پیسنے تک وہی ساتھ ساتھ لگی رہتی تھی۔

"کس قدر سست لڑکی ہو تم ... ایک کام وقت پہ نہیں کرتیں۔"

مہر غصے سے پھنکارتی اندر داخل ہوئی تو وہ جو دھیرے دھیرے گلاس پہ جھاگ ملتی مدھر مسکان کے ساتھ کسی ہرن کی طرح خیالوں ہی خیالوں میں قلانچیں بھرتی پھر رہی تھی ' بری طرح سے چونکی۔ شکر ہے گلاس پھسلا ضرور مگر گرا نہیں۔

"کون سا ایک کام مام؟" اس نے معصومیت سے پلکیں جھپکائیں اور ایسا کرتے ہوئے وہ ہمیشہ کی طرح مہر کو زہر لگی۔

"اوفوہ! ایک تو اس ڈفر کو ایک بات سمجھ نہیں آتی۔"

"کون سی ایک بات مام؟"

"ابھی تک برتن کیوں نہیں دھوئے تم نے؟"

"کیونکہ میں ڈسٹنگ کر رہی تھی۔"

"اور ڈسٹنگ میں اتنی دیر کیوں لگا دی؟"

"میں کپڑے دھونے لگ گئی تھی ناں۔"

"کون سے کپڑے ' مجھے تو باہر کوئی دھلے ہوئے کپڑے لٹکے نظر نہیں آ رہے۔" مہر نے کھڑکی سے عقبی صحن میں جھانکا۔

"کیسے نظر آئیں گے میں نے دھوئے ہی نہیں۔"

"کیوں؟" وہ چلائی۔

"کیوں نہیں دھوئے ' ڈھیر رکھا پڑا ہے میلے کپڑوں کا۔"

"دھونے تھے مگر آپ نے ڈسٹنگ کرنے کا کہا تو وہ کرنے لگ گئی۔"

"وہ کی یا اسے بھی درمیان میں چھوڑ دیا؟" مہر زچ ہونے لگی۔ روز ہی ہوتی تھی۔

"چھوڑنی پڑی.... برتن بھی تو دھونے تھے۔"

"اور برتن بھی اب جوں کے توں چھوڑ کے تم سبزی بنانے کھڑی ہو جاؤ گی جو شاید تم سے شام تک بنے۔ آخر تم کوئی کام پورا کیوں نہیں کرتی؟"

"کون سا والا کام مام؟" میشا نے بڑی صفائی سے مسکراہٹ ہونٹوں کے گوشوں تلے چھپالی تھی۔ مہر کی حالت اسے مزا دے رہی تھی۔

"اف! یہ لڑکی مجھے پاگل کر دے گی۔" بس بال نوچنے کی کسر رہ گئی تھی۔

"کون سی لڑکی؟"

☼ ☼ ☼

"عذاب کی طرح مسلط ہے یہ میرے سر پہ۔ جان بوجھ کے مجھے چڑانے کے لیے ایسی حرکتیں کرتی ہے ' پتا نہیں اور کتنے سال مجھے اسے جھیلنا پڑے گا۔"

وہ بڑبڑاتے ہوئے ہال میں سے گزری اور جان بوجھ کے پرشکوہ خانم کی وہیل چیئر کے بالکل قریب سے گزری۔ مقصد انہی کو سنانا تھا مگر ان کے نظر انداز کر کے اخبار میں بدستور گم رہنے پہ رک کے پلٹی اور براہ راست مخاطب کیا۔

"اور یہ سب آپ کے لاڈ پیار کا نتیجہ ہے۔ آپ نے اس کو اتنی ڈھیل دی ہے بلکہ شہہ دی ہے جس کی وجہ سے وہ کمر کس کے مجھ سے مقابلے پہ اتری رہتی ہے۔"

"تم نے خود ایک معصوم اور بے ضرر بچی کو اپنے مقابلے پہ کھڑا کر رکھا ہے مہر!" آخر کار وہ اخبار سے نظر ہٹا کے اسے دیکھنے پہ مجبور ہوئیں۔ ورنہ ان کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کام مہر کے دلکش نقوش والے چہرے پہ رقم نفرت کو برداشت کرنا تھا۔

"اور اتنے سالوں سے اگر تم نے اس کا سکون اور آرام تہس نہس کر رکھا ہے تو بے سکون تم بھی ہو۔"

"میں تو اس دن سے بے سکون ہوں جس دن سے یہ اس گھر میں آئی تھی اور میرا کھویا ہوا سکون مجھے واپس تب ملے گا جب یہ یہاں سے جائے گی۔"

"پھر تو مجھے تمہاری زندگی پہ ترس آ رہا ہے کیونکہ تم ہمیشہ بے سکون ہی رہنے والی ہو۔"

پرشکوہ خانم نے ایک دل جلانے والی مسکراہٹ ہونٹوں پہ سجا کے اخبار کو پھر سے چہرے کے آگے پھیلا لیا۔

"سیف اللہ نے یہ گھر میرے نام شاید اسی لیے کیا تھا کہ تم میشا کو یہاں سے نکالنے کا کبھی نہ سوچو اور یہ یاد

رکھنا کہ میرے بعد یہ گھر میشا کا ہوگا۔"

☆ ☆ ☆

زینی چہرے پہ ماسک لگائے لیٹی کسی مغربی گانے کی دھن پہ ٹانگیں ہلا رہی تھی۔

وہ مہر کے سارے نقش چرا کے لائی تھی مگر رنگت اس نے اپنے بنگالی نانا سے سانولی لے لی تھی، جس کا اسے بے حد قلق تھا۔ بڑی حسرت سے وہ ماں کے گلاب میں گندھے میدے جیسی رنگت کو دیکھا کرتی اور پھر پوری تندہی کے ساتھ نت نئے ٹوٹکے آزماتے ہوئے اپنی رنگت کو نکھارنے کے جتن کرنے لگتی، ویسے وہ پوری کی پوری مہر تھی۔

وہی سرو قامتی
وہی تراشا ہوا پیکر
لانبی انگلیاں
بڑی بڑی آنکھوں پہ گھنی پلکیں
گداز خوب صورت کٹ والے ہونٹ
موتیوں جیسے دانت
موتیے کی مند بند کلی جیسی مہین سی ناک
گھنیرے ریشمی آبشار جیسے بال
بس ذرا سی رنگت نکھر جاتی تو...

"زینی تم نے میرا کینڈیز باکس دیکھا ہے؟" امی سینڈوچ کترتے ہوئے اندر آئی۔

وہ میدے کی بوری تھی۔ نقش اس کے بھی ماں والے تھے اور رنگت بھی وہی سرخ و سفید بلکہ مہر سے بڑھ کے سرخیاں ٹپک رہی تھیں۔ مگر فربہی نے اس کے نقوش کی خوب صورتی کو چربی کی تہہ میں چھپا رکھا تھا۔

"سوری! میں ڈائٹ پہ ہوں... ایسی چیزوں کو دیکھنے سے بھی پرہیز کرتی ہوں۔"

"اوہ! تو یہ کوکمبر تمہارے پاس ہے۔ میں نے اتنا چھپا کے رکھے ہوئے تھے اپنے سینڈوچ کے لیے۔ تمہارے ہاتھ کیسے لگ گئے؟" اس نے زینی کی آنکھوں پہ سے کھیرے کے قتلے اٹھائے۔

"امی! تو واپس دو یہ مجھے۔"

مگر وہ اس کی بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے ان قتلوں کو سینڈوچ میں رکھ کے مزے سے کھانے لگی۔

"یہ تمہاری چنی منی آنکھوں پہ نہیں۔ اس سینڈوچ میں زیادہ اچھے لگتے ہیں۔"

"آخ! کتنی گندی ہو تم۔ یہ گندے سلائس مزے لے لے کر کھا رہی ہو۔"

"اگر یہ سلائس تمہاری آنکھوں پہ رکھنے کی وجہ سے گندے ہوئے ہیں تو گندی تو تم ہوئیں، میں نہیں۔"

"فضول بکواس مت کرو میشا کو بلاؤ اسے کہو میرے بالوں میں مساج کرے۔"

"وہ ماما کے پاس کچن میں ہے۔ اسے وہیں کام کرنے دو۔ ورنہ لنچ لیٹ ہو جائے گا۔"

"توبہ! تمہیں تو ہر وقت لنچ اور ڈنر کی فکر رہتی ہے۔"

"ہاں تو تمہیں کیا تکلیف ہے۔" وہ آستین پلٹ کے میدان میں اتر کے لڑنے کو تھی کہ باہر سے آتی کچھ مانوس اور کچھ نامانوس سی آواز پہ ٹھٹک گئی۔ زینی نے بھی کان لگائے۔

گونجتی ہوئی آواز تھی۔ ویسی ہی جیسی وہ بچپن میں سنا کرتی تھیں اور پھر بھاگ کے بالکونی سے لٹک کر نیچے جھانکا کرتی تھیں۔ اب بھی دونوں ایک دوسرے کو دھکا دیتے باہر کی جانب بھاگیں۔

مگر میشا پہلے سے لکڑی کے سال خوردہ پھاٹک سے چپکی بڑے اشتیاق سے گلی میں جھانک رہی تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

فائزہ افتخار

سیف اللہ کاروبار کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔ وہ نیپال کے دورے پر گئے تو واپسی پر میشا ان کے ساتھ تھی۔ وہ ان کے دوست کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تو سیف اللہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ سیف اللہ کی والدہ پرشکوہ خانم نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا مگر ان کی بیوی مہر نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ ناراض ہو گئی اور دونوں بیٹیوں زینی اور آئی کو ساتھ لے کر میکے چلی گئی۔ سیف اللہ نے اپنی منگیتر کارا کو چھوڑ کر مہر سے پسند کی شادی کی تھی۔ وہ مہر کی جدائی میں راتوں کو جاگنے لگا۔ دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر مہر واپس آ گئی مگر وہ میشا کو اس گھر سے نکال نہیں سکی کیونکہ وہ مکان پرشکوہ خانم کے نام تھا۔ اور وہ میشا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ مہر نے میشا کی تعلیم چھڑا دی۔ کیونکہ کاروبار مہر کے نام تھا۔ وہ میشا پر پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پرشکوہ خانم میشا کو گھر ہی میں پڑھانے لگیں۔ انہیں میشا کے خوابوں سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اس کے خواب پراسرار ہوتے تھے اور اکثر سچے بھی ہوتے تھے۔

۲
دوسری قسط

میشا لکڑی کے سال خوردہ پھاٹک سے جھلتی باہر جھانک رہی تھی اور چہرے پہ وہی تمتماہٹ تھی جو بچپن سے ہی اس موقع پہ اس کے گالوں سے جھلکنے لگتی تھی۔ جب بھی ممی اپنی سائیکل لیے اس بھورے پتھروں والی گلی سے گزرتا تھا اور اس کے ہر سال گزرنے کے یہی ایام ہوا کرتے تھے' جب پوری گلی سفید پھولوں سے بھری ہوتی تھی اور ہر شاخ سیب اور خوبانی کے بوجھ سے جھکی ہوتی تھی۔

ممی کے چہرے پہ چند جھریوں کا اضافہ ہو گیا تھا مگر اس کی مسکراہٹ اب بھی اس کے ہر چھپے نقش سے پھوٹی پڑ رہی تھی۔ اس کا استخوانی وجود سائیکل دھکیلتا آگے بڑھ رہا تھا۔ سائیکل کی رفتار جتنی ست تھی سائیکل کی گھنٹی اس سے کہیں زیادہ تواتر سے بج رہی تھی اور جب اس نے دیکھا کہ میشا' امی اور زینی کی طرح باقی کے گنتی کے گھروں سے بھی سر جھانکنے لگ گئے ہیں اور چند بچے قلانچیں بھرتے اس کی سائیکل کے پیچھے پیچھے آ رہے ہیں تو اس نے گھنٹی بجانا اور سائیکل کے پیڈل پہ پیر مارنا چھوڑا اور اگلے ہی پل اس کے سامنے لگے لاؤڈ اسپیکر سے خرخراہٹ سی ابھری ..... سب نے اپنی سانسیں تک روک لی تھیں۔

"سنو..... سنو اس ہفتے آ رہا ہے روشنیوں کا وہ سیلاب ..... خوشیوں کی وہ چہکار ..... وہ میلہ جس کا کرتے ہیں آپ سارا سال انتظار۔"

"ہائے زینی..... میلہ۔"

امی مارے خوشی کے زینی سے لپٹی تو اس کے وجود کے بوجھ سے زینی جھک سی گئی اور کوفت سے بڑبڑاتے ہوئے اس کے پہلو میں کہنی ماری۔

"پرے ہٹو تم تو۔"

میشا مارے اشتیاق کے گیٹ سے چند قدم آگے بڑھی۔ اب اس کے ننگے تلوے کائی زدہ اینٹوں کی سیڑھیوں پہ تھے' جو خود رو گھاس اور جھاڑ جھنکار سے اٹی پڑی تھیں۔ کائی کی پھسلن پر اپنی چکنی ایڑیوں کو جما جمائے رکھتی وہ گلی کی طرف جا رہی تھی۔

"آیئے' آیئے! میلے کی رونق بڑھایئے یہاں آپ کو دل بہلانے کے لیے سب ملے گا۔ اس علاقے کا سب سے مشہور میلہ..... سالانہ میلہ۔"

ممی سالوں سے رٹے رٹائے جملے دوہراتا آگے نکل گیا اور اپنے پیچھے چھوڑ گیا ان گنت دلوں میں بے شمار جوش و خروش۔

☼ ☼ ☼

"ماما! وہاں بہت سے فوڈ اسٹالز ہوں گے۔ چاٹ' پانی پوری..... سموسے' جلیبی..... میں سب کچھ ٹرائی کروں گی۔"

امی نے چٹخارہ بھرتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو کھانے کے علاوہ کچھ سوجھتا ہی نہیں..... میں تو وہاں خوب شاپنگ کروں گی۔ جیولری تو اتنی زیادہ لوں گی..... میرے پاس رنگز کی کولیکشن دن بدن کم ہو رہی ہے اور ہاں ماما..... میں مہندی بھی لگواؤں گی۔ انڈین اسٹال بھی لگے گا ناں ہمیشہ کی طرح۔"

مہران دونوں کا جوش و خروش دیکھ کے مسکرا دی۔

اس چھوٹے سے قصبے میں جہاں زندگی کی گہما گہمی اور رونقیں نہ ہونے کے برابر تھیں اور جہاں ملنا ملانا بھی کم کم ہی تھا۔ عزیز و اقارب اور رشتے دار تو تھے نہیں۔ ایسے میں اس طرح کے میلے کی خبر سوکھے دھانوں پہ مینہ برسنے کے برابر تھی۔

"تم لوگوں کا جو دل چاہے کر لینا۔ سال میں ایک ہی بار تو لگتا ہے یہ میلہ۔ میں بھی بنگلہ اسٹال سے کچھ اچھی ساڑھیاں لے لوں گی۔"

میشا پیانو سے دھول جھاڑتے ہوئے یہیں کان لگائے ہوئے تھی۔ پچھلے دو سال سے کسی نہ کسی وجہ سے وہ اس میلے میں شرکت کرنے سے محروم رہی تھی اب تو تین سال پہلے والا میلہ یادداشت سے محو ہونے لگا تھا۔

"میں کون سا ڈریس پہنوں ماما!"

"ابھی پچھلے مہینے تو تم نے اپنی دوست کی برتھ ڈے پارٹی کے لیے نئے کپڑے بنوائے تھے' وہ پہن لینا۔"

"مگر وہ مجھے تائٹ ہو گیا ہے۔"

امی کے منہ بسورنے پہ زینی نے ناک چڑھائی۔

"تو کم کھایا کرو ناں موٹی!"

"مگر میں کیا پہنوں گی..... میں نے پچھلے مہینے تو کیا' پچھلے سال بھی کوئی نئے کپڑے نہیں بنوائے۔"

میشا کو پتا تھا' اس کی بات کا جواب اسے کیا ملے گا اور کس انداز میں ملے گا' مگر وہی جان بوجھ کے بلکہ بڑے شوق سے آتش نمرود میں کودنے والی عادت..... باز نہیں آئی تھی۔

"تم نے کرنے کیا ہوتے ہیں نئے کپڑے!"

وہ مہر کے گھورنے کو ذرا خاطر میں نہ لائی۔

"تو کیا میں میلے میں پرانے کپڑے پہن کے جاؤں گی؟"

"چہ چہ واقعی یہ تو ہے۔" زینی نے ہمدردی دکھائی۔

"پرانے کپڑے پہن کے اتنے بڑے فیسٹول میں جانا تو اپنی انسلٹ کروانے والی بات ہے۔"

"اور کیا؟" میشا نے اس کی آنکھوں سے جھلکتا تمسخر نہ دیکھا اور صرف اس کی ہمدردی پہ ہی لٹو ہو گئی۔

"وہاں اتنے لوگ ہوں گے۔ ایک سے ایک خوب صورت لباس میں..... تمہیں اتنے گندے اور رف حلیے میں دیکھ کر وہ کتنا مذاق بنائیں گے۔"

"بالکل۔" میشا نے مہر کی جانب دیکھ کے تائیدی انداز میں گردن کافی زور و شور سے ہلائی جو خود بھی زینی کے پٹڑی بدلنے پہ ذرا حیران پریشان اسے تک رہی تھی۔

"اس لیے بہتر ہے کہ..... کہ تم وہاں جاؤ ہی نہیں۔" بالآخر زینی نے اپنے ہمدردی کے غبارے سے ہوا نکال ہی دی اور کھلکھلا کے ہنس پڑی۔ امی کا وجود بھی تھل تھل کرنے لگا۔

"کیا؟" میشا کا دل دھک سے رہ گیا۔ زندگی میں پہلی بار تو اسے گرینی کے علاوہ بھی کسی اور کی حمایت ملی تھی اور وہ بھی بس اتنی ہی دیر کے لیے؟

"تمہارے پاس ٹائم کہاں ہے ان سب کے لیے۔ اپنا دھیان ان کاموں کی طرف رکھو جو تم سے کبھی پورے ہی نہیں ہوئے۔" مہر نے اس کی لگامیں کسیں۔

"تم تو ہر وقت گھر پہ موج میلہ کرتی رہتی ہو تمہارے لیے تو چوبیں گھنٹے عیش ہی عیش ہے۔ یہ دونوں آدھا دن کالج میں اور باقی کا آدھا دن گھر پہ پڑھنے میں گزارتی ہیں۔ ان کو تو بریک چاہیے' دل بہلانے کے لیے تفریح چاہیے۔ تمہیں فارغ بیٹھے بیٹھے کیوں مستیاں سوجھ رہی ہیں۔"

میشا منہ ہی منہ میں منمنا کے رہ گئی۔ بھلا مہر ماما کے سامنے وہ اور کتنا بول پاتی۔

☼ ☼ ☼

"یا اللہ! کیسے جاؤں میں ان کے ساتھ میلے میں پچھلی بار بھی نہیں گئی اور اس سے پچھلی بار بھی نہیں ..... کتنا عرصہ ہو گیا ہے جھولے لیے..... بڑھیا کے بال کھائے..... اف۔"

امی کے کپڑے استری کرتے ہوئے وہ مسلسل اسی فکر میں غلطاں تھی' جب زینی نے اس کے منہ پہ اپنا سوٹ مارا۔

"یہ بھی پریس کر دو جلدی۔"

"ابھی امی کا کر رہی ہوں۔"

"وہ تو ایک گھنٹے سے کر رہی ہو..... ماما ٹھیک کہتی ہیں تم سے کوئی کام ٹھیک نہیں ہوتا۔"

"اور تم سے کوئی کام سرے سے ہوتا ہی نہیں۔ نہ ٹھیک نہ خراب۔"

میشا کا کڑوا سچ زینی کو بری طرح تپا گیا۔

"کیا۔ بکواس کرتی ہو آگے سے' میں ابھی جا کے ماما کو بتاتی ہوں کہ ایک تو تم میرے ساتھ بدتمیزی کر رہی ہو اور اوپر سے جان بوجھ کے امی کے کپڑے پریس کرنے میں دیر بھی لگا رہی ہو۔"

"ہاں تو تم اپنی بہن کے کپڑوں کا سائز بھی تو دیکھو۔ تین کے برابر ہے ٹائم تو لگے گا۔"

زینی کا دایاں ابرو کمان کی طرح اٹھا..... اور وہ اونچی آواز میں چلاتی کمرے سے نکلی۔

"امی! دیکھو یہ میشا کی بچی تمہارے بارے میں کیا

کہہ رہی ہے کہ امی کا سائز تین لوگوں کے برابر ہے۔"

میشا سر جھٹک کے دوبارہ کپڑے استری کرنے لگی۔ مہر کی پھینٹی کھاتے کھاتے اب بھلا وہ ان چھوٹی موٹی مصیبتوں کو کہاں خاطر میں لاتی تھی مگر وہ اپنے ذہن سے یہ فکر نہ نکال سکی کہ میلے میں جانے کے لیے کون سی تدبیر اختیار کی جائے۔

"گرینی سے کہوں... نہیں... وہ اور سب باتیں تو مان لیتی ہیں مگر اکیلے کہیں جانے نہیں دیتیں۔ کہتی ہیں جہاں جانا ہے میرے ساتھ جاؤ۔ اب میلے میں کہاں لے جاؤں ان کو ساتھ... وہ تو دس منٹ میں تھک جائیں گی۔"

اسی الجھن میں اسے پتا ہی نہ چلا کہ کب تک وہ استری امی کی قمیص پہ رکھے کھڑی رہی۔

"کیا کہا تم نے 'میرا سائز تین کے...'"

امی اندر گھسی تو زینے کے بھرے ایندھن کی وجہ سے غصے سے پھنکار رہی تھی مگر جو اپنی نئی قمیص کو استری تلے دبا دھواں چھوڑتے دیکھا تو پھس ہو کے رہ گئی۔

"میشا کی بچی۔"

پھر امی اسے کھینچ کے مہر کے دربار میں لے گئی تھی حاضری کے لیے، جہاں مہر اپنا عتاب اس پہ نازل کر رہی تھی اور امی برگر کے بڑے بڑے نوالے لیتے ہوئے میشا کو ایسے گھور رہی تھی جیسے ہر نوالے کے ساتھ اسے چبا رہی ہو جبکہ میشا مہر کی ساری ڈانٹ پھٹکار ایک کان سے سن کے دوسرے کان سے نکالتے ہوئے مسلسل کن اکھیوں سے امی کے نوالے گن رہی تھی۔

"کیا فائدہ میرے اتنے بک بک کرنے کا... اپنے ہی سر میں درد کر لیا ہے میں نے۔ اس ڈھیٹ پہ ذرا جو اثر ہو۔"

"چار... پانچ اور چھٹے نوالے میں یہ برگر پورے کا پورا امی کے پیٹ کے مٹکے میں... اف اگر مجھے کھانا پڑتا تو بھلا کتنے نوالے لینے پڑتے؟ بیس نہیں بائیس۔"

وہ دل ہی دل میں حساب لگا رہی تھی۔

"تنگ کر کے رکھ دیا ہے اس لڑکی نے۔ روز ایک نیا تماشا۔"

"آپ کس لڑکی کی بات کر رہی ہیں ماما؟"

وہ معصومیت سے گویا ہوئی اور یہی معصومیت مہر کے لیے ہمیشہ زہر کا گھونٹ ثابت ہوتی تھی۔

"تمہارے علاوہ یہاں کون ہے جو دوسروں کو عاجز کر دینے میں اتنی مہارت رکھتا ہو۔"

"مگر میرا نام تو میشا ہے اور آپ کو پتا بھی ہے۔ پھر آپ ہمیشہ یہ لڑکی... یہ لڑکی کیوں کہتی ہیں۔"

"میرا بس چلے تو میں کبھی بھی تمہیں مخاطب نہ کروں۔"

"ریئلی؟" وہ بے تحاشا... بے حساب کھل اٹھی۔

"تو پھر آپ ایسا کرتی کیوں نہیں؟"

"شٹ اپ۔" مہر چلائی۔

"ماما! اس نے میرا سب سے نیا سوٹ جلا دیا ہے۔ اب میں میلے میں کیا پہن کے جاؤں گی۔"

"اسی کو پہن جانا ناں... جہاں سے جلا ہے وہاں ایک Patch لگا لو... بالکل ایسا۔"

اس نے اپنی قمیص اٹھا کے اس پہ لگا پیوند دکھایا۔

"ماما... اسے بتائیں ناں جب میرا یہ اکلوتا سوٹ بھی پرانا ہو کے پھٹ گیا تھا اور میں نے آپ سے یہی سوال کیا تھا کہ اب میں کیا پہنوں تو آپ نے یہی بتایا تھا کہ خراب ہوئے کپڑوں پہ patches لگا کے کب تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسے بھی بتائیں ناں۔"

وہ معصومیت سے پٹ پٹ پلکیں جھپکتی یہ مشورے دیتی مہر کو زہر لگ رہی تھی۔

"تم اپنا مقابلہ میری امی سے کر رہی ہو؟"

"میں کیسے کر سکتی ہوں امی سے مقابلہ... میں کوئی ریسلر ہوں؟"

"ماما!" امی چلائی۔ "یہ مجھے ریسلر کہہ رہی ہے۔"

"رانگ... میں نے تمہیں ریسلر نہیں کہا، صرف یہ کہا ہے کہ میں ریسلر نہیں ہوں۔"

"دماغ خراب کر کے رکھ دیا ہے اس نے۔ یا اللہ یہ

لڑکی گونگی کیوں نہیں ہو جاتی؟"

مہر نے دوبارہ اپنا سر پکڑ لیا۔

☼ ☼ ☼

دروازے پہ آہٹ ہونے پہ پرشکوہ خانم نے کتاب سے نظر ہٹا کے سامنے دیکھا میشا ٹرے ہاتھ میں لیے کھڑی تھی۔

وہ مسکرائیں... "لگتا ہے" آٹھ بج گئے۔"

"جی بالکل پورے آٹھ۔" وہ ٹرے ان کے سامنے رکھ کے ان کی گود میں نیپکن کھول کے رکھنے لگی۔

"تمہارے ہوتے ہوئے مجھے گھڑی دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ پورے سات بجے ناشتہ... پورے نو بجے میڈیسنز، پورے بارہ بجے جوس... دو بجے لنچ، چار بجے چائے، ایک منٹ ادھر سے ادھر نہیں ہوتا۔"

"لیکن پھر بھی مہر ماما کہتی ہیں کہ میں کوئی بھی کام ٹائم پہ نہیں کرتی۔"

"مہر بھی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔" انہوں نے غیر جانب داری سے تجزیہ کیا۔

"اس کا کوئی بھی کام تم کب وقت پہ کرتی ہو اور نہ ہی ٹھیک طریقے سے کرتی ہو۔"

"وہ تو اس لیے کہ وہ تنگ آ کے مجھ سے کام کروانا چھوڑ دیں۔ مگر نہیں اصل میں ڈھیٹ میں نہیں وہ ہیں۔"

"بری بات میشا! بڑوں کو ایسے نہیں کہتے۔"

پرشکوہ خانم کو ہنسی تو بڑی آئی، دل پر لگی تھی بات، واقعی مہر کی ڈھٹائی میں دو رائے ہو ہی نہیں سکتی تھیں مگر میشا کو سرزنش کرنا بھی ان کی تربیت کا حصہ تھا۔ اس لیے اپنی مسکراہٹ کو چھپانے کے لیے انہوں نے سر جھکا کے سوپ کا چمچہ منہ میں ڈالا اور ڈانٹنے لگیں۔

"ویسے بڑی خاموشی ہے نیچے... ہیں کہاں سب؟"

"ڈنر کے لیے باہر گئے ہیں۔"

"مگر کھانا تو بنا ہے۔"

"ہاں لیکن اس میں نمک زیادہ ہو گیا تھا ناں۔"

"نمک؟" انہوں نے اچنبھے سے دہرایا اور قیمہ اور سبزی کا سالن اور دال دونوں کو باری باری چکھا۔

"نمک تو بالکل ٹھیک ہے۔"

"یہ تو میں نے آپ کے اور اپنے لیے پہلے سے نکال لیا تھا بعد میں ممی کے کھانے میں نمک ملایا تھا۔"

"میشا تم کتنی فضول حرکتیں کرنے لگی ہو۔"

"اور وہ جو کچھ کرتی ہیں اس کا کیا؟" میشا نے منہ بسورا۔

"دیکھیں ناں، مجھے پھر سے میلے میں جانے سے منع کر دیا۔ خیر ان کے منع کرنے کی پروا کسے ہے۔ ویٹو پاور تو آپ کے پاس ہے۔"

"مگر میں بھی نہیں چاہتی کہ تم جاؤ۔"

"مگر کیوں گرینی؟" وہ روہانسی ہو گئی۔

"بس میں نے کہہ دیا کہ تم نہیں جاؤ گی تو تم نہیں جاؤ گی۔ یہ میرا آرڈر ہے۔ کیا تم اپنی گرینی کی بات نہیں مانو گی۔"

"تو کیا گرینی اپنی میشا کی بات نہیں مانیں گی۔"

"نہیں... کم از کم یہ تو نہیں۔" ان کے لہجے میں قطعیت تھی۔

"آپ نے اس سے پہلے میری کون سی باتیں مان لی تھیں۔ پچھلے سال بھی نہیں جانے دیا۔ آخر کیوں؟ سب لوگ تو جاتے ہیں۔"

"سب میں اور تم میں بہت فرق ہے میشا۔" ان کی سرمئی آنکھوں میں خوف سا لہرایا۔

"کوئی فرق نہیں ہے... بس مجھے پتا ہے۔ آپ نہیں چاہتیں کہ میں آپ کے پاس سے ذرا بھی دور جاؤں۔"

"یہی سمجھ لو۔ مجھے ڈر لگتا ہے... ایسے میلوں ٹھیلوں میں بھانت بھانت کے لوگ ہوتے ہیں۔ پتا نہیں کون کون کہاں کہاں سے آیا ہو۔ میرا بس چلے تو میں تمہیں چھپا کے رکھ لوں۔"

"آپ مجھے کس سے چھپانا چاہتی ہیں گرینی؟"

میشا کے سوال پہ ان کے چہرے پہ سنگینی سی در آئی۔ ٹرے پرے کھسکا کے انہوں نے سرد مہری سے کہا اور کتاب چہرے کے آگے کرلی۔

"اب تم جاؤ۔ مجھے کچھ پڑھنا ہے۔"

☼ ☼ ☼

"کیا؟ تمہیں پکا یقین ہے سمارا..... کہ تم اسی کی بات کررہی ہو؟"

مہر ریسیور کان سے لگائے ماتھے پہ بے پناہ بل لیے بات کررہی تھی۔

پرشکوہ خانم وہیل چیئر دھکیلتی ٹیبل تک صرف اخبار لینے آئی تھیں مگر سمارا کا نام سن کے ان کے ماتھے مہر کے ماتھے سے بھی دگنے بل جگہ بنا گئے۔ زہر لگتی تھی انہیں سمارا مہر کی دوست اور پڑوسن۔

"کسلی آرہی ہے کیا؟"

مہر کے لہجے کی تشویش نے انہیں کھٹکنے پہ مجبور کیا۔

"مجھے کیا ضرورت ہے اس سے ملنے جانے کی' نہ میں نے پہلے کبھی اسے لفٹ کرائی تھی نہ اب کراؤں گی اور تم جانتی ہو کہ مجھے اس کے نام سے بھی چڑ ہے تو بطور خاص مجھے فون کرکے یہ منحوس خبر دینے کی کیا ضرورت تھی۔"

مہر کے کھٹ سے ریسیور رکھ دینے پہ پرشکوہ خانم نے دبے دبے طنز کے ساتھ کہا۔

"میشا تو صبح سے اسٹور روم کی صفائی کررہی ہے۔ اس نے تو تمہیں تنگ بھی نہیں کیا آج..... بلکہ شاید تمہارا اور اس کا آمنا سامنا بھی نہیں ہوا۔ پھر موڈ کس وجہ سے خراب ہے۔"

"میرا موڈ خراب کرنے کے لیے اور بہت سے لوگ ہیں۔ کچھ پہلے سے موجود تھے۔ کچھ اب آرہے ہیں۔"

مہر نے لہجے میں نخوت بھر کے کہا۔

"کون آرہا ہے؟"

"کارا۔"

"کارا۔" پرشکوہ خانم پہلے چونکیں پھر خوشی سے بھرپور کپکپاتے لہجے میں پوچھنے لگیں۔

"کارا واپس آرہی ہے ہمیشہ کے لیے؟"

"ہمیشہ کا تو پتا نہیں..... مگر دس سال بعد آخر وہ واپس آرہی ہے۔"

"تو تم اتنی پریشان کیوں ہورہی ہو اس کے آنے سے۔"

"اور آپ اتنی خوش کیوں ہورہی ہیں؟" وہ جز بز سی ہوئی۔

"میں تو اس لیے خوش ہوں کہ وہ میری منہ بولی بیٹی ہے۔ بہت محبت ہے ہمارے درمیان' جسے فاصلے بھی کم نہیں کرسکے اور میں دس سال بعد اس سے ملوں گی۔ مگر تم اب سیٹ کیوں ہو؟ کارا سے تمہاری دشمنی کی تو اب وجہ بھی باقی نہیں رہی۔"

"وجہ ختم ہوئی ہے۔ دشمنی نہیں اور ہاں آپ اس سے ہرگز نہیں ملیں گی۔"

مہر کی تنبیہہ انہیں مشتعل کرگئی۔

"مہر! میں کس سے ملتی ہوں' کس سے نہیں' یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور میں نے اپنے فیصلے کبھی کسی کے مشورے سے نہیں کیے۔"

"تو کم از کم اس گھر میں وہ آپ سے ملنے نہیں آئے گی۔ آپ کا دل بہت اداس ہورہا ہے اپنی بھانجی سے ملنے کے لیے تو جاکے مل آئیں۔ مگر پہلے پتا ضرور کرلیجئے گا کہ آپ کی امیر کبیر بھانجی یا منہ بولی بیٹی آپ سے ملنا بھی پسند کرتی ہے یا نہیں' شوہر کے مرنے کے بعد اس کی چھوڑی ہوئی دولت اور جائیداد میں ہر سال اضافے ہوتے رہے ہیں۔ ان دس سالوں میں تو وہ اور بھی توپ چیز بن گئی ہوگی۔ پتا نہیں آپ کو پہچانتی بھی ہے یا نہیں۔"

☼ ☼ ☼

میشا اپنے بستر پہ اوندھی لیٹی پو کو دبوچے اس سے گلے شکوے کررہی تھی۔

"تم نے دیکھا پو..... گرینی بھی مہر ماما سے ڈرتی ہیں' کہتی یہی ہیں کہ انہیں زمانے سے ڈر لگتا ہے مجھے کسی سے نقصان نہ پہنچ جائے' اس بات سے ڈر لگتا ہے' لیکن سچ تو یہ ہے کہ انہیں مہر ماما سے ڈر لگتا ہے۔ ان کی مرضی کے خلاف وہ مجھے کہیں نہیں جانے دیتیں۔ مگر میشا کو مہر ماما سے اتنا ڈر نہیں لگتا۔ پتا ہے آج میں نے کیا کیا؟ ان کے کھانے میں اتنا نمک ملا دیا کہ وہ مہر ماما کی زبان سے بھی زیادہ کڑوا ہوگیا۔"

کھلکھلا کے ہنستے ہوئے وہ سیدھی ہوئی۔ اب پو کے بجائے ٹوپی اس کی ہتھیلیوں میں دبی اس کے چہرے کے اوپر مسکرا رہی تھی۔

"اور ٹوپی..... تم نے زینی کے بال دیکھے؟ بالکل ہنسل اینڈ گریٹل کی اسٹوری والی witch جادوگرنی جیسے ہورہے تھے۔ پتا ہے کیوں؟ میشا نے اس کے شیمپو میں بیکنگ سوڈا جو ملا دیا تھا۔"

ہنسی سے لوٹ پوٹ ہوتی وہ اپنے کارنامے سنا رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا اس کے ساتھ ساتھ سب ہنس رہے ہیں۔ پو..... ٹوپی' مکی ماؤس' ڈونلڈ ڈک' ٹام..... اور..... اور..... سنڈریلا کے اداس سے چہرے پہ بھی مسکراہٹ جھلک رہی ہو۔ وہ سنڈریلا کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"دوست..... تمہاری اور میری کتنی بہت سی باتیں ایک جیسی ہیں نا' میں بھی تمہاری طرح کیوٹ ہوں' تمہاری طرح مجھے دیکھ کے بھی سب کو پیار آجاتا ہے۔ سوائے مہر ماما کے۔ تمہاری طرح میری بھی ایک کھڑوس اسٹیپ مام ہے۔ وہ ڈفری اسٹیپ سسٹرز' لیکن جانتی ہو' تمہارے پاس وہ نہیں ہے جو میرے پاس ہے۔ گیس کرو..... نہیں پتا نا؟ اوں..... ہوں..... میں گرینی کی بات نہیں کررہی۔ اگر میرے پاس گرینی ہیں تو تمہارے پاس فیری مدر ہیں۔ مگر میرے پاس وہ چیز ہے جو تمہارے پاس کبھی ہو ہی نہیں سکتی۔ میرے پاس اپنی زندگی خود جینے کا حوصلہ ہے' امید ہے' خواب ہیں اور ہاں ہمت بھی ہے۔"

وہ کھل کے مسکرائی۔

اس کے چہرے کے ہر ہر نقش میں تابندگی جاگ اٹھی۔

پھر ایک کوندا سا اس کے ذہن میں لپکا۔

"اوہ..... یس..... حوصلہ..... ہمت..... ہاں..... مجھے اپنے خواب پورے کرنے کے لیے کسی کا منہ دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں میلے میں جاؤں گی اور ضرور جاؤں گی اور زبردست سا ڈریس بھی بناؤں گی۔ دیکھتی ہوں کون روکتا ہے مجھے۔"

اس نے پل بھر کے لیے اپنی آنکھیں میچیں۔ جگر جگر کرتے ہیرے جیسے کسی نے اوٹ میں چھپا دیے۔ پھر اپنی سدا کی شریر مسکراہٹ کے ساتھ کمرے سے نکلی۔ اس کا رخ ایمی اور زینی کے کمرے کی جانب تھا۔ دونوں اس وقت کالج میں تھیں۔ بیڈ پہ وہ لباس پھیلا کے رکھا ہوا تھا جس کے بارے میں ابھی تک یہ طے نہیں ہوا تھا کہ میلے میں اسے ان دونوں میں سے کون پہن کے جانے والا ہے۔ دونوں کا دل ہی اس پہ آیا ہوا تھا۔ بڑی پیاری ستاروں والی لیس سے سجی میکسی تھی۔ جس کی آستینوں پہ بڑے بڑے نگ ٹنکے تھے۔ میشا نے پشت پہ چھپائی قینچی نکالی اور نہ صرف لیس کو جگہ جگہ سے کاٹ کر اتار لیا' بلکہ آدھے سے زیادہ نگ بھی اس بے دردی سے نوچے کہ وہاں سے کپڑا ہی پھٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

"سوپ ٹھنڈا ہورہا ہے گرینی۔"

میشا نے پرشکوہ خانم کے سامنے سلاد رکھتے ہوئے انہیں مخاطب کیا جو مہر کے بگڑتے موڈ کو بھانپ کر خود بھی بدمزگی سی محسوس کررہی تھیں۔ زینی ابھی کالج سے نہیں لوٹی تھی اور ایمی آتے ہی کھانے پہ ٹوٹ پڑی تھی۔

"تو آپ کارا کو فون کرنے سے باز نہیں آئیں۔"

آخر مہر نے اپنے اندر کا لاوا اگل ہی دیا۔

"اب تم میری جاسوسی بھی کرنے لگی ہو؟"

"میں نے فون پہ ڈائل نمبرز میں دیکھا تھا۔"

"اسی کو جاسوسی کہتے ہیں مہر۔" انہوں نے

ٹھنڈے لہجے میں کہا۔ ''اور تم نے خود کہا تھا کہ میں اس کے گھر جاکے اس سے ملنا چاہوں تو جا سکتی ہوں تو اس کے لیے مجھے اسے فون کر کے اپنے آنے کی اطلاع تو دینی تھی۔''

''آخر یہ کارا ہے کون؟'' امی نے دونوں نوالوں کے درمیانی وقفے کے دوران پوچھنے کی زحمت کی۔

''میری منہ بولی بیٹی... مجھے آنٹی کہتی ہے... اس لیے سمجھو... میری بھانجی ہے۔''

''واؤ... یعنی آپ ان کی آنٹی ہیں تو وہ ہماری آنٹی ہوئیں۔''

امی نے مہر کی شعلہ بار نگاہوں پر توجہ نہ دیتے ہوئے اشتیاق ظاہر کیا۔

''گریٹ... مجھے ضرور ملوایئے گا ان سے۔'' میشا نے بھی جھٹ فرمائش کی۔ ''میں نے کبھی کوئی آنٹی نہیں دیکھی۔''

''دیکھا تو تم نے اپنی ماں کو بھی کبھی نہیں ہے... تم اس سے ملنے کیوں نہیں چلی جاتیں۔''

مہر کے سلگتے لہجے پہ میشا بجھ سی گئی اور اپنی پلیٹ میں کھانا نکالتے اس کا ہاتھ رک گیا۔ پلکوں پہ اٹکے آنسو لیے وہ کھانے کی ٹیبل سے اٹھ گئی اور امی نے ڈش اپنی جانب سرکالی۔

''مہر... تم کیوں اس بچی کا دل دکھاتی ہو؟''

پر شکوہ خانم نے ملال سے اسے جاتے دیکھا جو صبح سے خالی پیٹ اتنے بڑے سارے گھر کی صفائی ستھرائی میں ہلکان تھی۔

''اور جو میرا دل دکھ رہا ہے اس فتنے کے آنے سے۔ میں کیسے اس عورت کو برداشت کروں جو میرے شوہر کی منگیتر تھی۔''

''رئیلی... بابا کی فیانسی۔''

''چپ کرو تم... کھانا کھاؤ اپنا۔'' مہر نے امی کے بار بار جذباتی ہو جانے پہ اسے گھر کا۔

''تم بچیوں کے سامنے کیوں ایسی باتیں کر رہی ہو؟ سیف اللہ نے تمہاری خاطر کارا سے منگنی توڑی تھی۔ نفرت تو کارا کو تم سے ہونی چاہیے تھی۔''

''وہ تو شکر ادا کرے' میں نے اسے سیف اللہ کی بیوی بن کے یہ گھٹی ہوئی زندگی نہیں گزارنے دی۔ ورنہ آج وہ میری جگہ بیٹھی اس کھنڈر میں آنے آنے کا حساب لگا رہی ہوتی اور سوکن کی اولاد کو بھی بھگت رہی ہوتی۔ وہ تو مزے میں رہی... سیف اللہ کے منگنی توڑتے ہی ایک امیر کبیر اس کے ہاتھ لگ گیا۔ جس کے مرنے کے بعد اس کی پیرس والی ساری پراپرٹی پر وہ راج کر رہی ہے۔ سنا ہے شاہانہ طرز زندگی جی رہی ہے وہاں۔''

''او خدایا... تم اب تک بے کار کی دشمنی پالے بیٹھی ہو۔ اب ان باتوں کو دہرانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ سیف اللہ اس دنیا میں نہیں رہا اور کارا ایک بیوہ عورت ہے۔ مال دار بیوہ سہی... مگر ہے تو بیوہ... تمہیں یہ باتیں کرنا اب زیب نہیں دیتا۔''

پر شکوہ خانم نے سمجھانا چاہا مگر وہ مزید بپھر گئی۔

''ہاں اور تب زیب دیتا تھا جب وہ جوان بیوہ تھی اور جب سیف اللہ اس دنیا میں تھا۔ کتنا ایڑی چوٹی کا زور لگایا تھا آپ نے کہ کارا کی دوسری شادی سیف اللہ سے ہو جائے۔''

''یہ تمہاری غلط فہمی ہے۔ میں نے کبھی ایسا نہیں چاہا تھا۔ ہاں۔ میں نے اس کی جوان بیوگی اور بے شمار دولت و جائیداد دیکھ کے یہ ضرور مشورہ دیا تھا اسے کہ وہ کسی پر خلوص بندے کا ہاتھ تھام لے۔ اپنی جوانی بیوگی کی نذر نہ کرے۔ ورنہ دنیا اسے لوٹ لے گی۔ مگر وہ خود ہی دوسری شادی نہیں کرنا چاہتی تھی۔''

''آپ نے اپنی خواہش دوسرے طریقے سے پوری کرلی۔ مجھ پہ سوتن لانے کی خواہش... میں تو ہمیشہ سے آپ کو ناپسند تھی۔ صرف مجھے زچ کرنے کے لیے آپ نے سیف اللہ کو اکسایا دوسری شادی کے لیے۔''

پر شکوہ خانم کے پاس ہمیشہ کی طرح آج بھی ان الزامات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

میشا آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ اپنے کمرے میں

آئی تھی۔ چند منٹ بیڈ پر بیٹھ کے ٹانگیں ہلا ہلا کے مہر کو کوسنے کے بعد وہ جھکی۔ بیڈ کے نیچے سے وہ ٹوکری گھسیٹ کے نکالی۔ جس میں کل سے لے کر اب تک کافی مال مسروقہ جمع کر رکھا تھا۔

امی کی میکسی سے اتاری لیس۔

بڑے بڑے چمکیلے نگ۔

کچھ مختلف رنگین ریشمی کپڑوں کی چھوٹی بڑی کترنیں۔

زینی کے کچھ زیورات۔

مہر کے کمرے سے چرائی لپ اسٹک اور بندیا۔

اس کی آنکھوں میں پھر سے شرارت کے ستارے چمکنے لگے۔ وہ بندیا ماتھے پہ چپکا کے مختلف کترنوں کو جوڑ کے ایک ساتھ رکھتے ہوئے بولی۔

''دیکھ لینا... ایسا شاندار لباس بناؤں گی۔ اتنی اچھی اتنی پیاری لگوں گی کہ بس...''

☼ ☼ ☼

امی بھرے پیٹ کے خمار سے ڈولتی... جھومتی کمرے میں داخل ہوئی اور بیڈ پہ پھیلی میکسی کو دیکھ کے... مسکرائی۔

''اسے تو میں ہی پہنوں گی چاہے کسی بھی طرح پھنسانا پڑے۔''

اس نے بڑے شوق سے میکسی اٹھائی اور اپنے ساتھ لگانے ہی لگی تھی کہ اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ عین اسی وقت زینی اندر داخل ہوئی... وہ صبح کی گھر سے نکلی اب لوٹ رہی تھی۔

''اوہ گاڈ... اتنا گھومے آج ہم... کہ...''

اور جب اس نے میکسی کا حشر دیکھا تو پورا حلق پھاڑ کے چلائی۔

''امی کی بچی...'' اس کی چیخ کی بازگشت سے امی بھی سکتے سے باہر آگئی اور خود بھی چیخنے لگی۔

''موٹی... یہ کیا کیا تم نے؟''

''میں نے یا تم نے؟'' امی بھی اس سے جھپٹی۔

''میں ایسا کیوں کروں گی... مجھے تو یہ کل شام میلے میں پہن کے جانا تھا۔''

''تم نے نہیں... میں نے پہننا تھا۔ اسی لیے تم نے اسے خراب کیا' تاکہ میں نہ پہن سکوں' جل ککڑی۔''

''شٹ اپ امی... اصل میں تم نے ہی اسے خراب کیا ہے' کیونکہ اسے پہن کے تم آٹے کی بوری لگتیں... بلکہ تم اسے پہن ہی نہیں سکتی تھیں۔ یہ تمہارے بارہ من کے وجود پر پوری آ ہی نہیں سکتی تھی۔ اسی غصے میں تم نے اسے برباد کیا ہے' تاکہ تم نہیں تو کوئی اور بھی اسے نہ پہن سکے۔''

''ماما...'' امی روتی پیر پٹختی باہر کو نکلی۔

☼ ☼ ☼

بیڈ کے پائنتی دبک کے بیٹھی میشا گود میں کترنیں رکھے انہیں سوئی دھاگے کی مدد سے جوڑ رہی تھی۔ لیمپ کی ہلکی ہلکی روشنی میں اسے یہ کام کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ مگر وہ لائٹ بھی آن نہیں کرنا چاہتی تھی... سب ہی جانتے تھے، نیند کی کتنی کچی ہے۔ اتنی دیر تک جاگ نہیں سکتی۔ اس کے کمرے سے روشنی آتے دیکھ کے ضرور کسی نہ کسی نے ٹوہ لینے کے لیے اندر جھانک لینا تھا۔

''تمہیں پتا ہے پو...! یہ نیٹ میں نے مما کے روم کے کرٹن سے اتاری ہے۔ وہ سمجھیں گی چوہا کتر کے لے گیا اور اس کو میں ایسے ربن کی طرح یہاں لگاؤں گی اور یہ گرینی کی ساڑھی کا بارڈر... وہی ساڑھی جو پچھلے سال مجھ سے استری کرتے ہوئے جل گئی تھی۔ اس کا بارڈر میں نے اتار کے سنبھال کے رکھ لیا تھا۔ اسے میں یہاں پہ لگاؤں گی تو کتنا جچ جائے گا نا... واؤ...''

رنگ برنگی کترنیں جوڑ کے بنایا لباس اس نے اپنے سامنے پھیلا کے رکھا تو کھو سی گئی۔

سالوں سے خوابوں میں سنے منتروں کی گونج آج کھلی آنکھوں کے ساتھ بازگشت بن کے محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے سر جھٹکا اور جلدی سے لباس کو گول مول کر کے ٹوکری میں رکھ کے ٹوکری بیڈ کے نیچے دوبارہ کھسکا دی۔

”چلو اب سو جاؤ میشا! صبح بہت کام ہے۔“

اور صبح اسے واقعی بہت کام تھا۔ خیر کام تو وہی سب تھے جو روز ہوتے تھے۔ مگر پہلے ان کاموں کو نمٹاتے نمٹاتے اسے صبح سے رات ہو جاتی تھی۔ مگر آج اسے ہر حال میں دوپہر تک ان کاموں سے فراغت حاصل کرلینی تھی۔ اس لیے وہ پھرکی بن گئی۔ ابھی سیڑھیوں پہ پوچا لگا رہی ہے تو ابھی جالے اتار رہی ہے۔ ابھی کچن کی کیبنٹ خالی کرکے صاف کر رہی ہے تو ابھی کپڑے دھو رہی ہے۔ ساتھ ساتھ کھانا بھی بن رہا تھا۔ پر شکوہ خانم نے اس کی پھرتیاں دیکھ کے پوچھ ہی لیا۔

”کیا ہو گیا ہے میشا۔۔۔ سکون سے۔۔۔ مشین کیوں بن رہی ہو؟“

”آپ نہیں جانتیں۔۔۔ مہر ماما نے کتنی لمبی لسٹ بتائی ہے کاموں کی۔“

”ہاں تو کون سی نئی بات ہے اور وہ تو ابھی شام ہونے تک دونوں لڑکیوں کے ساتھ نکل جائے گی۔ میلے کے لیے اور ظاہر ہے رات کو دیر سے لوٹے گی۔ تم آرام سے کام کرتی رہنا۔“

”نہیں۔۔۔ مجھے شام سے پہلے پہلے فارغ ہونا ہے۔“

اس کے ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگے۔

”کیوں، شام سے پہلے کیوں؟“ وہ ٹھٹکیں تو میشا ذرا سنبھل گئی۔

”وہ۔۔۔ دراصل۔۔۔ ایک بہت اچھی بک ملی ہے مجھے اسٹور روم کی صفائی کرتے ہوئے‘ وہ پڑھوں گی‘ وہ بھی روم بند کرکے‘ مزا آتا ہے نا اکیلے میں پڑھنے کا۔“

”ہاں۔۔۔ یہ تو ہے۔“ وہ مسکرائیں۔ ”چلو۔۔۔ شکر ہے تم نے بھی کوئی ڈھنگ کا کام کرنے کا سوچا۔۔۔ میں تمہیں ڈسٹرب نہیں کروں گی۔“

☼ ☼ ☼

میلے میں ابھی شام کی سیاہی پوری طرح نہیں پھیلی تھی۔ گدلی گدلی سی کہر میں روشنیاں اپنا راستہ بنا رہی تھیں۔

امی کی نظریں کھانے پینے کی انواع و اقسام کی چیزوں پہ بھٹک رہی تھیں تو زینی کپڑوں اور بننے سنورنے کے دیگر لوازمات کو للچا کے دیکھ رہی تھی۔ مہر اپنی دوست سمارا کے اسٹال پہ بھوٹانی محنت کش عورتوں کے ہاتھ کی بنی مصنوعات کا جائزہ لے رہی تھی۔ جن سے سستے داموں محنت کروا کے سمارا یہ مصنوعات بڑے مہنگے داموں نیپال‘ سری لنکا اور بھارت جیسی بڑی مارکیٹوں تک بھیجا کرتی تھی۔ اس نے یہ گر اپنے مرحوم شوہر سے سیکھے تھے۔

”کتنا خوب صورت ہیٹ ہے۔“ مہر نے تنکوں سے بنا ہیٹ چھوا۔

”تم لے لو۔۔۔ تم پہ سوٹ کرے گا۔“ سرخ گھنگھریالے بالوں والی سمارا نے ایک کاروباری سی مسکراہٹ کے ساتھ پیش کش کی۔ جس سے مہر ہرگز ہرگز خوش فہمی میں مبتلا نہیں ہوئی۔ وہ جانتی تھی سمارا کے ”لے لو“ سے مراد ہے ”خرید لو۔“

”نہیں۔۔۔ میں لے کر کیا کروں گی۔۔۔ ساڑھی کے ساتھ ہیٹ کتنا مضحکہ خیز لگے گا۔“

”یہ چٹائی دیکھو‘ ہاتھ کی بنی ہے۔“

”ہوں۔۔۔“ مہر نے چٹائی کی بنت سے زیادہ اس سے لگے ٹیگ کو زیادہ بغور سے دیکھا اور پھر دلچسپی ظاہر کی۔

”کام بہت بڑھ گیا ہے مہر۔“ سمارا نے اترا کے کہا۔ ”مجھ سے تو اب سچ پوچھو تو سنبھالا بھی نہیں جا رہا۔“

”تم نے بتایا تو تھا کہ تمہارے سسر نے تبت سے کسی کو بھیجا ہے تمہارے پاس۔“

”ہاں۔۔۔ مگر سسرالی رشتے داروں پہ میں اتنی جلدی اعتبار نہیں کر سکتی۔“ وہ بھی اس صورت میں جبکہ میرے شوہر کے ساتھ بھی میرے تعلقات خاص اچھے نہ رہے ہوں۔“

مہر کو اس کے شوہر اور سسرال والوں کے تذکروں میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اس لیے وہ گردن گھما کے اپنی لڑکیوں کو دیکھنے لگی۔ زینی انڈین اسٹال سے مہندی لگوا رہی تھی اور امی کسی ایرانی اسٹال پہ کھڑی ان کی مٹھائیاں چیک کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

میشا اپنے بالوں کی مانگ نکالے پنوں کی مدد سے جھومر سجا رہی تھی۔ جو اس نے مہر کے کسی پرانے صندوقچے سے نکالا تھا۔ چاندی کا جھومر۔ جو کالا پڑ رہا تھا۔ میشا جانتی تھی۔ لیموں یا سرکے سے چمکا کے اسے نئے جیسا کیا جا سکتا ہے۔ مگر اس نے ایسا کرنے کی قطعا“ زحمت نہیں کی تھی۔ کاجل اناڑی پن سے۔ بہت زیادہ تھوپ لیا تھا اور ابروؤں کے اوپر میرون نیل پالش سے نقطے سے بھی لگا رکھے تھے۔ یہ اس نے مہر کی شادی کی تصویروں میں دیکھا تھا۔ وہ کسی بنگالی مشاطہ سے تیار ہوئی تھی اور تب شاید وہاں کی دلہنیں ایسے ہی افشاں اور نیل پالش کی مدد سے چہرے پہ گل کاریاں کیا کرتی تھیں۔ ماتھے پہ بڑی سی لہو رنگ بندیا۔۔۔ ہونٹوں پہ نارنجی رنگ کی لپ اسٹک تھوپنے کے بعد اس نے غور سے اپنا جائزہ لیا تو وہ ٹھٹک سی گئی۔

”یہ۔۔۔ یہ کیا ہے؟“ الجھن بھرے انداز میں وہ یاد کرنے لگی کہ یہ عجیب و غریب روپ اسے کس کی یاد دلا رہا ہے۔ مگر دھند نہ چھٹ سکی۔

ہندو دیو مالائی کرداروں والا لباس۔۔۔ زرق برق سجاوٹ کے ساتھ۔۔۔ ویسے ہی بندھے بال۔۔۔

”چلو۔ اچھا ہے۔۔۔ ایسے کوئی پہلی نظر میں مجھے پہچان بھی نہیں سکے گا۔“

اس نے بے فکری سے سوچا اور کھڑکی سے کود کے پچھلے راستے باہر نکلنے لگی۔

شکوہ خانم اپنے کمرے میں کتاب پڑھتے ہوئے اس اطمینان میں تھیں کہ آج ان کی پیاری پوتی بھی مطالعے میں مگن ہے۔

☼ ☼ ☼

”yupeeee“

میشا نے میلے کا گھوم گھوم کے جھوم جھوم کے جائزہ لیتے ہوئے خوشی سے نعرہ لگایا۔

اس کے پاس ایک ngultrain (بھوٹانی کرنسی) نہیں تھا۔۔۔ مگر وہ ان سب سے زیادہ چہک رہی تھی اور ان سب سے بڑھ کر نہال تھی جو جیبیں بھر کے یہاں آئے تھے۔

وہ چوڑیاں نہیں خرید سکتی تھی۔

پچکا (گول گپے) نہیں کھا سکتی تھی۔

مہندی نہیں لگوا سکتی تھی۔

مگر وہ اس سرخ روایتی لباس والی رقاصہ کا لوک رقص تو دیکھ سکتی تھی۔ جو مجمع کے درمیان بڑی مہارت کے ساتھ اپنے فن کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

اس کا بھاری بھرکم لباس میشا کو پہننا پڑ جاتا تو شاید اس سے دو قدم چلنا بھی دوبھر ہوتا۔ اسی لیے وہ رشک سے اس کے نرت بھاؤ دیکھ رہی تھی۔

رقص دیکھنے والے مجمع کی اکثریت رقاصہ کے بجائے جب میشا کے عجیب و غریب لباس اور حد سے زیادہ نمایاں ہوتے میک اپ پہ مبذول ہونے لگی تو میشا وہاں سے کھسک گئی۔ اب وہ شعبدے دکھانے والے کے کمال دیکھنے میں مگن تھی۔

اس سے ذرا فاصلے پہ امی آسمانی جھولے میں پھنسی اوپر کی جانب جا رہی تھی۔ میشا کی ایک جھلک دیکھتے ہی وہ بری طرح چونکی۔

”میشا؟“

اتنے میں جھولا گھوم گیا۔ اب امی کی پشت میشا کی جانب تھی۔ جھولے کی نشست میں بری طرح پھنس کے بیٹھے ہونے کی وجہ سے وہ گھوم کے اسے دوبارہ غور سے دیکھ بھی نہیں سکتی تھی اور جب تک جھولا مڑ کے دوبارہ پہلی والی حالت میں آیا۔ میشا کسی چھلاوے کی طرح ایک بار پھر غائب ہو چکی تھی۔

”کہاں گئی! بالکل میشا جیسی ہی تھی وہ۔ اگر اتنا رنگ نہ تھوپ رکھا ہوتا چہرے پہ۔“

زینی کسی اور اسٹال پہ مہر کو زچ کیے دے رہی تھی۔

”ماما۔۔۔ پلیز۔۔۔ لے دیں نا۔“

”بہت مہنگا ہے زینی۔۔۔ اور تمہارے پاس پہلے سے بہت کپڑے ہیں۔“

”مگر۔۔۔ ماما۔“

وہ ٹھنک کے ناراضی دکھانے لگی کہ دور کھڑی میشا پہ نظر پڑ گئی۔ جو غبارے والے کو ترسی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ہاتھ سے ایک غبارہ چھوٹ کے ہوا کے دوش پہ دور جانے لگا تو میشا لپک کے اسے پکڑنے گئی۔

"ماما... وہ دیکھیں' وہ میشا ہے نا؟؟"

"میشا؟ وہ یہاں کیسے؟"

مہر کی تمام حسیات چوکس ہو گئیں۔ اس کی عقابی نظریں ہجوم میں اسے ڈھونڈنے لگیں۔

"میں نے ابھی دیکھا... وہ کچھ کچھ میشا جیسی ہی تھی۔"

"اوہو... کچھ کچھ لگ رہی ہوگی نا... میں سمجھی تم نے واقعی میشا کو دیکھ لیا ہے۔ ارے... یہ امی کو کیا ہوا؟؟"

دور سے امی کو جھولے سے اترتے اور الٹیاں کرتے دیکھ کے وہ پریشانی سے اس جانب بڑھی۔

"اتنا کھاؤ گی تو چکر تو آئیں گے نا جھولے پہ۔"

زینی نے ناک سکوڑتے ہوئے اسے جھاڑا' جس کی حالت ابتر ہو رہی تھی۔

"چکر تو مجھے میشا کو دیکھ کے آئے تھے۔"

"میشا..." اب کے مہر واقعی تشویش میں مبتلا ہو گئی۔ میشا کو بھی محسوس ہو گیا تھا کہ وہ نظروں میں آ چکی ہے۔ ساری تفریح پھیکی پڑ گئی تھی۔ وہ نظر بچا کے چلتی... چھپتی چھپاتی ایک خیمے کے پاس رک گئی۔ کسی سری لنکن جادوگر کا خیمہ تھا۔ بغیر کچھ سوچے سمجھے وہ اندر گھس گئی۔

"واؤ..."

خیمے کے اندر کا پراسرار اور خواب ناک ماحول اس کی فطرت کو بے حد بھایا۔

سیاہ پردے... سرخ قمقمے... سناٹا اور دیواروں پہ لٹکے عجیب و غریب نقوش والے مجسمے۔

ایک میز پہ رکھا ڈھیر سارا نامانوس سا سامان جو غالباً شعبدے دکھانے کے کام آتا تھا اور ایک پنجرے میں مقید سفید توتا۔

میشا نے کھونٹی سے لٹکا جادوگر کا سیاہ چغہ اتارا اور پہن لیا۔ ایک کرسی پہ رکھا سیاہ چمڑے کا ہیٹ بھی سر پہ جمالیا۔ حالانکہ اس میں سے اٹھتی بدبو سے اس کا جی الٹنے لگا تھا۔ اب وہ مختلف شیشیاں وغیرہ اٹھا اٹھا کے دیکھنے لگی۔ ایک میں سے سرمئی پاؤڈر کے قدرے موٹے ذروں والا سفوف نکال کے ہتھیلی پہ ڈالتے ہی اس کے کہانی ساز ذہن نے کروٹ بدلی۔

"شوں شوں... زوں زوں۔" اب میشا جادو کے زور سے اس سفید توتے کو اپنے شہزادے کا روپ دے گی۔ سفید کپڑوں والا شہزادہ' جو سفید گھوڑے پہ سوار روز رات میشا کے خوابوں میں آتا ہے اور اسے اپنے سنگ گلابی پھولوں والی وادی میں لے جاتا ہے۔ جہاں سرخ پتھروں سے بنی آبشاریں ہیں۔ جن سے پگھلی ہوئی چاندی بہتی ہے اور جہاں کی جھیل میں اتنی نیلاہٹ ہے' جتنی سنڈریلا کی آنکھ کی پتلی میں ہے اور جہاں بادلوں کے گولے ہاتھ سے اتنے ہی فاصلے پہ ہوتے ہیں جتنے فاصلے پہ انگور کے خوشے میرے کمرے کی کھڑکی سے... شوں... شوں... زوں... زوں... سفید توتے... اب تم سفید شہزادے کا روپ دھار کے میشا کو اپنے سفید گھوڑے پہ اس وادی میں لے جانے والے ہو۔ شوں... شوں... زوں... زوں۔

وہ آنکھیں بند کیے خواب ناک سی اور بھاری آواز بنائے جادو کرنے کی اپنی سی سعی کر رہی تھی۔ جب ماڑ خیمے کے آگے سے گزرتے ہوئے ان الفاظ کو سن کے مارے اشتیاق کے اندر قدم رکھ بیٹھا۔

"شوں شوں... زوں زوں۔"

میشا نے بند آنکھوں کے ساتھ اپنی مٹھی چہرے کے سامنے کی جس میں سفوف بند تھا اور اسے کھولتے ہوئے زور کی پھونک ماری۔ سارا سفوف ہوا میں بکھر گیا اور ماڑ کے چہرے کے آگے غبار سا چھا گیا۔

وہ چھینکنے لگا تو میشا نے فٹ سے آنکھیں کھول دیں اور مارے تحیر کے گم صم ہو گئی۔

سفید لباس میں وہ بانکا سجیلا شہزادہ اس کے سامنے تھا' جسے وہ اکثر خوابوں میں دیکھا کرتی تھی۔ اگرچہ اس

کے نقوش چہرہ واضح نظر نہ آنے کی وجہ سے وہ کبھی پہچان نہیں پائی تھی۔ مگر وہ ہو بہو ایسا ہی ہوگا۔

کھڑی ستواں ناک... بڑی مغرور سی۔

سنہری دمکتی رنگت۔

نفیس مسکراہٹ۔

کانچ سی آنکھیں۔

خوشبو میں ڈوبا وجود۔ ماڑ دونوں ہاتھوں سے غبار پرے ہٹاتا مسلسل چھینک رہا تھا۔

" what the hell do this "

میشا ایک دم جیسے ہوش میں آ گئی اور اس سے پہلے کہ ماڑ اس افتاد سے نپٹ کے اس پہ توجہ دیتا' وہ یہاں سے بھی کھسک گئی۔

☼ ☼ ☼

رات کے سناٹے میں فون کی گھنٹی کی کرخت آواز اور بھی کریہہ لگ رہی تھی۔ پر شکوہ خانم کا کمرا ہال سے خاصا دور تھا۔ مگر یہ آواز انہیں بھی نیند سے بیدار کر گئی۔ بمشکل اپنی وہیل چیئر دھکیلتی وہ کمرے سے نکلیں اور تعجب سے نیچے جھانک کر بڑبڑائیں۔

"کب سے فون بج رہا ہے۔ مہر اور امی' زینی تو گھر پہ نہیں ہیں۔ میشا کی نیند کب سے اتنی گہری ہونے لگی کہ وہ فون کی آواز پہ بھی نہیں اٹھی۔"

اب ان کی وہیل چیئر کا رخ میشا کے کمرے کی جانب تھا۔ دروازہ کھول کے انہوں نے اندر جھانک کر پکارا۔

"میشا!" اور دھک سے رہ گئیں۔ کمرا خالی تھا اور کھڑکی کھلی تھی۔ "کہاں گئی یہ لڑکی؟؟"

☼ ☼ ☼

"کوئی فون نہیں اٹھا رہا۔" مہر نے فون کان سے ہٹا کے کہا۔ غصے اور تلملاہٹ سے اس کا برا حال تھا۔

"گرینی تو میشا کی ہیلپ کے بغیر نیچے آ ہی نہیں سکتیں فون سننے۔"

میشا چلتے چلتے ٹھٹک کے رکی۔ انجانے میں وہ بالکل ان کے عقب تک پہنچی تھی۔

"اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ میشا گھر پہ نہیں ہے' بلکہ یہیں کہیں ہے۔"

"چلو ڈھونڈتے ہیں اسے۔"

"نہیں... یہاں اسے ڈھونڈنے میں وقت ضائع کرنے کے بجائے ہمیں جلد از جلد گھر پہنچنا چاہیے۔" مہر نے زینی کا آئیڈیا مسترد کر دیا۔

"کب تک یہاں گھومے گی' کبھی تو واپس لوٹے گی اور اگر وہ واقعی میشا ہے تو آج اس کی خیر نہیں ہے۔"

یہ سن کے میشا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ تیزی سے باہر کو جانے والے راستے کی جانب مڑی۔

"میں جتنی جلدی بھی نکلوں... ان سے پہلے تو نہیں پہنچ سکتی اور پھر میرا وہ حال ہوگا کہ... سب سے زیادہ ڈر تو گرینی سے ہے' پھر ماما تو زیادہ سے زیادہ ماریں گی... دو ٹائم کھانا نہیں دیں گی' مگر گرینی کی ناراضی... اوہ نو..."

وہ مہر کی پرانی کھٹارا سی فوکسی کے سامنے رکی اور پھر سر سے پن نکالتے ہوئے گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھ گئی۔

☼ ☼ ☼

"اوہ مام... it is hell barring "

ماڑ ماتھے پہ شکن لیے لہجے میں جی بھر کے کوفت اور بے زاری سمیٹے فون پہ بات کرتا پارکنگ کی طرف آ رہا تھا۔

"سوری... میں آپ کا ویٹ نہیں کر سکتا یہاں... میں واپس آ رہا ہوں۔"

اپنی کار کے نزدیک آ کے اس نے فون جیب میں رکھا اور ڈرائیونگ سیٹ کی جانب جاتے جاتے بری طرح چونکا۔

"اوہ... نو... ڈیم اٹ۔"

اس کا ٹائر پنکچر تھا۔

"ہو گیا... شاباش..."

میشا کی آواز پہ وہ پلٹا... وہ فوکسی کے نزدیک بیٹھی اس کا ٹائر پنکچر کرنے کے بعد ہاتھ جھاڑتی اٹھ رہی تھی۔

"اووف ہیلو۔"

"شش۔۔۔ چپ۔" ییشا نے ہونٹوں پہ انگلی رکھ کے اسے چپ کرایا۔ "کسی کو بتانا نہیں۔۔۔ چپ۔"

"تم نے میرا ٹائر کیوں پنکچر کیا ہے؟"

اس کے برہم سے سوال پہ ییشا کھلکھلا کے ہنس دی۔

"تمہارے ٹائر بھی ہیں؟ مجھے لگا، تم عام انسان ہو اور دو عدد ٹانگوں سے کام چلا لیتے ہو گے۔"

"میرا مطلب ہے۔۔۔ میری کار کے ٹائر۔" وہ سٹ پٹا گیا۔

"یہ تمہاری کار نہیں ہے، ایسی پھٹیچر کار پورے thimPhu میں صرف ایک ہی ہے اور مجھے پتا ہے کس کی ہے۔"

"میں اس کی بات کر رہا ہوں۔" اس نے اپنی کار کی جانب اشارہ کیا۔ "اس کے ٹائر کیوں پنکچر کیے تم نے؟"

"میں کیوں کروں گی، پاگل ہوں کیا؟"

"اور اس کے کیوں کر رہی ہو، پاگل ہو کیا؟"

"اس کے پنکچر نہ کرتی تو ہاں۔۔۔ پاگل ہو ہی جاتی۔۔۔ مگر تمہارے ٹائر۔۔۔ میرا مطلب ہے تمہاری کار کے ٹائر پنکچر کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے میرے پاس۔"

"اس کی وجہ ہے؟"

"ہاں ہے نا، راستے میں بتاتی ہوں؟" وہ اس کا بازو تھام کے آگے لے جاتے ہوئے احتیاطاً پیچھے مڑ کے دیکھنے لگی۔ کہیں سے مہر آ تو نہیں رہی۔

"راستے میں؟" اس کی بے تکلفی پہ حواس باختہ ماٹز نے بازو چھڑا کے پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ تم مجھے میرے گھر تک چھوڑ دو، اتنی رات کو میں اکیلی کیسے جاؤں گی۔"

"مگر میرے ٹائر۔۔۔ میرا مطلب ہے۔ میری کار کے ٹائر پنکچر ہیں۔۔۔ میں تو خود یہ سوچ رہا ہوں کہ اب واپس کیسے جاؤں۔"

"ہم ایک ایسی چیز سے واپس جائیں گے جس کے ٹائر پنکچر کبھی ہوتے ہی نہیں، پوچھو کیوں؟"

"کیوں؟" ماٹز کو اس کی بے ربط، بے تکی گفتگو میں دلچسپی محسوس ہو رہی تھی۔

"کیونکہ اس کے ٹائر ہوتے ہی نہیں۔" وہ کھلکھلا کے ہنس دی تو ماٹز کے چہرے پہ بھی تبسم کرن کی طرح پھوٹ پڑا۔

"ایسی زبردست چیز تمہارے پاس ہے تو تم اکیلی کیوں نہیں چلی جاتیں۔" اس بار وہ قدرے نرم لہجے میں بولا۔

"مجھے اکیلے جاتے ڈر لگتا ہے نا۔۔۔ تم چلو گے نا میرے ساتھ؟"

اس نے اپنا ہاتھ سامنے پھیلایا تو ماٹز بے ساختہ اسے تھام بیٹھا اور کسی سحر کے عالم میں اس کے پیچھے کھنچتا چلا گیا۔ چھوٹی سی پہاڑی عبور کر کے وہ اسے جھیل کے کنارے لے آئی۔ جھیل کے اس طرف سرخ قلعی کے میناروں والا مندر رات کے اندھیرے میں ہولناک سا لگ رہا تھا۔ مگر چاند کی چاندنی جھیل کے پانی کو پگھلی ہوئی چاندنی کی صورت بنتا دکھا رہی تھی۔

ماٹز نے ایک آدھ بار دن کے وقت اس جھیل کو سرسری سا دیکھا تھا۔ مگر اس وقت اس کا حسن دیکھ کے وہ مبہوت سا رہ گیا۔

"اس پہ جائیں گے ہم۔" ییشا نے کشتی کی ڈور کھولتے ہوئے کہا۔ "یہ شارٹ کٹ ہے۔ میرا گھر پندرہ، سولہ منٹ میں آجائے گا اور جو ایڈریس تم بتا رہے ہو، وہ میرے گھر سے آگے ہے۔ بس کوئی آٹھ، دس منٹ اور لگیں گے۔"

"مگر مجھے یہ بوٹ چلانا نہیں آتی۔"

"مجھے تو آتی ہے نا۔۔۔ تمہیں کون کہہ رہا ہے چلانے کو۔ تم بس مجھے کمپنی دو، رات کے وقت مجھے پانی سے بہت ڈر لگتا ہے، آؤ بھی نا۔"

اس نے اپنا لباس دونوں ہاتھوں کی چٹکیوں سے تھام کر ذرا سا اوپر کیا اور کشتی میں کود گئی، پھر اپنا ہاتھ بڑھا کے اسے بھی آنے کی دعوت دی۔

ماٹز اس کا ہاتھ تو تھام بیٹھا، مگر قدم بڑھاتے ہوئے جھجک سا رہا تھا۔

"اوفوہ۔۔۔ آؤ بھی۔۔۔ نخرے کیوں کر رہے ہو؟"

ییشا نے اسے زور کا جھٹکا دے کر اندر کی جانب کھینچا۔ جس سے کشتی ایک بار تو ڈگمگا سی گئی۔

"اووف۔۔۔" ماٹز ڈولتے ہوئے اس کے کاندھے تھام کر سہارا لے بیٹھا۔ ہلکا سا ہراس اس کے چہرے پہ نظر آرہا تھا۔ جسے دیکھ کے ییشا اپنے مخصوص انداز میں کھلکھلا اٹھی۔

"ڈر گئے؟ اور میں سمجھی تم میرا ڈر دور کرو گے۔"

☼ ☼ ☼

مہر شدید غصے کی حالت میں اپنی فوکسی کے پاس کھڑی تھی، جس کو مکینک پنکچر لگا رہا تھا۔ وہ مکینک جو خاصی تلاش بسیار کے بعد دستیاب ہوا تھا۔

"یہ بھی اسی وقت پنکچر ہونا تھا۔"

"مجھے بھوک لگی ہے ماما!" امی کے منمنانے پہ پھونکیں مارکے مہندی سکھاتی زینی اس پہ الٹ پڑی۔

"چپ کرو تم۔۔۔ سارا میلہ ہڑپ کر گئی ہو اب بھی بھوک۔۔۔ ماما۔۔۔ ایک بار پھر فون کر کے دیکھیں۔"

"کتنی بار تو کیا ہے۔"

مہر نے کوفت سے کہنے کے بعد مکینک کو گھرکا۔

"جلدی کرو، ایک پنکچر لگانے میں اتنی دیر۔"

"ماما! اگر وہ ییشا ہی تھی تو کہیں ہم سے پہلے گھر نہ پہنچ جائے۔"

"ایک دفعہ گھر جاتے ہیں۔۔۔ پھر۔۔۔ پتا چل جائے گا۔"

☼ ☼ ☼

ماٹز کا ڈر اب کافی کم ہو چکا تھا۔

وہ مکمل طور پہ جھیل کے پراسرار حسن۔۔۔ چاندنی رات کے سحر۔۔۔ اور ییشا کی گنگناہٹ کے ترنم میں کھویا ہوا تھا۔ جو چپو چلاتے ہوئے مقامی زبان میں کچھ گا بھی رہی تھی۔

مگر جیسے ہی کشتی ایک بار پھر ذرا سا ڈگمگائی، وہ ڈر گیا اور دونوں ہاتھوں سے کشتی کو تھام لیا۔ جسے دیکھ کے ییشا کی گنگناہٹ پھر سے کھلکھلاہٹ میں بدل گئی۔

"کتنا ڈرتے ہو تم؟"

"میں اصل میں تم سے ڈر رہا ہوں۔"

"مجھ سے... کیوں؟"

"یہ تمہارا آؤٹ فٹ... یہ میک اپ... یہ سب بہت عجیب لگ رہا ہے... مجھے ڈر ہے تم کوئی witch (جادوگرنی) نہ نکل آؤ۔"

اس کا انداز سراسر مذاق اڑانے والا تھا... مگر میشا نے اسے خاصی سنجیدگی سے لیا۔

"کوئی نہیں جی... جادوگرنیاں کوئی اتنی حسین ہوتی ہیں؟"

"تو تم حسین ہو؟ انٹرسٹنگ۔"

"اور کیا؟ اتنی زیادہ۔"

"تو اپنے چہرے کو اتنے عجیب و غریب طریقے سے چھپا کیوں رکھا ہے تم نے... مجھے اس اندھیرے میں صرف تمہارے ماتھے کا تلک... یہ گول گول سرخ دائرے... گندے سے طریقے سے لگی لپ اسٹک اور خطرناک حد تک پھیلا کاجل ہی نظر آرہا ہے۔ لگتا ہے تم نے اپنی ٹیڑھی میڑھی آنکھوں... لمبی ناک یا چہرے کے کسی اور نقص کو چھپانے کے لیے یہ سب کیا ہے؟"

وہ جان بوجھ کے اسے اکسا رہا تھا۔ اس بہروپ بھرنے کی وجہ جاننا چاہتا تھا۔

"جی نہیں... جن کے چہرے بہت زیادہ حسین ہوں وہ بھی خود کو چھپا کے رکھتے ہیں' تاکہ کسی کی نظر نہ لگ جائے ان کو اور ان کے حسن سے کسی کا دماغ نہ خراب ہو جائے۔"

"کس نے یہ خوش فہمی دلادی ہے تمہیں؟"

"سب ہی کہتے ہیں کہ میں بہت سویٹ اور بہت ہی کیوٹ ہوں... ارے... میرا گھر آنے والا ہے۔"

وہ کشتی روک کے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں ہے گھر؟ مجھے تو یہاں کوئی گھر نظر نہیں آرہا۔"

"بس... پاس ہی ہے... مجھے یہاں سے پیدل جانا ہوگا۔"

"اور میں؟" وہ گھبرا گیا۔

"تم کشتی کو سیدھا آگے لے جاؤ' آٹھ' دس منٹ کے بعد کیمپ پوسٹ نظر آئے گی۔ وہاں روک کر اتر جانا... رائٹ ٹرن لوگے تو سامنے وہ روڈ ہے' جس پہ تمہارا گھر ہے۔"

وہ جاتے جاتے جلدی جلدی اسے ہدایات دینے لگی۔

"ارے... مگر... سنو تو... لڑکی... مجھے کشتی چلانا نہیں آتی۔"

"وہ میرا مسئلہ نہیں ہے... بائے... بائے۔"

وہ بھاگتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ ڈر تھا۔ وہ اس کے پیچھے نہ آجائے اور گھر تک کا راستہ نہ دیکھ لے۔ کیا پتا مہرماما سے شکایت لگانے پہنچ جاتا۔

"او گاڈ... اب کیا کروں؟"

مائر نے پریشانی سے ادھر ادھر دیکھا۔

رات کی تاریکی... دور' دور تک کوئی نظر نہیں آرہا تھا۔ وہ گھبرا کے اٹھا تو کشتی کے ڈگمگا جانے پہ اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہو گیا۔ مگر پھر اس نے خود کو ہمت دلائی۔

"کیا ہو گیا مائر... ذرا سی لڑکی اتنی دیر تک اکیلی چلاتی رہی ہے۔ تم بھی کوشش کر کے دیکھ لو۔"

اس نے چپو سنبھالے' تب ہی اس کی نظر کشتی میں گرے بُندے کی جانب گئی۔

مائر نے جھک کے اسے اٹھا لیا... چاندی کے بُندے میں لگے سبز نگینے سے شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ مائر کے ہونٹوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آئی اور اس نے بُندے کو ہتھیلی میں چھپا کے زور سے مٹھی بند کرلی۔

☼ ☼ ☼

میشا چوری چھپے' دبے پاؤں گھر کے اندر داخل ہوئی اور دائیں بائیں چوکس نظروں سے دیکھتی... سینڈل اتار کے ہاتھ میں پکڑے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ آخری سیڑھی پہ پہنچ کے وہ ٹھٹک کے رکی۔ کیونکہ سامنے پر شکوہ خانم کی وہیل چیئر نے اس کا راستہ روک لیا تھا۔

"گرینی!" دونوں ہی ایک لمحے کے لیے سکتے کے عالم میں آگئی تھیں۔

میشا ڈر کے مارے۔

اور پر شکوہ خانم تعجب کے مارے۔

دونوں پھٹی پھٹی آنکھوں سے ایک دوسرے کو دیکھ رہی تھیں۔

"میشا!" پر شکوہ خانم کے لہجے میں حیرت کے ساتھ ساتھ بے پناہ بے یقینی بھی تھی۔ "یہ سب کیا ہے میشا؟"

اچانک ان کی حیرت پہ غصہ غالب آگیا اور وہ زور سے چلائیں... غالباً" سالوں کے بعد کسی نے ان کی اتنی بلند آواز سنی تھی۔

"سوری... گرینی... وہ میرا بہت دل چاہ رہا تھا۔"

"کیا مطلب ہے' دل چاہ رہا تھا؟ یہ فضول خیال تمہارے دماغ میں آتے ہی کیوں ہیں؟"

"گرینی... سوری ناں۔" وہ سہم سی گئی' ان کا اتنا شدید ردعمل دیکھ کے۔

"میں بھی آپ سے جھوٹ بول کے نہیں جانا چاہتی تھی۔ مگر آپ نے منع کر دیا تھا تو میں کیا کرتی۔ میرا بھی تو دل چاہتا ہے گھومنے پھرنے کو' مزے کرنے کو' آپ کیوں مجھے بند کر کے رکھنا چاہتی ہیں۔"

"میں تمہارے جھوٹ بول کے جانے پہ اتنی ناراض نہیں ہوں میشا... جتنا اپ سیٹ میں تمہارے اس ڈریس اور حلیے کو دیکھ کے ہوں... کیوں بنایا تم نے یہ حلیہ؟ کیوں اپنایا اس روپ کو؟ کیوں؟ کیوں؟"

شدت جذبات و غضب سے ان کی آواز پھٹ سی گئی۔

"میرے پاس کوئی اچھا ڈریس بھی تو نہیں ہے۔ میرا بھی دل چاہتا ہے اچھے اچھے کپڑے پہننے کو... ہاں ٹھیک ہے' میں نے چوری کی' سب کی کچھ نہ کچھ چیزیں غائب کیں' مگر اس لیے کیونکہ مجھے یہ ڈریس بنانا تھا۔"

"آخر یہ ہی کیوں؟ ایسا لباس ہی کیوں بنایا تم نے؟ آخر تم کیوں نہیں' وہ سب بھول..."

دکھ بھرے لہجے میں کہتے کہتے وہ چپ ہو گئیں۔

کیونکہ بیشا ان کی ادھوری بات کا مفہوم جاننے کے لیے نیم وا لب لیے ان کو تک رہی تھی۔

"جلدی کرو کپڑے بدل کے آؤ۔ مجھے دوپہ لباس ایک منٹ سے بھی پہلے... آئندہ میں تمہیں اس طرح کے حلیے میں نہ دیکھوں اور فوراً" اسے پچکارا "اپنا منہ دھو کے آؤ۔"

اور جب تک بیشا رگڑ رگڑ کے اپنے منہ سے وہ رنگ اتار کے آئی مہر پچھلے احاطے میں موجود اس لباس کو مٹی کا تیل چھڑک کے دیا سلائی دکھا چکی تھیں۔

وہ چپ چاپ سنجیدہ سی شکل بنا کے ان کے برابر کھڑی ہوئی اور آگ کے لپکوں پہ نظر جما دی۔

مہر امی اور زینی کے ساتھ بڑی شتابی سے اندر داخل ہوئی تھیں۔ مگر احاطے کے عین وسط میں الاؤ دہکتا دیکھ کے وہیں تھم گئی اور سب سے پہلے بیشا کو تیز نظر سے گھورا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"

"دیکھ رہی ہیں۔ رو رہی ہوں۔" "کیوں؟"

زینی نے تنک کے پوچھا۔

"جتنا کام تمہاری ماں اسے سونپ کے گئی تھی اس کے بجائے تمہیں کرنا پڑتا تو تم بھی رو رہی ہوتیں۔"

اس بار جواب پہ شگوفہ خانم کی جانب سے آیا۔ جسے نظر انداز کرتے ہوئے مہر نے بدستور شک بھری نظریں بیشا پہ جما کے پوچھا۔

"کام کیے بھی ہیں... یا؟"

"آپ جا کے چیک کر لیں۔ ایک ایک کام کر کے گئی تھی میں۔" بے ساختہ کہتے ہی اس نے زبان کی نوک دانتوں تلے دبا لی۔

"کہاں؟ کہاں گئی تھیں تم؟"

"میرے ساتھ اسٹور روم کی صفائی کرنے گئی تھی اور اسے کہاں جانا تھا۔"

شگوفہ خانم نے مہر کی تشفی کرائی۔ جو بہرحال ابھی نہ ہوئی تھی۔ کیونکہ وہاں سے سوال پہ سوال نشر ہو رہا تھا۔

"اور یہ کیا جلایا جا رہا ہے؟"

"بتایا تو ہے اسٹور روم کی صفائی کروائی ہے، کچھ فالتو سامان نکلوایا ہے وہ ضائع کر رہی ہوں۔"

"ماما نے اتنے فون کیے، کوئی فون کیوں نہیں اٹھا رہا تھا۔"

"ہم اسٹور روم میں تھے۔ وہاں تک کیسے آواز جاتی۔"

"آخر یہ اسٹور روم میں رات کے وقت جانے کی کیا تک تھی۔" مہر خود بھی زچ ہو رہی تھی ان کو بھی کر رہی تھی۔

"ہم تینوں ماں بیٹیوں کو سوال در سوال کرنے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے۔ میرا گھر ہے۔ میرا جب دل چاہے گا، جہاں چاہے گا صفائی کراؤں گی، تمہیں خیال نہیں ہے ان سب باتوں کا تو کیا مجھے بھی نہیں ہو گا۔ خبردار جو اب کوئی اور سوال کیا تو چلو بیشا! مجھے اندر لے چلو۔ میں تھک گئی ہوں کام سے کم اور اس تفتیش سے زیادہ... تم بھی شام سے میرا سایہ بنی ہو... اب چل کے آرام کر لو۔"

بیشا مسکین سی شکل بنائے ان کی وہیل چیئر اندر لے جانے لگی۔ مہر وہیں کھڑی ذرا غیر مطمئن سے انداز میں انہیں دیکھ رہی تھی۔

"مطلب وہ کوئی اور تھی جو ہمیں وہاں ملی؟ بس ذرا ذرا بیشا جیسی تھی۔"

امی نے مشکے جیسا سر ہلایا اور زینی نے سوال کیا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے ماما؟"

"مجھے نہ اس لڑکی پہ اعتبار ہے، نہ تمہاری گرینی پہ۔"

"تو آپ نے کچھ کہا کیوں نہیں؟"

"تمہاری گرینی سے کوئی بحث کر سکتا ہے بھلا اور میرے پاس ثبوت بھی تو نہیں ہے۔"

"میرا خیال ہے ماما... ہمیں ہی غلط فہمی ہوئی ہے، وہ وہاں ہوتی تو یہاں پہ سب کام کون کرتا... اور ہم سے پہلے وہ واپس کیسے پہنچتی۔" امی جلدی مطمئن ہونے والوں میں سے تھی۔

☼ ☼ ☼

دن میں جب امی اور زینی کالج میں تھیں... بیشا اسی طرح دبے پاؤں وہ سب چیزیں رکھنے ان کے کمرے میں گئی... جیسے لینے گئی تھی۔

"یہ امی مونی کی پازیب... یہ زینی سڑلی کا کلپ... یہ آئی لائنر۔"

الماری کھول کے دراز میں رکھتے ہوئے وہ احتیاطاً مڑ مڑ کے ادھ کھلے دروازے کی جانب بھی دیکھ رہی تھی کہ مہر نہ آ جائے۔

"اور یہ زینی کے بندے، ارے، اس کے ساتھ کا دوسرا کہاں گیا۔"

بندے رکھتے ہوئے وہ چونکی... وہ بس ایک ہی تھا۔ سبز رنگ والا چاندی کا بندا۔

"اوفوہ... شاید گرا آئی ہوں... مصیبت... چلو... یہ ایک ہی رکھ دیتی ہوں۔ وہ تو پتا نہیں اب کہاں ہو گا۔"

☼ ☼ ☼

ماژر کی آنکھوں میں ابھی تک نیند کا خمار تھا۔ رات جھیل کے راستے سے واپس آنا اور خود کشتی چلا کے آنا اس کے لیے ایک نیا مگر تھکا دینے والا تجربہ تھا۔ رات بہت دیر سے نیند آئی تھی۔ مگر کچی نیند جاگنے کے باوجود وہ خود کو بڑا ہشاش بشاش محسوس کر رہا تھا۔

فرانسیسی طرز کے بنے دریچے سے آتی نرم گرم شعاعوں نے اس کے سنہری گندم کے خوشوں کی رنگت والے چہرے پہ ایک نکھار سا روشن کر دیا تھا۔ وہ ہونٹوں پہ ہلکی ہلکی محظوظ ہونے والی مسکراہٹ کے ساتھ باہر دیکھنے لگا۔ جہاں ٹیولپس روز قطار در قطار بہار دکھا رہے تھے۔ انگڑائی لیتے ہوئے وہ اٹھا تو کچھ ہلکا سا اس کے پیروں پہ دھم سے آن گرا۔ اس نے جھک کے دیکھا۔

وہی سبز رنگ والا چاندی کا بندا تھا۔

وہ مسکرا دیا۔ اسے بیشا کی باتیں نئے سرے سے یاد آنے لگیں۔

"ارے... ڈر گئے... اور مجھے لگا تم میرا ڈر دور کرو گے۔"

وہی بے ساختہ کھلکھلاہٹ۔

ماژر نے بندا اٹھا کے اپنی ہتھیلی پہ رکھ لیا۔

"سب کہتے ہیں... میں بہت سویٹ اور کیوٹ ہوں؟" ماژر کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی۔

"ضرور ہو گی... جس کی باتیں اتنی سویٹ اور کیوٹ ہیں، وہ خود کیسی ہو گی۔"

اس نے ذرا دیر کے لیے آنکھیں بند کر کے اسے تصور کرنا چاہا۔ مگر ایک بھی نقش واضح طور پہ ذہن میں نہیں ابھر رہا تھا۔ ایک تو رات کی سیاہی، دوسرا اس کا عجیب و غریب سوانگ۔

"مگر تم جو بھی تھیں... تھیں بہت دلچسپ اور صاف اور شفاف بھی، کیسے ڈھونڈوں تمہیں کیا اس بندے کے سہارے۔"

وہ ہتھیلی پہ رکھے بندے کو تکنے لگا۔

اور دور کہیں جھیل کے اس پار کائی زدہ اینٹوں سے بنی خورد و جھاڑوں میں چھپی اس عمارت کے سب سے پچھلے کمرے میں کھڑی بیشا دیوار پہ بنی اس پینٹنگ کو سحر کے عالم میں تک رہی تھی۔ جہاں ایک شہزادہ شیشے کی سینڈل ہاتھ میں لیے اپنی سینڈریلا کو ڈھونڈ رہا تھا۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

فائزہ افتخار

اک تھی سیدہ طاہرہ

سیف اللہ کاروبار کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔ وہ نیپال کے دورے پر گئے تو واپسی پر میثاان کے ساتھ تھی۔ وہ ان کے دوست کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تو سیف اللہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ سیف اللہ کی والدہ پر شکوہ خانم نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا مگر ان کی بیوی مہر نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ ناراض ہو گئی اور دونوں بیٹیوں' زینی اور رامی کو ساتھ لے کر میکے چلی گئی۔ سیف اللہ نے اپنی منیجر تارا کو چھوڑ کر مہر سے پسند کی شادی کی تھی۔ وہ مہر کی جدائی میں راتوں کو جاگنے لگا۔ دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر مہر واپس آ گئی مگر وہ میثا کو اس گھر سے نکال نہیں سکی کیونکہ وہ مکان پر شکوہ خانم کے نام تھا۔ اور وہ میثا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ مہر نے میثا کی تعلیم چھڑا دی۔ کیونکہ کاروبار مہر کے نام تھا۔ وہ میثا پر پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پر شکوہ خانم میثا کو گھر ہی میں پڑھانے لگیں۔ انہیں میثا کے خوابوں سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اس کے خواب پراسرار ہوتے تھے اور اکثر سچے بھی ہوتے تھے۔

علاقے میں میلہ لگا تو مہر' رامی اور زینی جوش و خروش کے ساتھ وہاں جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ میثا بھی جانا چاہتی تھی۔ مگر مہر اور زینی نے اسے روک دیا۔

ناولٹ

میشانے تہیہ کرلیا کہ خواہ سب سے چھپ کر سہی، میلے میں ضرور جائے گی۔ میشانے پُرشکوہ خانم کی پرانی ساڑھی اور مہر کے کمرے کے پردے کاٹ کر ایک خوب صورت لباس تیار کیا اور چہرے پر بھونڈے انداز میں میک اپ تھوپ لیا تاکہ کوئی اسے دیکھے بھی تو پہچان نہ سکے۔ کانوں میں اس نے زینی کے بُندے پہن لیے۔

میشا میلے میں گئی تو اسے وہاں دیر ہو گئی۔ اسے مائز نامی ایک نوجوان ملا۔ میشانے اسے گھر تک ساتھ چلنے کا کہا مگر اسے اپنا نام، پتا نہیں بتایا۔ وہ مائز کو اپنے ساتھ کشتی میں لے گئی۔ میشا کشتی سے اتری تو اس کا ایک بندا کشتی میں گر گیا۔ اس کے جانے کے بعد مائز نے وہ بُندا سنبھال کر رکھ لیا۔ میشانے اپنی بے ساختہ باتوں سے اسے متاثر کیا تھا۔

۳ — تیسری قسط

صبح کے دھندلکے میں وہ سفید لباس میں دھند کا ہی ایک حصہ لگ رہی تھی۔ اور اس کے اترے ہوئے چہرے پہ افسردگی کی چھاپ خاصی نمایاں تھی۔ ہاتھوں سے کھڑکی کے شیشے کو صاف کرتے ہوئے اس کی نظر سامنے سے وہیل چیئر گھسیٹ کے لاتی گرینی پہ گئی۔ تو افسردگی پہ خفگی غالب آگئی اور ہاتھ بہت تیزی سے شیشوں کی دھند اور نمی کو کھرچنے لگے۔ اس کی پھرتیاں دیکھ کے گرینی کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ آگئی۔

"ناراض ہو اپنی گرینی سے۔"

"آپ بھی تو ناراض ہوتی ہیں مجھ سے، جب آپ کو میری کوئی بات بری لگتی ہے۔"

"تمہیں میری کیا بات بری لگی؟ کیا یہ کہ میں نے تمہارے جھوٹ بولنے پہ تمہیں سزا نہیں دی۔ تمہارے چوری کرنے پہ تمہیں مارا نہیں؟ میں ایسا کرتی تو تم خوش ہوتیں؟"

ان کے پوچھنے پہ میشانے لاجواب ہو کر نظر ہی چرالی۔ جس پہ پُرشکوہ خانم نے لوہا گرم دیکھ کے ایک نازک سی ضرب اور لگائی۔

"تمہیں خود احساس ہونا چاہیے میشا! کہ تم نے کتنی غلط حرکت کی ہے۔"

"ہاں۔ مگر کی تو آپ کی وجہ سے ہے نا۔" وہ پھر سے ڈھٹائی پہ اتر آئی۔ "اگر آپ مجھے جانے کی پرمیشن دے دیتیں تو مجھے یہ سب نہ کرنا پڑتا۔"

"وہ تو میں تمہیں نہیں دے سکتی تھی۔"

"مگر کیوں؟"

"بس۔ میری مرضی۔" پُرشکوہ خانم کا بھی جب جی چاہتا اس کے مقابلے پہ آ کے بچپنا دکھا لیتیں۔

"تو ٹھیک ہے۔ میں بھی ناراض ہی رہوں گی۔ میری مرضی۔" اس نے مزید منہ پھلا لیا۔ انہیں ہنسی تو بہت آئی۔ مگر دبا کے اس کے جذبات میں چٹکی سی کاٹنی چاہی۔

"تمہیں میری ذرا سی بھی پروا نہیں ہے میشا۔"

"آپ کو ہے؟" ۔۔۔ ترکی بہ ترکی جواب دینا تو جیسے اس کی سرشت میں تھا۔

"کیوں نہیں۔ تمہارے علاوہ اور کون ہے میری زندگی میں۔"

"بس رہنے دیں گرینی! زبانی زبانی پیار۔ ایک بھی بات نہیں مانتیں آپ میری۔ سب لوگ ہر جگہ آتے جاتے ہیں۔ جس کا جو دل چاہتا ہے وہ کرتا ہے۔ پھر آخر میں ہی کیوں؟"

وہ روہانسی ہو گئی۔ جھاگ سے بھرے ہاتھوں کے پیالے میں چہرہ رکھ کے وہیں کھڑکی کے پاس ٹھس سی بیٹھ گئی۔

"وہ اس لیے میری جان! کہ تم میں اور دوسروں میں بہت فرق ہے۔"

"کیسا فرق۔"

"فرق یہ ہے کہ تم اپنی گرینی کو بہت پیاری ہو اور وہ تمہاری بہت پروا کرتی ہیں، جبکہ باقی لوگوں کی مجھے پروا نہیں ہے۔ میری بلا سے وہ جو جی چاہے کریں۔ ایک

دن تم خود سب سمجھ جاؤ گی کہ میں جو کرتی ہوں تمہارے بھلے کے لیے کرتی ہوں۔"

☼ ☼ ☼

مائز مٹھی میں رکھے بُندے کو مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ کارا کی آواز پہ چونک کر اس نے مٹھی کو زور سے بند کیا اور اپنے ٹراؤزر کی جیب میں ہاتھ گھساتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"کیسے ہو مائز! رات کو اتنی دیر سے واپس کیوں آئے تھے۔ تم تو کہہ رہے تھے فون پہ۔ کہ بہت بور ہو رہے ہو۔"

"بورنگ تو واقعی بہت تھا وہ سب۔ اور میں اسی لیے جلدی نکل آیا تھا۔ مگر راستے میں دیر ہو گئی۔ بلکہ راستہ بھول گیا تھا میں۔"

"اوہ۔ کہیں کسی غلط جگہ تو نہیں جا نکلے؟"

کارا پریشان سی ہو گئی۔ اپنے ہوش میں پہلی بار تو آیا تھا مائز یہاں۔

"نہیں۔ غلط تو نہیں۔" وہ مبہم سا مسکرایا۔ مگر اس ابہام میں بھی بہت تفصیل تھی۔

"جو تھا کافی صحیح تھا۔ مجھے تو اچھا لگا اس راستے پہ بھٹکنا۔"

"عجیب باتیں کرتے ہو تم۔ لگتا ہے فیسٹول میں جا کے تم واقعی اتنے بور ہو گئے تھے کہ اس کے مقابلے میں تمہیں راستوں میں بھٹکنا زیادہ اچھا لگا۔ ویسے میں نے تو تمہیں اسی لیے وہاں بھیجا تھا کہ تم یہ جگہ اچھی طرح دیکھ لو۔ جہاں تم پیدا ہوئے، جہاں تم نے اپنی زندگی کے ابتدائی دن گزارے اور جو تمہارے والدین کا آبائی وطن ہے۔"

"میں آپ کی فیلنگز سمجھ سکتا ہوں ماما۔ آپ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ گزارا ہے یہاں۔ مگر میں اپنے اندر زبردستی یہ لگاؤ پیدا نہیں کر سکتا۔ مجھے تو وہیں جانا ہے جہاں سے میں آیا ہوں اور جہاں کے فاسٹ لائف اسٹائل کا عادی ہوں۔"

"میں تمہیں یہاں رکنے کا نہیں کہہ رہی۔ مگر میں اتنا ضرور چاہوں گی کہ تم جاتے جاتے یہاں سے ایک نیا رشتہ ضرور ساتھ لے جاؤ۔" کارا نے معنی خیز انداز میں اس کے کالر کی گرد جھاڑتے ہوئے کہا۔

"نیا رشتہ؟"

"ہاں۔ میں تمہاری شادی یہاں کرانا چاہتی ہوں۔ اپنے ملنے جلنے والوں میں۔ تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہے۔ میرا مطلب ہے اگر تمہیں کوئی پسند ہے تو بتا سکتے ہو؟"

"پسند۔" مائز کے کانوں کے قریب میشا کی سرگوشی نے گدگداہٹ سی کی۔

"جادوگرنیاں کوئی اتنی حسین ہوتی ہیں؟"

اس کی مسکراہٹ دیکھ کے کارا نے اندازہ لگایا۔

"اوہ۔ تمہاری مسکراہٹ بتا رہی ہے کہ کوئی ہے جسے تم پسند کرتے ہو۔ کون ہے وہ۔"

"ہے ایک۔ جادوگرنی۔" مائز کی مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"جادوگرنی؟" وہ پہلے حیران ہوئی، پھر سر جھٹک کے مسکرا دی۔ کہ شاید بات کو ٹالنے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہو مائز کے نزدیک۔

"تو تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے، اگر میں یہاں تمہارے لیے کوئی لڑکی دیکھوں تو؟"

"دیکھیں۔ ضرور دیکھیں۔ دیکھنے پہ اعتراض نہیں ہے۔ مگر میری مرضی کے بغیر آپ کوئی فیصلہ کریں گی تو ضرور ہو گا اعتراض۔"

"ہاں ہاں۔ سب کچھ تمہاری مرضی کے مطابق ہو گا ڈیئر۔"

☼ ☼ ☼

"تم بڑی لکی ہو مہر۔" سمارا نے بلیک ٹی کی چسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

"اوہ۔ واقعی؟" مہر ابھی اترانے کی تیاری کر رہی تھی کہ سمارا کے اگلے فقرے نے اس کے ماتھے پہ ان گنت شکنیں ڈال دیں۔

"ہاں۔ کیونکہ تمہارے پاس میشا ہے۔"

"کیا۔۔ یہ میری خوش قسمتی نہیں، بد قسمتی ہے سمارا۔"

"تم سمجھ نہیں رہیں مہر۔ مجھے دیکھو۔۔ تھک جاتی ہوں ملازمائیں بدل بدل کے۔۔ کوئی ہڈ حرام۔۔ تو کوئی چور اور تم۔۔ تمہاری دو، دو بیٹیاں ہیں۔۔ مگر مل کے پانی تک نہیں چھتیں۔ یشا نے ہی سارا گھر سنبھالا ہوا ہے۔ کاش میری بھی کوئی سوتیلی بیٹی ہوتی۔" اس کے لہجے میں اتنی حسرت تھی کہ مہر کو شدید غصے کے باوجود ہنسی آگئی۔

"تم ابھی یشا سے واقف نہیں ہو۔ کوئی میڈ کیا اتنا تنگ کرے گی جتنا یہ لڑکی کرتی ہے۔"

"پھول کے ساتھ کانٹے تو ہوتے ہی ہیں دوست۔"

"ماما! کیا آپ جھیل کے دوسری طرف ۔۔ آنے والے لوگوں کو جانتی ہیں؟"

زینی نے کالج سے آتے ہی بڑی بے تابی سے ماں سے پوچھا تھا۔ اس کے چہرے کی تمتماہٹ بتا رہی تھی کہ اس کے پاس کوئی ہیجان خیز خبر ہے۔

"جھیل کے اس پار۔۔" مہر نے کچھ سوچتے ہوئے ذہن پہ زور دیا۔

"تم کارا مینشن کی بات کر رہی ہو؟" سمارا نے مشکل آسان کی۔

"ہاں۔۔ ہاں۔۔ وہی۔" زینی نے زور و شور سے سر ہلایا۔

"تمہیں کیا ضرورت پڑ گئی ان کے بارے میں جاننے کی۔" مہر کا موڈ پھر سے غارت ہو گیا۔

"ماما۔۔ میں نے سنا ہے، وہ بہت امیر کبیر لوگ ہیں۔"

"کوئی ایسے ویسے۔۔ بلکہ اب تو کارا کی دولت کا کوئی شمار ہی نہیں، شاہانہ زندگی گزار رہی ہے پیرس میں۔"

"ہوتا رہے، ہمیں کیا۔" مہر نے بڑی مشکل سے دل کی جلن پہ چھینٹے مار کر کہا۔

"پورے علاقے میں ان کے قصے پھیلے ہوئے ہیں۔ اسپیشلی ان کے بیٹے کے۔"

"ہاں مہر۔۔ بڑا ہی ہینڈسم ہے کارا کا اکلوتا بیٹا۔" سمارا نے کہا۔ زہر لگی وہ اس وقت مہر کو۔۔

"سنا ہے وہ یہاں آئی ہی اس لیے ہے کہ اپنے لیے بہو تلاش کر سکے۔"

"بہو۔" اس بار زینی کے ساتھ ساتھ مہر بھی کچھ چونکی۔

"ہاں۔۔ اور سوچو۔۔ کروڑ پتی اکلوتے لڑکے کی بیوی ہونا کسی بھی لڑکی کے لیے کتنی خوش قسمتی کی بات ہے۔ تم تو بے وقوف ہو مہر! جو کارا جیسی عورت سے رشتے داری ہونے کے باوجود اس سے نہیں ملتیں۔"

"کیا؟" زینی چلا اٹھی۔ "ہماری رشتے داری ہے ان سے۔"

وہ سوالیہ حیران نظروں سے ماں کو دیکھ رہی تھی جو سمارا کی بات ان سنی کرنے کی بھرپور کوشش میں مصروف تھی۔ مگر اب کر نہیں پا رہی تھی۔

"تمہاری جگہ میں ہوتی تو یہ موقع کبھی ہاتھ سے نہ جانے دیتی مہر۔"

"کیسا موقع۔"

"اپنی بیٹی کو کارا کی بہو بنانے کا سنہرا موقع۔"

مہر نے پرسوچ انداز میں زینی کو دیکھا۔ جس کے چہرے پہ سمارا کی بات نے کئی رنگ پھیلا دیے تھے۔

☼ ☼ ☼

اس نے دودھیا جھاگ جیسا ریشمی لبادہ پہن رکھا تھا جو اس کے پیروں سے بھی نیچے آ رہا تھا۔

تلووں کے نیچے مخملیں گھاس کی نمی محسوس ہو رہی تھی جو مزاج میں عجیب سی سرشاری پیدا کر رہی تھی۔ تاحد نظر ایک تراوٹ اتار دینے والا سبزہ تھا۔۔ فضا میں گنگناہٹ بھری اٹھکیلیاں تھیں اور قدم جما جما کے چلتی تب ٹھٹک کے رک گئی جب دور بادلوں کے جھرمٹ میں سے ایک بادل ہوا کے دوش پہ سوار اس کی جانب بڑھتا محسوس ہوا۔۔ ہوا کی گنگناہٹ اس کی رفتار سے سنسناہٹ میں بدل گئی تھی۔ ذرا قریب آنے پہ یشا کا تعجب کم ہوا۔ کیونکہ وہ بادل کا کوئی گولہ نہیں، بلکہ ان ہی بادلوں کے رنگ کا ایک سفید گھوڑا تھا۔ جس پہ بیٹھا سفید چست لباس والا وہ اجنبی اسے سرپٹ دوڑاتا یشا کی جانب آ رہا تھا۔ یشا کے لبوں پہ خیر مقدمی مسکراہٹ آئی اور اس سے پہلے کہ وہ ہاتھ ہلا کے اسے اپنی جانب متوجہ کرتی۔ عقب سے کچھ اور نامانوس آہٹیں اس کی سماعتوں سے ٹکرا گئیں۔ اس نے پلٹ کے دیکھا۔

وہ بہت سے تھے۔

اور بہت وحشیانہ انداز میں بھاگتے اس طرف آ رہے تھے۔ ان کے قدموں کی بے ہنگم رفتار نے دھول اڑا کے ایک غبار سا اٹھا رکھا تھا اور اس غبار میں وہ ہیولے سے نظر آ رہے تھے۔۔ یشا کی مسکراہٹ کی جگہ ایک ہراس نے لے لی اور اس نے مدد طلب انداز میں سامنے سے آتے گھڑ سوار اجنبی کو دیکھنا چاہا۔۔ مگر اب وہاں سوائے بادل کی ٹکڑیوں کے اور کچھ نہ تھا۔ جو تتر بتر ہو کے لاوارث انداز میں گھوم رہی تھیں۔ یشا نے ریشمی لبادے کو مٹھیوں میں بھر کے اوپر اٹھایا اور ان ہیولوں کے مخالف سمت بھاگنے لگی۔

غبار بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔ آگے بھاگتے بھاگتے وہ کئی بار مڑ کے پیچھے دیکھتی اور ہیولوں کے جم غفیر سے ڈر کے اپنی رفتار بڑھا دیتی۔۔ کبھی اس کا ریشمی لبادہ کسی جھاڑی سے اٹک جاتا، جسے کھینچ کے وہ تار تار کر ڈالتی، تو کبھی پیچھے مڑ کے دیکھنے کی وجہ سے اس کا سر سامنے کسی پیڑ کے تناور شاخ سے ٹکرا جاتا۔

نہ جانے وہ کتنا دوڑی تھی۔۔ کتنے پہر بیتے تھے بھاگتے بھاگتے۔۔ دن کا اجالا تاریکی میں اور آسمان کی نیلگوں ٹھنڈک سفاک اندھیرے میں ڈھل چکی تھی۔۔ ہیولے اب اور بھی دہشت ناک لگ رہے تھے اور ان کے حلق سے گونجتے وہ اجنبی زبان کے منتر، جو سارے جنگل میں پھیلے ہوئے تھے۔

یشا کی سانس بری طرح پھول چکی تھی۔۔ اس کا دل جیسے ہر رگ۔۔ ہر شریان میں دھڑک رہا تھا۔۔ پاؤں چھل کے خونم خون ہو رہے تھے۔ اچانک اپنے پیر کے نیچے کچھ لجلجا پن محسوس کر کے وہ لمحہ بھر کو ٹھٹکی۔

اس کا پاؤں کسی بھنبھور ناگ پہ تھا۔

ایک چیخ مارتے ہوئے اس نے اپنا پاؤں اس پہ سے اٹھایا اور بھنبھور نے اپنا پھن پھیلاتے ہوئے بڑے غیض و غضب کے ساتھ اسے گھورا۔

☼ ☼ ☼

پرشکوہ خانم نے ضخیم کتاب ایک جانب رکھتے ہوئے چشمہ اتارا اور ابھی لیمپ بجھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ مہر کو اندر داخل ہوتے دیکھ کے اچنبھے کے ساتھ وہیں رک گئیں۔۔ مہر کے تاثرات کسی غیر معمولی تمہید کے آثار دے رہے تھے۔

"تم رات کے اس پہر کون سے نشتر چبھونے آئی ہو مجھے؟"

انہوں نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔۔ مگر دوسری جانب سے غیر متوقع اور حیرت انگیز طور پر ترشی کا مظاہرہ نہ ہوا۔۔ بلکہ ایک تصنع میں بھیگی مسکراہٹ نے ان کے صبر کا امتحان لینا چاہا۔

"آپ نے تو کبھی میرے بارے میں کچھ اچھا سوچا ہی نہیں۔۔۔ ہمیشہ بدگمان ہی رہتی ہیں۔ مگر مجھے پھر بھی آپ کا خیال ہے۔ مجھے احساس ہو رہا ہے کہ اس دن کارا والی بات پہ میں نے آپ کے ساتھ کچھ مس بی ہیو کر دیا تھا۔"

"تمہیں ایسے احساس کب سے ہونے لگے؟"

"مجھے آپ کو اس سے ملنے کے لیے منع نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

مہر نے ان کے طنز کو نظر انداز کرنے کا ریکارڈ قائم کرنا چاہا۔ مگر دوسری جانب سے بھی نظر اندازی کی ادا برقرار تھی۔

"تمہارے منع کرنے یا نہ کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ میں اپنی مرضی کی مالک ہوں اور اس سے ملنے پر ضرور جاؤں گی۔"

"آپ بڑی ہیں۔۔۔ وہ آپ کی بھانجی ہے۔ اسے چاہیے کہ وہ آپ سے ملنے آئے۔ آپ اس عمر اور معذوری کے ساتھ کیوں زحمت کریں گی۔ آپ اسے ڈنر پہ کیوں نہیں انوائیٹ کرتیں۔"

اس بار پر شکوہ خانم خود کو حیرت کے بے ساختہ اظہار سے روک نہ پائیں۔

"ڈنر پہ؟ کارا کو؟ یہاں؟"

"ہاں۔۔۔ آخر وہ اتنے عرصے بعد لوٹی ہے، ہمیں اسے ویلکم ڈنر دینا چاہیے۔ میں نے سب پرانی باتیں بھلا دی ہیں۔"

ابھی اتنا کافی نہیں تھا کہ مہر نے انہیں حیرت کا ایک اور شدید جھٹکا دیتے ہوئے مسکرا کے اپنی بات مکمل کی۔

"صرف اور صرف آپ کے لیے۔"

☼ ☼ ☼

میشا شاید اپنی ہی چیخ سے ڈر کے جاگی تھی۔۔۔ مگر کمرے کا سناٹا۔۔۔ خشک ہوتا حلق۔۔۔ اور سوکھ کے آپس میں پیوست ہوئے لب بتا رہے تھے یہ چیخ اس کے خواب میں گونجی تھی۔۔۔ حقیقت میں تو وہ اس قابل بھی نہ تھی کہ چلا کے اپنے خوف کا اظہار کر سکتی۔

اس نے اپنے دونوں پیر آپس میں رگڑ کے اس لجلجے خوف زدہ لمس کے احساس سے نجات حاصل کرنا چاہی۔ مگر اب وہ لمس اسے پورے بدن پہ سرسراہٹ کے ساتھ رینگتا محسوس ہو رہا تھا۔ بیڈ سے چھلانگ مار کے اترتے ہوئے اس نے ہمیشہ کی طرح باہر کا رخ کرنا چاہا۔ تاکہ گرینی کی آغوش میں پناہ لے سکے۔ مگر بڑے ہی برے وقت میں یاد آیا کہ وہ تو گرینی سے ناراض ہے۔

وہ وہیں دروازے کے پاس دھم سے بیٹھ گئی اور کانپتے وجود کو سمیٹ سیکڑ کے ساتھ لگا لیا۔۔۔ گھٹنوں میں چہرہ دے کر نہ جانے کتنی دیر تک وہ روتی رہی۔

☼ ☼ ☼

وہاں پر شکوہ خانم بھی رات بھر جاگتی مہر کی کایا پلٹ پہ ہی سوچ و بچار کرتی رہیں۔

"اس کی کوئی بھی بات بغیر غرض یا مطلب کے نہیں ہوتی۔ ضرور اس کے پیچھے بھی کوئی۔۔۔"

تب ان کی نظر دیوار پہ گھڑی کی جانب گئی۔

"آٹھ بجنے والے ہیں اور میشا ابھی تک میرا ناشتا نہیں لائی۔ وہ مجھ سے کتنی بھی ناراض ہو۔ مگر میری ضروریات سے کبھی غافل نہیں ہوتی۔"

یہ بے چینی انہیں وہیل چیئر دھکیل کے میشا کے کمرے کی جانب لے جانے پہ مجبور کر گئی اور وہاں میشا کو بخار میں بے سدھ دیکھ کے ان کے ہاتھ پیر پھول گئے۔

"میشا۔۔۔ میشا۔۔۔ آنکھیں کھولو بیٹا۔۔۔ یا اللہ اتنا تیز بخار۔۔۔ میشا۔۔۔ بچے! تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟"

"گرینی۔۔۔!" اس نے بمشکل اپنی متورم آنکھیں کھول کے انہیں دیکھا۔ "میں نے۔۔۔ رات کو۔۔۔ وہی۔۔۔ خواب دیکھا تھا۔۔۔ گرینی۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔ تو۔۔۔ ڈر گئی تھی۔"

انہوں نے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔

"تو میرے پاس آ جاتیں نا گرینی کی جان۔۔۔ ہمیشہ تو آتی ہو۔"

"کیسے آتی۔۔۔ میں ناراض جو تھی۔"

"دیکھا۔۔۔ زیادہ دیر ناراض رہنے کا نتیجہ۔۔۔ اکیلے میں ڈر ڈر کے بخار چڑھا لیا۔۔۔ اب اتنی صبح ڈاکٹر کہاں سے ملے گا۔۔۔ میں دیکھتی ہوں۔۔۔ شاید گھر میں کوئی دوا ہو۔"

وہ وہیل چیئر ابھی دروازے تک ہی لے کے گئی تھیں کہ میشا کی نیم خوابیدہ آواز سن کے ٹھٹک کر رکیں۔

"کچن میں شہد ہو گا اور باہر سبز گیٹ والے گھر کی کیاری میں جو تکونے پتوں والی بیل ہے اس کے دو پتے پیس کر شہد میں ملا کے دے دیں مجھے۔۔۔ بخار اتر جائے گا۔"

"تمہیں کیسے پتا میشا؟" گرینی کے سوال نے اس کے خوابیدہ ذہن کو ذرا سا جھنجھوڑا۔

"ہاں۔۔۔ بھلا۔۔۔ مجھے کیسے پتا۔" وہ سوچنے لگی۔

"کسی نے بتایا تمہیں میشا یا کسی کتاب میں پڑھا؟"

"پتا نہیں۔" وہ پھر سے بے سدھ ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

اور حیرت انگیز طور پہ واقعی شہد میں ملائی اس جڑی بوٹی کی تاثیر سے میشا منٹوں میں بھلی چنگی ہو گئی۔۔۔ مگر پر شکوہ خانم کی تشویش ابھی برقرار تھی۔

"آپ نے کارا کو فون کر دیا؟"

وہ ریسیور کان سے لگائے ڈاکٹر کا نمبر ملا رہی تھیں، جب مہر نے آ کے دریافت کیا۔ فوری طور پر تو انہیں کچھ سمجھ ہی میں نہ آیا۔

"کارا کو فون کس لیے؟"

میشا کے بخار نے ان کے ذہن سے رات والی بات یکسر بھلا دی تھی۔

"اُفوہ۔۔۔ بتایا تو تھا۔ رات کو کھانے پہ بلانا ہے۔ میں نے تو تیاری بھی شروع کر دی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔" وہ کریدتے کریدتے رک گئیں کہ کون سا مہر نے ان کے دریافت کرنے پہ اصل بات اگل دینی ہے۔۔۔ بہتر ہے کہ کارا کو بلا ہی لیا جائے۔ تاکہ تھیلے سے بلی باہر آ جائے۔

"ٹھیک ہے۔۔۔ میں کرتی ہوں فون۔"

انہوں نے ڈاکٹر کے بجائے کارا کے گھر کا نمبر ملانا شروع کیا اور مہر اطمینان سے منظر سے غائب ہو گئی۔

"آنٹی آپ؟ کیسی ہیں؟ میں کتنا مس کر رہی تھی آپ کو۔" کارا حسب توقع ان کی آواز سنتے ہی گرم جوش ہو گئی۔

"مس کر رہی تھیں تو ملنے کیوں نہیں آئیں۔۔۔؟ کتنے دن ہو گئے ہیں تمہیں آئے ہوئے۔ کافی انتظار کے بعد میں نے خود فون کر لیا۔"

"آنٹی۔۔۔ دل تو بہت چاہ رہا تھا آپ سے ملنے کے لیے آنے کو۔۔۔ مگر۔۔۔ آپ کو تو پتا ہی ہے۔" وہ جھجک کے چپ ہو گئی۔

"مہر کی وجہ سے ہچکچاتی رہیں؟"

"جی۔۔۔ ظاہر ہے۔"

"یہ تمہاری آنٹی کا گھر ہے کارا۔۔۔ یہاں آنے کے لیے تمہیں کسی سے ڈرنے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ جب جی چاہے آ سکتی ہو، بلکہ مہر نے خود کہا ہے کہ میں تمہیں آج رات ڈنر پہ انوائیٹ کروں۔"

"مہر نے کہا ہے؟ حیرت ہے۔"

"اب حیران ہونا چھوڑو۔۔۔ اور آنے کی تیاری کرو۔۔۔ بہت اداس ہوں میں تمہارے لیے۔"

☼ ☼ ☼

"سب بہانے سمجھتی ہوں تمہارے۔۔۔ جب بھی کام کا موقع ہو تم بیمار پڑ جاتی ہو۔"

مہر اندر میشا پہ برس رہی تھی۔

"ماما! مجھے واقعی رات بھر بخار تھا۔"

"تھا۔۔۔ ہے تو نہیں۔۔۔ ذرا سے بخار سے تم مر نہیں جاؤ گی۔ رات کو مہمان آ رہے ہیں۔۔۔ پہلے سارا گھر چمکاؤ، پھر میرے ساتھ کچن میں ہاتھ بٹاؤ۔"

"میشا بخار میں کوئی کام نہیں کرے گی۔" گرینی نے

دخل دیا۔ وہ مہر کو کارا کی آمد کی اطلاع دینے آئی تھیں۔

"آپ اسے شہہ مت دیں۔ ڈرامے کر رہی ہے یہ کام سے بچنے کے لیے۔ اگر یہ آرام فرماتی رہے گی تو دعوت کا انتظام کون کرے گا؟"

"تم اور تمہاری بیٹیاں۔۔۔ اور اگر میشا کی مدد کے بغیر یہ کام اتنا مشکل لگ رہا ہے تو ٹھیک ہے' میں منع کر دیتی ہوں کارا کو۔۔۔ آخر میرے ہی بلانے پہ آ رہی ہے نا وہ۔۔۔ میری مہمان ہے۔ اگر میری مہمان کی وجہ سے میشا کو تکلیف ہوتی ہے تو میں۔۔۔"

"نہیں' نہیں۔" مہر گھبرا اٹھی۔ "مہمانوں کو منع کرنا تو تہذیب اور روایت کے خلاف ہے۔ میں سب سنبھال لوں گی۔ ٹھیک ہے میشا! تم آرام کرو۔ میں تمہارے لیے سوپ بھی بھیج دوں گی۔"

میشا نے مسکراتے ہوئے گرینی کو آنکھ ماری۔

☼ ☼ ☼

"پلیز مام۔۔۔ مجھے فورس مت کریں۔۔۔ میں کیا کروں گا وہاں جا کر۔ آپ کی بورنگ سی آنٹیز کی کمپنی میں۔"

"مائز۔۔۔ انہوں نے مجھے بھی کہا تھا۔ اس طرح وہ تمہاری بھی نانی ہوئیں۔ گرینڈ مدر۔۔۔ ان کو بہت شوق ہے تم سے ملنے کا۔"

کارا نے اسے محبت سے پچکارا۔ مگر اس کے تاثرات ہنوز اکتائے ہوئے تھے۔

"او کے۔۔۔ میں آپ کو لینے آجاؤں گا اور گرینڈ مدر سے بھی مل لوں گا۔۔۔ مگر پلیز۔۔۔ ڈنر نہیں۔۔۔ اتنا زیادہ ٹائم نہیں گزار سکتا میں وہاں۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ اتنا ہی بہت ہے' مگر آنا ضرور۔"

"ایڈریس تو بتا دیں۔۔۔ میں کوشش کروں گا ڈھونڈنے کی۔"

"اتنا چھوٹا سا تو ٹاؤن ہے' بیس پچیس منٹ میں سارا گھوما جا سکتا ہے' یہاں کسی کو تلاش کرنا بہت آسان ہے۔ تم نے جھیل تو دیکھی ہے نا؟"

جھیل کے ذکر پہ مائز کے چہرے پہ مسکراہٹ دھنک کی طرح پھیل گئی۔ "جی۔۔۔ دیکھی ہے۔"

"اس کے پار جو روڈ ہے۔۔۔ اس میں سے تیسری والی اسٹریٹ میں آجانا۔۔۔ سفید پتھروں اور سفید پھولوں سے بھری ہوگی وہ۔ وہاں پہ ہے سیف کا نیج۔"

"یہ تو تقریباً' وہی جگہ ہے۔۔۔ جہاں اس رات وہ۔۔۔ مطلب کہ وہاں اس کے ملنے کے بھی چانسز ہیں۔"

وہ سوچ میں پڑ گیا اور پھر مسکراتے ہوئے بولا۔

"نہیں۔۔۔ ماما۔۔۔ مجھے ایسے کچھ پتا نہیں چل رہا۔۔۔ میں سوچ رہا ہوں آپ کے ساتھ ہی چلا جاؤں۔"

☼ ☼ ☼

"کیا مصیبت ہے۔۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا یہ سب۔"

زینی نے پیالہ پٹخ کر رکھا۔۔۔ اسے آج ماں کے ساتھ کھانے کی تیاری کرنا پڑ رہی تھی۔۔۔ ایک کونے میں کھڑی امی سلاد بنانے میں کم اور ٹوکنے میں زیادہ مصروف تھی۔

"زینی! میں بتاتی تو جا رہی ہوں کہ کیسے کرنا ہے۔ اتنا تو آسان ہے اور جب یہ پڈنگ تم کارا کے سامنے یہ کہہ کر رکھو گی کہ یہ تم نے بنائی ہے تو اس پہ کتنا اچھا امپریشن پڑے گا۔"

"ماما۔۔۔ اب وہ زمانے نہیں رہے' جب پڈنگ بنانے سے اچھے امپریشن پڑتے ہوں اور ان کے ہاں تو ایک سے ایک اچھا شیف ہوگا۔ ان کو میری اس کوالٹی سے کیا لینا دینا۔۔۔ مجھے اس وقت اپنے روم میں جا کے اچھا سا فیس پیک لگانا چاہیے اور اپنے بال آئرن کرنا چاہیے۔"

"کھانا بنانے میں میری مدد کون کرے گا پھر؟" مہر تپ گئی' زینی کے نخروں سے۔

"امی سے کہیں۔۔۔" اس نے بے نیازی سے شانے اچکائے۔

"اس سے کہوں؟ یہ تو بناتے بناتے آدھے سے زیادہ چٹ کر جائے گی۔" مہر نے خونخوار نظروں سے امی کو گھورا' جس کا منہ تیزی سے چل رہا تھا۔

"آخر آپ نے میشا کو اتنی چھوٹ دی ہی کیوں ہے؟" زینی چڑ کے بولی۔

"مہمانے بنا کے اندر پڑی آرام فرما رہی ہے۔"

"میں جانتی ہوں' کوئی بیمار ویمار نہیں ہے وہ۔۔۔ سب کام سے بچنے کے گر ہیں۔۔۔ لیکن آج کا دن مجھے تمہاری گرینی کو ناراض نہیں کرنا۔۔۔ اس لیے اس کے نخرے برداشت کرنے پڑیں گے۔"

☼ ☼ ☼

اور نخرے تو مہر نے واقعی خوب برداشت کیے۔ یہاں تک کہ اس کی برداشت کا امتحان لیتے لیتے پر شکوہ خانم خود بھی حیران رہ گئیں اور کارا کا استقبال تو اس نے ایسی گرم جوشی کے ساتھ کیا کہ خود کارا ششدر رہ گئی۔

"ویلکم کارا۔۔۔ ویلکم بیک۔۔۔ تم کیا واپس لوٹیں۔۔۔ یہاں کی رونق ہی لوٹ آئی۔"

پرشکوہ خانم نے خاصی ٹٹولتی نظروں سے اسے دیکھا' جو ان کی نظروں کو تاڑتی اب مائز کو گلے لگا رہی تھی۔

"یہ بیٹا ہے تمہارا۔۔۔ مائز؟ ماشاء اللہ کتنا بڑا ہو گیا ہے۔ بالکل تم پہ گیا ہے۔"

"تھینکس۔" کارا نے اس کی ساری ڈرامے بازی کا جواب ایک ٹھنڈی سی "تھینکس" کے ساتھ دیا اور پرشکوہ خانم کے آگے جھک گئی۔

"او آنٹی۔۔۔ آپ کتنی ویک ہو گئی ہیں۔"

"عمر بھی تو ہو گئی ہے کارا۔۔۔ اور نت نئی بیماریاں۔"

"مائز۔۔۔ یہ تمہاری بھی گرینی ہیں۔۔۔ میری ماں جیسی۔"

مائز بھی ماں کی دیکھا دیکھی ان کے سامنے جھکا۔

"جیتے رہو۔۔۔ بچوں کے بڑے ہونے سے پتا چلتا ہے کہ وقت کتنا گزر گیا ہے۔"

کارا پر شکوہ خانم کی وہیل چیئر لے کر مائز کے ساتھ اندر بڑھنے لگی۔ مہر کو یکسر نظر انداز کیے جانا کھلا تو بہت۔۔۔ مگر ڈھٹائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہنے لگی۔

"صحیح کہہ رہی ہو۔۔۔ ابھی تو تم میری امی' زینی سے ملنا۔۔۔ وہ بھی بڑی ہو گئی ہیں۔۔۔ تم ان کو پہچان نہیں

سکو گی۔"
پرشکوہ خانم کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔
"اوہ۔۔۔ زینی۔۔۔ امی۔۔۔ تو یہ وجہ ہے مہر کے بدلنے کی۔"

☼ ☼ ☼

اندر امی اور زینی کی تیاریاں ہی مکمل نہیں ہو پا رہی تھیں۔
"بس بھی کرو زینی۔۔۔ کتنا میک اپ تھوپو گی۔ دیکھو! میں نے سوائے کاجل اور لپ اسٹک کے کچھ نہیں لگایا۔"
"لگاؤ نہ لگاؤ۔۔۔ کیا فرق پڑتا ہے۔۔۔ کون سا میک اپ ہے جو تمہاری جھریاں چھپا سکتا ہے۔"
زینی نے تحقیر اور تمسخر بھرے انداز میں کہا اور پھر جیولری باکس کھولا۔
"کون سے ایئر رنگز پہنوں اس کے ساتھ؟"
"سارے ہی پہن لو نا۔۔۔ اوور۔۔۔" امی نے بھی دل کی بھڑاس نکالی۔
"تم ہو گی اوور۔۔۔ بلکہ اوور ویٹ۔" زینی نے جوابی حملہ کرتے ہوئے اپنے سب سے پسندیدہ بُندے نکالے۔
"ہاں۔۔۔ زبردست۔۔۔ یہ میچنگ ہیں۔۔۔ ہائے۔۔۔ مگر اس کے ساتھ کا دوسرا کہاں ہے؟ موٹی۔۔۔ تم نے تو نہیں لیا تھا؟"
"مجھے کوئی شوق نہیں اپنے کانوں کو ڈینگر بنانے کا۔"
"تو کہاں گیا؟"
وہ جلدی جلدی ہاتھ مار کے اسے تلاش کرنے لگی۔ اس کوشش میں ایک اور ٹاپس کی جوڑی مل گئی۔
"چلو۔۔۔ یہ پہن لیتی ہوں۔ یہ زیادہ اچھے لگیں گے۔"
"یہ بھی پہن لو۔۔۔ بلکہ سارے ہی پہن لو۔۔۔ کوئی کسر رہ نہ جائے باقی۔"

"ٹھیک ہے۔۔۔ تمہاری بات مان لیتی ہوں۔"
زینی نے امی کو چڑانے کے لیے وہ اکلوتا بُندہ بھی واپس اٹھالیا اور اپنے کاندھے پہ ٹانکنے لگی۔
"اسے میں دوپٹا سیٹ کرنے کے لیے بروچ کے طور پہ استعمال کرلوں گی۔"

☼ ☼ ☼

کھانے کی میز پہ وہی ماحول تھا۔
وہی مہر کا تصنع اور لگاوٹ سے بھرپور انداز۔
وہی کارا کی لیے دیے انداز میں بے نیازی برتنے کی ادا۔
وہی پرشکوہ خانم کی مہر کی باتوں پہ ناگواری۔
وہی ماٹر کا زبردستی خود کو روکے ہوئے بیٹھنا۔
اس کا بس نہ چل رہا تھا، ابھی اٹھ کے یہاں سے چلا جائے اور پوری گلی کوچے کو اس انجان حسینہ کی تلاش میں چھان مارے۔ وہ ابھی یہاں سے کھسک جانے کا بہانہ تلاش ہی کر رہا تھا کہ سامنے سے آتی زینی اور امی پہ اس کی نگاہ اٹک گئی۔
بلکہ۔۔۔ امی اور زینی پہ نہیں۔۔۔ صرف زینی پہ۔
یا یوں کہیں کہ۔۔۔ زینی پہ بھی نہیں۔۔۔ اس کے لباس پہ آویزاں اس چاندی کے بُندے پہ جس کا سبز نگ دور سے ہی لشکارے مار رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

میشا کا بھوک کے مارے برا حال تھا۔ اوپر سے باہر سے آتی طرح طرح کے کھانوں کی اشتہا انگیز مہک اس کو اور بھی بے چین کر رہی تھی۔ وہ بے تابی سے کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی۔ یہاں تک کہ اس کی ٹانگیں بری طرح دکھنے لگیں۔۔۔ رات بھر کے بخار نے ویسے بھی نقاہت طاری کردی تھی۔
"اوں ہوں۔۔۔ سوپ ہی رہ گیا ہے میرے لیے۔۔۔ وہ بھی اتنا بد مزا۔۔۔ پھیکا۔۔۔ اور باہر سب پتا نہیں کیا کیا کھا رہے ہوں گے۔ میشا۔۔۔ کچھ کر۔۔۔ کچھ کر۔۔۔ ورنہ تیرے حصے کچھ نہیں آئے گا۔"
باہر جانے سے وہ اس لیے کترا رہی تھی کہ کہیں مہر۔۔۔

اس کے سر پہ کوئی کام نہ تھوپ دے۔ اب جو کرنا تھا، چھپ چھپا کے ہی کرنا تھا۔

☼ ☼ ☼

اسے اکیلے میں زینی سے بات کرنی تھی۔ اس لیے کھانے کے فوراً بعد تازہ ہوا اور چہل قدمی کے بہانے اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔
اور باہر آنے کے بعد اسے اپنی حماقت اور جلد بازی پہ تاؤ سا آگیا۔ باہر ایک اجڑا ہوا۔۔۔ خودرو گھاس اور جھاڑ جھنکار سے بھرا لان تھا جو رات کے اندھیرے میں اور بھی بے کشش لگ رہا تھا اور مچھر تھے جو تاک تاک کے اس کو نشانہ بنا رہے تھے اور سب سے بڑھ کے امی کی سنگت تھی جو مسلسل ان دونوں کے ساتھ چپکی ہوئی تھی۔ جتنا ماٹر اس سے چڑ رہا تھا، اتنا ہی زینی بھی خار کھا رہی تھی۔ اس نے ماٹر کی پہلی نظر سے ہی یہ بات محسوس کرلی تھی کہ وہ اس کی جانب ملتفت ہے۔ یہ غلط فہمی یا خوش فہمی دراصل اسے ماٹر کی ان متلاشی نظروں سے ہو گئی تھی جو اس کے شانے پہ لگے بُندے پہ گاہے بہ گاہے اٹک رہی تھی۔
"تم کبھی دن میں مجھے ملو۔ میں تمہیں اس جگہ کی ساری خوب صورتی دکھاؤں گی۔"
"میں ساری دنیا گھوم چکا ہوں۔۔۔ بہت خوب صورتی دیکھ رکھی ہے میں نے۔" وہ مسکرایا۔
"مگر یہاں کی خوب صورتی تمہیں جکڑ لے گی۔ واپس نہیں جانے دے گی۔" زینی نے اترا کے ذو معنی انداز میں کہا۔
"مجھے خوب صورتی نہیں جکڑتی۔۔۔ کچھ اور ہے جس کے سامنے میں بے بس ہو جاتا ہوں۔"
اس کی بے قرار نظر ایک بار پھر بُندے میں الجھی تھی۔
"یہاں کی کچی قبر؟"
اس سے پہلے کہ زینی اس کی بات کو کوئی اور مفہوم پہناتی۔۔۔ امی نے دخل دیا۔ جس پہ اسے زینی کی جھاڑ بھی کھانی پڑی۔

"تم کیا ہر وقت اپنی فضول باتیں کرتی رہتی ہو۔"
"اور وہ چیز جو مجھے یہاں رکنے پہ اکسا رہی ہے، ہوسکتا ہے میں اس کے پاس رکنے کے بجائے اسے ہی اپنے ساتھ لے جاؤں؟"
پھر اچانک ہی ماٹر نے اس پہ ایسا سوال داغ دیا کہ وہ سٹپٹا اٹھی۔
"اچھا۔۔۔ یہ بتاؤ پرسوں رات تم نے فیسٹول میں سب سے زیادہ کس چیز کو انجوائے کیا تھا؟"
"فیسٹول میں۔۔۔ مگر تمہیں کیسے پتا ہم وہاں آئے تھے؟"
"تمہیں تو پتا ہے نا! میں وہاں آیا تھا۔" وہ اسے گڑبڑاتا دیکھ کے مسکراتا چلا گیا۔
"ہاں۔۔۔ میں نے سنا تو تھا۔"
"اوہ۔۔۔ سنا تھا۔" ماٹر نے اس بار اپنی مسکراہٹ روک لی۔ "ظاہر ہے جو اس دن اپنی شناخت چھپانے میں مصروف تھی۔ وہ اب اچانک کیسے اگل دے۔۔۔ یا شاید اپنی بہن سے بھی پوشیدہ رکھنا چاہتی ہو۔"
"ویسے اس رات تمہارے ساتھ پرابلم کیا تھی؟ تم نے بتایا نہیں؟"
"پرابلم؟" اب اسے حیرانی کے بجائے پریشانی سی ہونے لگی۔۔۔ آخر یہ وہ کیوں نہیں کہتا جو وہ سننے آئی تھی۔۔۔ پتا نہیں کیا انٹ شنٹ ہانکے جا رہا ہے۔
"ارے۔۔۔ وہی پرابلم۔۔۔ ایک ہی تو پرابلم ہے ہمارا میشا۔۔۔ اور کون؟" امی نے ناک چڑھا کے کہا۔
"میشا۔۔۔ کون میشا؟"

☼ ☼ ☼

"آخر یہ میشا ہے کون؟" کارا نے پرشکوہ خانم سے مسلسل اس کا ذکر سننے کے بعد اکتا کے کہا۔ "بتاؤ گی۔۔۔ ضرور بتاؤں گی۔۔۔ مجھے لگتا ہے تم ہی ہو جو میری بات سمجھ سکتی ہو۔"
"جب مجھے وہاں خبر ملی تھی کہ سیف اللہ نے نہ صرف دوسری شادی کرلی ہے، بلکہ اس کی ایک بیٹی بھی ہے، تو مجھے بہت حیرت ہوئی تھی۔۔۔ یہ وہی سیف اللہ

تھا آنٹی! جس نے مہر کے عشق میں مجھ سے رشتہ توڑا تھا اور بعد میں میرے بیوہ ہونے پہ جب آپ نے اسے ہلکا سا اشارتاً" مجھے سہارا دینے کا کہا تھا تو وہ کیسے بدک گیا تھا کہ میں مہر کو دھوکا دینے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔ پھر کیسے اس نے مہر کے مقابلے پہ کسی اور کو۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ حالات کے سامنے انسان کی سوچ اور ارادے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔" انہوں نے گہری سانس بھری۔

"مہر نے تو بہت شدید ری ایکٹ کیا ہوگا۔"

کارا کو مہر کے رد عمل کا تصور ہی مزا دے گیا۔۔۔ اور یہ مزا وہ گزرے کئی سالوں میں اکثر لے چکی تھی۔

"کوئی ایسا ویسا۔۔۔ تم تو جانتی ہو اس کی فطرت۔۔۔ یہی بات سیف اللہ کو زندگی سے منہ موڑنے پہ مجبور کر گئی۔ ورنہ ابھی کوئی اس کی عمر تھی؟"

"ویسے معاف کیجیے گا آنٹی۔۔۔ اس میں مہر کے ساتھ ساتھ سیف اللہ کی اپنی غلطی بھی ہے۔۔۔ دو بیٹیاں اور ایک بیوی کے ہوتے ہوئے اسے یہ قدم اٹھانے کی ضرورت کیا تھی اور وہ عورت۔۔۔ یشا کی ماں۔۔۔ وہ نہ جانے کس قماش کی ہوگی، جس نے ایک ہنستا بستا گھر اجاڑا۔۔۔ آپ تو جانتی ہیں، آپ نے اپنے طور پہ سیف اللہ سے مجھ سے شادی کی بات کی تھی۔۔۔ جب مجھے پتا چلا تھا تو میں نے سیف اللہ سے پہلے خود انکار کر دیا تھا۔۔۔ کہ بے شک مہر نے مجھ پہ شب خون مارا تھا۔ مگر اب وہ سیف اللہ کی بیوی اور اس کے بچوں کی ماں ہے۔ میں اس کا حق نہیں چھینوں گی۔۔۔ پھر وہ کیسی عورت تھی بھلا؟"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے۔۔۔ نہ ہی سیف اللہ سو ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ان کا ذکر ان الفاظ میں کریں۔"

پرشکوہ خانم کو اس کے الفاظ سخت تکلیف دے رہے تھے۔ اس لیے انہوں نے موضوع بدلنا چاہا۔

☼ ☼ ☼

اب ماڑ کو الجھن سی ہو رہی تھی۔ آخر یہ کھل کے کچھ بتاتی کیوں نہیں۔

دراصل قد و قامت اور جسامت تو زینی اور یشا کی ایک سی تھی۔۔۔ نقوش میں بے شک رتی بھر بھی مماثلت نہ تھی۔۔۔ مگر اس رات یشا کے نقوش عیاں ہی کہاں تھے۔

"تمہیں مجھے کشتی چلانا سکھا دینا چاہیے تھا۔۔۔ اس رات مجھے بہت پرابلم ہوئی تھی۔"

اس نے زینی کو ٹٹولنے کی ایک اور کوشش کی۔

"کس رات کو اور مجھے تو کشتی چلانا۔۔۔" زینی الجھن بھرے انداز میں کہتے کہتے چونکی۔

(اوہ۔۔۔ شاید یہ امی کی موجودگی کی وجہ سے کھل کے بات نہیں کر پا رہا اور یہاں وہاں کی تمہید باندھ رہا ہے۔)

"امی۔۔۔ ذرا چیک کریں۔۔۔ ماما نے کافی اور کیک سرو کر دیا؟ ہمارے لیے کافی یہیں لے آئیں۔"

"ہاں۔۔۔ اور کیک بھی۔۔۔ ابھی لائی۔"

وہ قلانچیں بھرتی وہاں سے گئی تو زینی نے بڑی ادا کے ساتھ اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں۔۔۔ اب جو کہنا ہے کہو۔۔۔ اور کھل کے کہو۔"

"کھل کے تو تم کہو۔۔۔ کہ تم نے مجھے پہچان تو لیا ہوگا۔۔۔ کیونکہ چہرہ تم نے چھپایا تھا۔۔۔ میں نے نہیں۔۔۔ پھر انجان کیوں بن رہی ہو؟"

"انجان؟"

"ہاں۔۔۔ دیکھ لو۔۔۔ تم تو اس رات اپنا نام پتا بتائے بغیر وہاں سے چلی گئی تھیں۔۔۔ مگر آخر میں نے ڈھونڈ ہی نکالا۔"

"کس رات؟" وہ حیران پہ حیران ہوئے جا رہی تھی۔

"کم آن۔۔۔ اس رات تم اپنا نام اور پتا چھپا رہی تھیں۔۔۔ جو آج مجھے پتا چل گیا ہے۔ تم اس حسین ملاقات کو ہی چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔"

"کون سی رات؟ کیسی حسین ملاقات؟"

اس پہ ماڑ نے چونک کے اسے دیکھا۔۔۔ وہاں

سوائے حیرت اور الجھن کے کچھ نہ تھا۔۔۔ وہ مایوس سا ہو گیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔" "آئی واز جسٹ جوکنگ (میں مذاق کر رہا تھا۔)"

☼ ☼ ☼

"شونو! آج تو مزا آگیا۔۔۔ آج تو مہر ماما کو ہوش ہی نہیں ہے کہ میں کیا کر رہی ہوں کیا نہیں۔۔۔ وہ تو بس مہمان میں مگن ہیں۔"

وہ پلیٹ میں کھانے کی مختلف چیزوں کا پہاڑ سا بنا کے لائی تھی اور اب فخر سے اپنے بھالو شونو کو دکھا رہی تھی۔

"دیکھو! کیا کیا لائی ہوں میں۔۔۔ اتنے دنوں کے بعد پیٹ بھر کھانا ملے گا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کے ٹھونسنے لگی۔

عین اسی وقت کارا، پرشکوہ خانم کی سنگت میں اس کے کمرے کی جانب آ رہی تھی۔ جو کہ مسلسل اس کی تعریفوں میں مگن تھیں۔

"بہت پیاری۔۔۔ بہت بھولی۔۔۔ بہت سیدھی ہے میری یشا۔ میری بے رونق زندگی میں بہار کا پہلا پھول ہے وہ۔۔۔ تمہیں بھی بہت اچھی لگے گی۔"

ان کے اشارے پہ کارا نے ہینڈل گھما کے دروازہ کھولا اور وہیں ساکت ہو گئی۔ دروازے کے عین سامنے زمین پہ پھسکڑا مار کے بیٹھی یشا کے دونوں ہاتھ کھانے کی پلیٹ میں ڈوبے تھے اور منہ بری طرح سے بھرا تھا۔ گالوں تک پہ کیچپ لگا تھا۔۔۔ بالوں میں چاول اٹکے تھے۔

"یہ سب کیا ہے یشا؟"

پرشکوہ خانم نے کارا کے سامنے ازحد شرمندگی محسوس کی جو ناگواری اور تحیر سے ناک سکوڑ سکوڑ کے دیکھ رہی تھی۔

یشا نے بولنے کی کوشش کی۔ مگر حلق تک کھانا ٹھنسا ہونے کی وجہ سے اس سے ایک لفظ تک نہیں بولا گیا۔ وہ صرف سر ہلا کے رہ گئی۔۔۔ نین کٹورے پانی سے بھر گئے۔

"میں تو کارا کو تم سے ملوانے لائی تھی۔ کارا! یہ ہے میری یشا۔۔۔ میری لاڈلی۔"

کارا نے بڑے تکلف اور بڑی دقت کے ساتھ مسکرانا چاہا۔ مگر جیسے ہی یشا نے اپنے گندے سنے ہوئے ہاتھ اس سے ملانے کے لیے آگے کیے تو کارا نے گھبرا کے دو قدم پیچھے ہٹتے ہوئے سرسری سا کہا۔

"نائس ٹو میٹ یو۔"

یشا نے ایک بار پھر کچھ کہنے کی کوشش کی۔ جس سے اسے اچھو لگ گیا۔۔۔ اور کھانستے کھانستے اس کے منہ سے کئی چھینٹے سے اڑ کے کارا کے اوپر جا گرے، جس سے وہ بدک اٹھی۔

"اوہ گاڈ۔۔۔"

رومال سے اپنا چہرہ صاف کرتے اور لباس کو جھاڑتے ہوئے وہ بڑبڑا کے باہر نکل گئی اور پرشکوہ خانم نے خاصی ناراضی اور غصے کے عالم میں یشا کو گھورا جو بڑی بے نیازی کے ساتھ اپنی انگلیاں چوس کے صاف کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

کارا کا موڈ ایسا آف ہوا کہ جاتے جاتے بھی اس کا منہ پھولا ہوا تھا۔

اور گرینی ایسی شرمندہ ہوئیں کہ مارے خجالت کے اسے رخصت کرنے باہر تک نہ آئیں۔

اور ماڑ، زینی کی وجہ سے ایسا الجھا کہ اس کی چپ ہی نہ ٹوٹ رہی تھی۔ بس ایک مہر تھی جو بلاوجہ چہکے جا رہی تھی۔

"بہت خوشی ہوئی کارا! تمہارے آنے سے۔"

"میں تو پہلے بھی اکثر آیا کرتی تھی مہر۔ مگر تم نے کبھی بتایا نہیں کہ تمہیں میرے آنے سے اتنی خوشی ہوتی ہے۔" کارا کے نفیس سے طنز پہ مہر نے کھسیاہٹ چھپاتے ہوئے قہقہہ لگایا۔

"اس بار بہت عرصے بعد آئی ہو نا۔۔۔ اس لیے۔"

"ہاں! اور اگر میرے سالوں بعد آنے پہ ہی تمہیں

خوشی ہوتی ہے تو ٹھیک ہے۔ میں اگلی بار بھی دس سال بعد آؤں گی۔"

"ارے... میرا مطلب یہ نہیں تھا۔" مہر کا رنگ اڑ گیا۔ وہ دس سالوں تک زینی کو گھر بٹھانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔

"کم آن ماما... دیر ہو رہی ہے۔" مائر اس طویل الوداعی گفتگو سے اکتا سا گیا اور ٹھیک اس لمحے اوپر کھڑکی میں پردے کو ذرا اٹھا کر جھانکتی میشا بری طرح چونک اٹھی۔

"ارے... یہ تو وہی ہے... اس رات والا... کشتی میں ساتھ آیا تھا جو... شکر ہے! میں نیچے نہیں گئی۔ ورنہ یہ مجھے پہچان کے منہ سے کچھ پھوٹ دیتا تو سب کو پتا چل جاتا... شامت آجاتی۔"

☼ ☼ ☼

سارے راستے مائر کا ذہن اسی نہج پہ تھا۔

"آخر کیا وجہ ہے جو وہ اپنا آپ مجھ سے چھپا رہی ہے اور کیا وہ واقعی اتنی زبردست اداکارہ ہے کہ اس کے تاثرات قطعاً یہ اشارہ نہیں دے رہے کہ وہ مجھ سے آشنا ہے... یا... یا پھر زینی سرے سے وہ لڑکی ہے ہی نہیں۔"

یہ خیال اس کے دل کو خاصا لگا۔

"ہاں... ہو سکتا ہے 'یہ وہ نہ ہو... اس کی الجھی الجھی بے ربط... مگر بے ساختہ باتیں جس طرح دل میں گھر کرتی ہیں... یہ ادا اس میں نہیں... مگر... مگر پھر وہ بندا۔"

☼ ☼ ☼

رات بھر پر شکوہ خانم کھولتی رہی تھیں کہ میشا نے کارا کے سامنے انہیں سخت شرمندہ کیا تھا۔ وہ صبح کے انتظار میں تھیں کہ کب میشا ان کا ناشتا لائے اور وہ اسے آڑے ہاتھوں لیں... مگر خلاف توقع اور خلاف معمول ناشتا لے کر مہر آئی۔

"تم نے کیسے زحمت کر لی آج؟"

موڈ تو ان کا پہلے سے خراب تھا۔ بڑے ہی برے موقع پہ آئی تھی مہر اپنا مدعا لے کر۔

"مجھے آپ کا خیال ہے۔ تب ہی تو میں نے آپ کی... صرف اور صرف آپ کی خاطر کارا کو انوائیٹ کیا' بلکہ اس کی مہمان نوازی میں کسی قسم کی کمی بھی نہ رہنے دی۔ ورنہ آپ نے تو نوٹ کیا ہی ہو گا کہ اس کے دل میں ابھی تک ماضی کی کڑواہٹ ہے۔ جو اس کی زبان تک بھی بار بار آجاتی ہے۔ پھر بھی میں نے اس کی ہر بات کو نظر انداز کیا۔ ماننا پڑے گا آپ کو۔"

اس کی لگاوٹ بھری باتوں کا ان پہ ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔"

"میرے لیے؟ تمہیں کیا لگتا ہے' میں تمہاری باتوں کا یقین کر لوں گی؟ تم نے زندگی میں جو کیا ہے اپنے اور صرف اپنے لیے کیا ہے۔ مائر کو آتے دیکھ کے اور تمہاری بیٹیوں کو اس پہ مکھی کی طرح گرتے دیکھ کے مجھے اندازہ ہو گیا ہے کہ کارا کے بارے میں تمہارے خیالات کیسے بدلے۔"

جب سب عیاں ہو ہی گیا تو اب مصلحت کا نقاب لگائے رکھنے کی کیا حاجت تھی بھلا... سو مہر نے بھی فوراً "پینترا بدل کے کہا۔

"اگر پتا ہے آپ کو تو اس میں غلط کیا ہے۔ اگر میں اپنی بیٹی کے حوالے سے کچھ سوچ رہی ہوں۔"

"سوچو... ضرور سوچو... مگر اس کے لیے میرے ساتھ اتنے ڈرامے کرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

ان کا حد سے زیادہ برا مزاج ایک بار پھر مہر کو جھکنے پہ مجبور کر گیا۔

"کیونکہ زینی آپ کی بھی کچھ لگتی ہے۔ آپ کو بھی اس کے بارے میں کچھ سوچنا ہے۔ آپ کے تعاون کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

"میں کیا کر سکتی ہوں؟ اتنے سال تم نے ان کی تربیت کرنے میں ضائع کر دیے' مگر ان کو کسی قابل نہ بنایا۔ میں راتوں رات ان میں کون سے سرخاب لگا سکتی ہوں' جو کارا اور مائر' زینی پہ لٹو ہو جائیں۔"

"کارا آپ کی بہت مانتی ہے۔ آپ اسے زور دے کر کہیں۔"

"یہ میں نہیں کر سکتی۔"

"مگر کیوں؟ وہ آپ کی پوتی ہے۔"

"مت بھولو کہ میری پوتی سیف اللہ کی بیٹی ہے۔ وہ سیف اللہ جس نے کارا سے منگنی توڑی تھی۔ صرف اور صرف تمہارے لیے۔ کارا کے دل میں آج تک یہ غم تازہ ہے... تم یہ توقع کیسے کر سکتی ہو کہ وہ اپنے بیٹے کی شادی تمہاری بیٹی سے کرے؟"

ان کی زبان پہ سچ تھا... مگر مہر کو یہ سچ ہضم نہ ہوا۔

"جب میں نے سب بھلا دیا ہے تو اسے بھی سب بھلا دینا چاہیے۔ آپ اسے کہیں تو سہی۔"

"نہیں... جب میں سیف اللہ کو مجبور نہیں کر سکی کہ وہ تم سے نہیں' کارا سے شادی کرے تو میں کارا کو بھی مجبور نہیں کروں گی۔"

ان کے دو ٹوک جواب نے مہر کو مشتعل کر دیا۔

"یوں کہیں کہ آپ ایسا کرنا ہی نہیں چاہتیں' کیونکہ آپ نے کبھی امی اور زینی کو اپنا ہی نہیں سمجھا۔"

☼ ☼ ☼

"کیا؟ مام یہ کس قسم کا آئیڈیا ہے۔" مائر کارا کی بات سن کر جھنجھلا اٹھا۔

"آئیڈیا نہیں... ہماری خاندانی روایت ہے' ایسا ہی ہوتا آیا ہے سالوں سے۔ تمہارے ڈیڈ نے بھی مجھے ایسے ہی پسند کیا تھا۔"

کارا نے دھیرج سے سمجھانا چاہا۔ مگر اسے یہ روایت یا طریقہ کار بہت عجیب... بلکہ سراسر بے تکا لگ رہا تھا۔

"مگر مجھے یہ سب بہت عجیب لگ رہا ہے... ایسے سب کو گھر بلانا... پھر ان میں سے کسی ایک کو پسند کرنا' نو مام!"

"تمہیں عجیب کیوں لگ رہا ہے... عجیب تو ان لڑکیوں کو لگنا چاہیے... مگر ان کو نہیں لگے گا۔ وہ تو اسے اپنی خوش قسمتی ہی سمجھیں گی۔"

"لیکن شادی تو مجھے اس ایک لڑکی سے ہی کرنا ہے۔ یہ تو طے ہے... پھر اس سارے جھنجھٹ کی کیا ضرورت ہے مام۔" اس نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو وہ چونک اٹھی۔

"اس ایک لڑکی سے؟ کس لڑکی سے؟"

"وہ... وہ... ہے ایک۔"

"مگر تم نے تو کہا تھا تم کسی کو پسند نہیں کرتے۔"

"پسند کرتا ہوں... مگر اسے جانتا نہیں ہوں۔" وہ بے بسی سے بولا۔

"یا شاید جانتا ہوں... مگر پہچان نہیں پا رہا۔"

"کھل کے بتاؤ... مجھے ایسے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

تب مائر نے مختصراً" صرف اتنا بتایا کہ وہ کسی لڑکی کی صرف ہلکی سی جھلک پہ اسے زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکا ہے' مگر اس کے نام سے واقف ہے اور نہ پتے سے۔ یہ سن کے کارا نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی۔ جانتی تھی کہ حد سے زیادہ سنجیدہ مائر اس وقت اس ہنسی سے خائف ہو جائے گا۔

"میں نے اپنی فیملی کی سب لڑکیوں کو انوائیٹ کرنے کے ساتھ ساتھ ٹاؤن کے سب ہی اچھے گھرانوں کو بلایا ہے۔ اگر وہ ان میں سے ایک ہوئی تو اچھا ہے۔ تمہیں اسے جگہ جگہ تلاش کرنے کی زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔"

اس نے مائر کو اس رسم یا فنکشن کے لیے قائل کرنا چاہا... مگر اس نے ہچکچا کے سوال کیا تھا۔

"اور... اگر... وہ ان میں سے ایک نہ ہوئی تو... میرا مطلب ہے... آپ کی فیملی سے... یا کسی اچھے گھرانے سے... تو؟"

جواب میں کارا نے ایک معنی خیز چپ سادھ لی۔

☼ ☼ ☼

پر شکوہ خانم کو اب موقع ملا تھا میشا کو جھاڑنے کا اور وہ ہمیشہ کی طرح شکل پہ دنیا جہان کی مسکینی' معصومیت اور بے چارگی طاری کیے چپ چاپ سر جھکائے سن رہی تھی یا شاید ان کے تھک جانے کا انتظار کر رہی

تھی۔ آخر وہ زچ ہوا تھیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا... تم ایسے کیوں کرتی ہو؟"

"میں نے کیا کیا ہے گرینی! بھوک لگے تو کھانا کھانا بری بات ہے کیا؟"

"چوری کرکے کھانا بری بات ہے میشا!"

"اپنے گھر میں کھانا کھانا... چوری کرکے کھانا ہوتا ہے گرینی؟" وہ میشا ہی کیا جو سوال پہ سوال نہ دے مارے۔ آخر اس سوال نے لمحہ بھر کے لیے پر شکوہ خانم کو لاجواب کردیا تو وہ اس کا فائدہ اٹھا کے شروع ہی ہوگئی۔

"کیا یہ گھر میرا نہیں ہے گرینی؟ کیا میں زینی اور امی کی طرح اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرسکتی؟"

وہ اس کی معصومیت بھری ڈرامے بازی کے آگے ہار ہی گئیں۔

"پوری نوٹنکی ہو تم... سارا غصہ بھلا دیتی ہو۔"

"میں بہت کیوٹ اور سویٹ ہوں نا... اس لیے۔" انہیں نرم پڑتا دیکھ کے وہ جھٹ سے ان سے لپٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

امی اور زینی کالج سے آنے کے بعد صوفوں پہ ڈھیر تھیں۔ دونوں میں کاہلی کا مقابلہ ہو رہا تھا۔

"فریج سامنے تو ہے... اٹھ کے نکال نہیں سکتیں جوس؟"

"تم بھی تو نکال سکتی ہو... تمہارے پیر ٹوٹے ہیں؟"

"میشا کہاں ہے... میشا۔" آخر میشا کو صدا دی گئی۔

"میشا... آکے جوس دو ہمیں۔"

"میرے ہاتھ گندے ہیں... میں پوچا لگا رہی ہوں۔" میشا نے سیڑھیاں چمکا کے صاف کرتے ہوئے ٹکا سا جواب دیا۔

"تو دھو کے آؤ..." زینی نے گھر کا۔

"گندے ہیں تو کیا ہوا... پیکٹ ہی تو نکالنے ہیں... پیکٹ تھوڑا ہی گندا ہو جائے گا باہر سے۔" امی نے ایک اور حل نکالا۔

"امی... زینی! پتا ہے ابھی کس کا فون آیا تھا... کارا کا۔" مہر نے جوش سے تمتماتے ہوئے چہرے کے ساتھ آکے اعلان کیا۔

"کیا؟" ان دونوں کی ہنسی بھک سے اڑ گئی۔

"اس نے ہمیں کل شام پارٹی میں انوائیٹ کیا ہے۔ ایک گرینڈ پارٹی میں۔"

"ضرور مازنے کہا ہوگا۔" زینی نے خوش فہمی میں گھرتے ہوئے اترا کے کہا۔

"ہاں... ویسے یہ پارٹی ہے تو ماز کے لیے ہی۔"

"مینیو کیا ہوگا ماما؟"

امی نے جیسے ہی منہ کھولا۔ ان ماں بیٹی نے یک زبان ہوکرا سے چپ کروایا۔

"شٹ اپ امی!"

"صرف ایک دن ہے تیاری کے لیے... میں چاہتی ہوں ہم سب پارٹی میں کسی سے کم نہ لگیں۔ ماز اور کارا کو بس تم ہی تم نظر آؤ... باقی سب کی چھٹی ہو جائے۔"

"باقی سب... اور کسی کو بھی بلایا ہے؟" وہ چونکی۔

"ہاں... فیملی کی سب ہی لڑکیوں کو... دراصل ماز ان میں سے اپنے لیے دلہن چنے گا۔ کارا کی خاندانی روایت کے مطابق۔"

"کیا۔" زینی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ میشا بھی ہاتھ روک کر ان کی باتیں سن رہی تھی۔ اس کی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پہ مرکوز تھیں۔

☼ ☼ ☼

وہاں سے خبر لیتے ہی میشا اب پر شکوہ خانم کے گھٹنے تھامے ان کی منت کر رہی تھی۔

"پلیز... گرینی... مجھے بھی جانا ہے پارٹی میں۔"

"میشا... تم کیوں نہیں سمجھتیں' یہ بے تکی رسم ان کی ہے' ہماری نہیں۔ تم میرے لیے بہت قیمتی... بہت انمول ہو' میں تمہیں اتنا ارزاں نہیں دیکھ سکتی... کہ تم دوسری لڑکیوں کی طرح اس گھٹیا مقابلے میں حصہ لو۔"

"امی اور زینی بھی تو جا رہی ہیں۔"

"میرا ان پہ کوئی بس نہیں۔ وہ میری پوتیاں ہیں۔ میں نہیں چاہتی وہ ایسے اپنے خاندان کا نام نیچا کریں۔ خود کو پلیٹ میں رکھ کے پیش کرتے ہوئے... مگر مہر کے آگے میرا زور نہیں چلتا... مجھے شروع سے ہی کارا کی فیملی کا یہ طریقہ پسند نہیں ہے کہ لڑکیوں کو بھیڑ' بکریوں کی طرح جمع کرکے ان میں سے کسی ایک کو چھان پھٹک کے پسند کیا جائے۔"

"مگر میں تو صرف پارٹی میں جانا چاہتی ہوں۔ میں نے کب سے کوئی پارٹی اٹینڈ نہیں کی۔ عرصہ ہوگیا ہے اپنی ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ انجوائے کیے ہوئے... بنے سنورے ہوئے اور کارا آنٹی کے گھر تو پارٹی بھی بڑی زبردست ہوگی... پلیز گرینی... میں اس فضول مقابلے کا حصہ نہیں بن رہی... قسم سے... صرف اور صرف پارٹی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے... اگر صرف اتنی سی بات ہے تو میں لے جاتی ہوں تمہیں اور کارا سے صاف کہہ دوں گی کہ میری میشا کو اس بھیڑ' بکریوں کے ریوڑ میں سے نہ سمجھنا۔"

"سچ... اور مہر ماما؟"

"جب میں تمہیں لے کر جا رہی ہوں تو کسی کی کیا مجال کہ میرے سامنے دم مار سکے۔"

انہوں نے دعوا کیا اور واقعی مہر یہ سنتے ہی آپے سے باہر ہوگئی۔

"وہ کیوں جائے گی ہمارے ساتھ؟"

"کیونکہ انوی ٹیشن سیف اللہ کی فیملی کے لیے آیا ہے اور میشا بھی اس فیملی کا ایک حصہ ہے۔" انہوں نے تحمل سے کہا۔ مگر وہ اور بھی مشتعل ہوگئی۔

"آپ اسے میری بیٹیوں کے مقابلے پہ لا رہی ہیں؟"

"نہیں... کیونکہ میشا کا ان سے کوئی مقابلہ ہو ہی نہیں سکتا۔"

ان کی مسکراہٹ نے نہ صرف مہر کو تپا دیا' بلکہ زینی جو ٹی وی سے نظر ہٹا کے اس گفتگو کو سن رہی تھی' فوراً" اٹھی اور دھپ دھپ کرتی سیدھی میشا کے کمرے کی طرف گئی۔

"ابھی دیکھتی ہوں' کیسے جاتی ہے یہ ہمارے ساتھ۔"

☼ ☼ ☼

میشا اپنی خوشی پو اور شونو کے ساتھ بانٹ رہی تھی۔

"شونو... میشا گرینی کے ساتھ جا رہی ہے۔ میشا نے تھوڑا سا جھوٹ بھی بولا ہے گرینی سے' کہ مجھے تو صرف پارٹی انجوائے کرنی ہے۔ مگر پتا ہے پو... یہ پارٹی وہی ہے جو سنڈریلا کے لیے پرنس نے رکھی تھی... یاد آیا...؟ میں تمہیں کہتی تھی نا کہ میں بالکل سنڈریلا ہوں... وہی اسٹیپ مام... وہی موٹی اور سڑیل بہنیں... اور جیسے سنڈریلا کی اسٹیپ ماما نے اسے پارٹی میں نہیں جانے دیا تھا' ایسے ہی مہر ماما بھی مجھے روک رہی ہیں۔ مگر سنڈریلا کے پاس میری گرینی جیسی گرینی نہیں تھیں اور نہ میرے جتنی عقل...."

وہ اپنی ہوشیاری کا مزا لیتے ہوئے خود ہی ہنس دی' کھلکھلا کے۔

اور یہ کھلکھلاہٹ زینی کو دروازے کے پار رکنے پہ مجبور کر گئی' جو تملاتے ہوئے وہاں آرہی تھی۔

"ہونہہ... یہ جائے گی ہمارے ساتھ۔ ہماری برابری کرے گی۔ شکل دیکھی ہے اس نے۔ آئی بڑی' ارے... یہ کون ہے اس کے ساتھ اندر۔"

اس نے ذرا سا جھانک کے دیکھا... میشا گود میں کمی ماوس کو بھینچے اسے بتا رہی تھی۔

"مگر یار... ایک پرابلم ہے چھوٹی سی... وہاں وہ بھی تو ہوگا... کارا آنٹی کا بیٹا... وہی اس رات والا' جو مجھے کشتی میں جھیل کے پار چھوڑنے آیا تھا... کہیں وہ مجھے پہچان نہ لے' گڑبڑ ہو جائے گی۔"

"اوہ... تو وہ میشا ہے' جس کو ماز مجھ میں تلاش کر رہا تھا۔ اب تو اس کو بالکل بھی نہیں جانا چاہیے وہاں۔"

زینی نے آہستگی سے ہینڈل چھوڑ دیا۔

☼ ☼ ☼

پرشکوہ خانم عرصے بعد خریداری کے لیے بازار نکلی تھیں۔ وہ بھی صرف اور صرف میشا کی خاطر۔ گران سے زیادہ میشا پر جوش تھی۔

"گرینی۔ یہ دیکھیں۔۔۔ ریڈ والا۔" وہ ہر دکان کے باہر بچوں کی طرح مچل جاتی۔

"اوں ہوں۔ سرخ رنگ بہت اوور لگے گا۔"

"اس میں ایک اور کلر بھی ہے۔ براؤن والا لے دیں۔"

"نہیں! وہ تو بوڑھوں والا رنگ ہے۔ آگے چلو۔"

میشا نے منہ بسور کے ان کی وہیل چیئر آگے دھکیلی مگر اگلے ہی پل وہ کسی اور دکان کے باہر جم گئی۔

"ہائے گرینی! وہ سی گرین کلر۔۔۔ اف کتنا پیارا ہے۔"

"ہاں رنگ تو اچھا ہے مگر تم پہ۔۔۔"

"ہے ناں۔" وہ کھل اٹھی کہ گرینی کسی بات پہ متفق تو ہوئیں۔

"مگر کپڑا بہت گھٹیا ہے۔ اور گرم موسم کے لحاظ سے قطعی نامناسب۔"

"مہر ماما آپ کے بارے میں ٹھیک ہی کہتی ہیں۔ آپ ہر بات پہ ان کی مخالفت کرتی ہیں۔" اس نے بڑبڑا کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی۔

"اچھا۔۔۔ یہ پنک اور گرے والا؟"

"کیسی بات کر رہی ہو۔ یہ تو بڑے سے کسی تقریب والا لباس ہے ہی نہیں۔"

"کیا ہے گرینی۔" آخر وہ جھنجلا کے بول اٹھی۔ "آپ کب سے ایسے ہی کر رہی ہیں۔ آپ نے مجھے کچھ لے کر دینا بھی ہے یا نہیں؟"

"کیوں نہیں! میں چاہ رہی تھی۔ کوئی بہت ہی خوب صورت گلابی رنگ کا لباس لے کر دوں تمہیں۔ تم پہ یہ رنگ بہت۔۔۔؟"

کہتے کہتے وہ رک گئیں۔۔۔ سامنے ایک ٹھیلے سے مالائیں خریدتے کچھ بھکشوؤں پہ ان کی نظر پڑی تھی۔

ان کا سفید رنگ اور بھی زیادہ سفید پڑ گیا۔

"میشا! واپس چلو۔ جلدی۔"

"کیا ہوا گرینی؟"

"میری طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ واپس چلو۔"

"طبیعت نہیں، آپ کی نیت خراب ہو رہی ہے۔ آپ مجھے کچھ لے کر دینا ہی نہیں چاہتیں۔ وہ دیکھیں سامنے پنک ڈریس۔"

"میشا۔" وہ چلائیں۔ "سنا نہیں، میں کہہ رہی ہوں فوراً یہاں سے چلو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔ اچھا! ٹھیک ہے۔ نہیں جانا۔ تو میں کوئی تمہاری محتاج نہیں ہوں۔ جا سکتی ہوں۔"

ان کی بے چین مضطرب نظریں ان بھکشوؤں سے ہٹ نہیں پا رہی تھیں اور وہ وہیل چیئر دھکیلتی آگے جا رہی تھیں۔ آخر میشا ناراضی کے باوجود ان کے پیچھے پیچھے جانے پر مجبور ہو گئی۔

سارے رستے دونوں نے کلام تک نہ کیا۔ میشا کا تو خفگی سے منہ پھولا ہوا تھا اور گرینی اپنی سوچوں میں غلطاں تھیں۔ گھر آتے ہی میشا پھٹ پڑی۔

"اب بتائیے۔۔۔ کیا ہوا ہے آپ کی طبیعت کو؟ کیا جلدی تھی گھر آنے کی؟ بس مجھے ڈریس نہیں لے کر دینا تھا آپ نے۔" وہ منہ پھلا کر بولی۔

"ایسی ہی بات ہے۔ اب میں اتنی دور اکیلی نہیں جا سکتی۔ نہ کوئی اور ہے مجھے لے جانے والا۔ کیسے آئیں گے میرے کپڑے؟ وقت بھی اتنا کم ہے۔" اس نے پیر پٹخے۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے بازار جانے کی نہ پارٹی میں۔۔۔ گھر سے باہر قدم نکالنے کا سوچنا بھی مت۔"

"کیا؟ مگر آپ نے تو کہا تھا۔" وہ حق دق رہ گئی۔

"اب بھی میں ہی کہہ رہی ہوں۔ تم کہیں نہیں جاؤ گی۔ اب بحث مت کرنا مجھ سے۔"

ان کا مزاج حد سے زیادہ برہم تھا اور آنکھوں میں اس قدر سختی تھی کہ وہ اپنی فطرت کے برخلاف واقعی چپ کر گئی۔

☼ ☼ ☼

"پلیز آنٹی! ایسا تو نہ کریں۔ آپ نہیں آئیں گی تو میں خود کو بہت تنہا فیل کروں گی۔"

انہوں نے کارا سے معذرت کرنے کے لیے فون کیا تھا کہ وہ تقریب میں شرکت نہیں کر سکیں گی مگر وہ مسلسل اصرار کیے جا رہی تھی۔

"آپ ہی تو میری بڑی ہیں۔ آپ نہیں ہوں گی تو کون مجھے گائیڈ کرے گا بوچھنے میں؟ ویسے بھی اتنے سال یہاں سے دور رہنے کی وجہ سے میں اب بہت سے لوگوں کو جانتی بھی نہیں ہوں۔ آپ ہوں گی تو ہیلپ رہے گی۔"

"ہاں! مگر کارا میری بھی مجبوری ہے۔ طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔ شاید موسم کا اثر۔۔۔"

"نہیں! میں آپ کی ایک نہیں سنوں گی۔ میں آپ کو ماں کی جگہ دیتی ہوں تو آپ کو بھی مجھے بیٹی سمجھ کے اس موقع پہ میرے پاس ہونا چاہیے۔"

آخر وہ اس کے محبت بھرے اصرار کے آگے ہار مان گئیں۔

"ٹھیک ہے! تمہارا مان بھی تو رکھنا ہے۔ آجاؤں گی۔"

وہ ہامی بھر تو بیٹھیں مگر فون بند کرنے کے بعد پریشان ہو گئیں۔ میشا کو وہ ہرگز ساتھ نہیں لے جانا چاہتی تھیں اور اسے گھر پہ اکیلے چھوڑنا بھی ٹھیک نہیں تھا۔ وہ اس کی خود سری سے واقف تھیں اور ابھی میلے میں چوری چھپے جانے والا کارنامہ بھی تازہ تھا۔ وہ کوئی اور حل نکالنے کا سوچنے لگیں۔

☼ ☼ ☼

"آپ گندی ہیں گرینی۔۔۔ بہت گندی۔۔۔ پہلے وعدہ کرتی ہیں پھر توڑ دیتی ہیں۔"

وہ تکیے میں منہ دے کر سسک سسک کر رو رہی تھی اور پتا نہیں کیا بات تھی۔ آنسوؤں کا اس کی نیند سے ایسا کون سا ناتا تھا کہ ادھر آنسو بہتے۔ ادھر آنکھوں میں نیند بھر جاتی۔ وہیں گالوں پہ پھیلے آنسوؤں کے ساتھ وہ غنودگی میں چلی گئی۔ اپنے ان ہی سپنوں میں جو اس کے ساتھ بچپن سے کھیل کے جوان ہوئے تھے۔

جہاں چیتھڑوں سے بھرے جا بجا پیوندوں سے سجے میلے لباس میں بھی اس کا حسن دمک رہا تھا۔ اس کی کالی کجراری سی آنکھیں اس سپنے میں زہر رنگی تھیں اور سیاہ گھنیرے گھنگھریالے بال اس وقت اخروٹی رنگ کے گچھوں کی صورت اس کے شانوں پہ بکھرے تھے۔ وہ یہاں بھی گھٹنوں میں سر دیے سسک سسک کے رو رہی تھی۔ جب ایک بجلی سی کوندنے پہ اس نے چونک کے سر اٹھایا۔ آسمان پہ جگمگاتے ستارے سے ایک کرن سیدھی اس کے آنگن میں اتر رہی تھی اور کرن کے اس زینے سے قدم بہ قدم نیچے آئی۔ پریوں کی رانی۔ فیری گاڈ مدر۔۔۔

"فیری مدر۔۔۔؟" وہ پہچان اٹھی۔

"نہیں گرینی؟"

وہ فیصلہ نہ کر پائی کہ یہ فیری مدر تھیں سنڈریلا والی یا اس کی گرینی۔ شکل و صورت گرینی والی اور لباس فیری مدر والا۔ سر پہ ہیروں کا تاج، ہاتھ میں نقرئی جادو کی چھڑی۔

"میں گرینی بھی ہوں اور تمہاری فیری مدر بھی۔۔۔ بالکل جیسے تم میشا بھی ہو اور سنڈریلا بھی۔"

"کیا آپ مجھے وہاں بھیج سکتی ہیں جہاں امی اور زینی گئی ہیں مہرماما کے ساتھ؟"

"ہاں بالکل۔ اسی لیے تو آئی ہوں۔"

"مگر میرے یہ پھٹے پرانے کپڑے۔" اس نے منہ بسورا۔۔۔

"ابھی لو۔"

انہوں نے اپنی جادو کی چھڑی گھمائی اور میشا کا نہیں۔ سنڈریلا کا پھٹا پرانا لباس پلک جھپکتے میں ایک خوب صورت سفید میکسی میں تبدیل ہو گیا۔ پھولی پھولی نفیس جالی کی میکسی۔

"میری گرینی۔ میری فیری مدر۔۔۔"

وہ چلائی اور اسی وقت ۔۔۔ کی آنکھ کھل گئی۔ باہر سے آتے ہارن کی آواز پہ وہ گھبرا کے کھڑکی کی جانب لپکی۔ مہر کی پرانی کھٹارا موٹر گیٹ سے باہر نکل رہی تھی۔

"مہر ماما جا رہی ہیں۔ گرینی۔۔۔ گرینی۔"

وہ سرپٹ باہر کی جانب بھاگی اور گرینی کے کمرے کا دروازہ کھولتے ہی دھک سے رہ گئی۔ گرینی بھی وہاں نہیں تھیں۔

"گرینی بھی چلی گئیں مجھے چھوڑ کے۔۔۔"

اب وہ دیوانوں کی طرح باہر بھاگی۔ جہاں امی پر شکوہ خانم کے کہنے پہ گیٹ پہ تالا لگا رہی تھی۔ انہیں خدشہ تھا ان کے جانے کے بعد میشا اپنے طور پہ وہاں آنے کی کوشش نہ کرے یا پھر اپنی ناراضی جتانے یا ان سے بدلہ لینے کی خاطر۔۔۔ انہیں تنگ کرنے کے لیے کہیں نکل نہ جائے۔ اس طرح باہر سے تالا لگا کے اسے اندر اکیلے بند کر کے جاتے ہوئے دل تو دکھ رہا تھا مگر۔۔۔

"چلو آ بھی جاؤ امی۔۔۔ دیر ہو رہی ہے؟"

مہر کے چلانے پہ امی جیسے ہی آ کے بیٹھی۔ زینی نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اور جب تک میشا بھاگتے ہوئے لان عبور کر کے گیٹ تک پہنچی گاڑی گلی کا موڑ مڑ رہی تھی۔ وہ اونچی آواز میں پکارتے ہوئے گیٹ کو کھولنے کی کوشش کرنے لگی۔

"گرینی۔۔۔ گرینی پلیز! مجھے چھوڑ کے نہ جائیں۔ گرینی! آپ تو رک جائیں میرے پاس۔"

مگر اس وقت اس کی آواز تک صدمے سے بند ہو گئی، جب اسے احساس ہوا کہ گیٹ باہر سے مقفل ہے۔

"نہیں۔۔۔ گرینی ایسا کیسے کر سکتی ہیں میرے ساتھ۔" وہ وہیں گیٹ کے پاس بے دم سی ہو کر زمین پہ بیٹھ گئی اور بلند آواز کے ساتھ رونے لگی۔ ساتھ ساتھ شکوے بھی جاری تھے۔

"کیوں اللہ جی! آپ نے کیوں میری قسمت ایسی بنائی ہے کیوں مجھ سے سب کچھ چھین لیا ہے۔ میرے بابا۔۔۔ میری ماما۔۔۔ چھوٹی چھوٹی خوشیاں۔۔۔ کچھ بھی تو نہیں دیا مجھے۔۔۔ سوائے گرینی کے اور پھر گرینی کے دل سے بھی میری محبت چھین لی۔ پہلے انہوں نے میرے جانے پہ پابندی لگائی تاکہ انہیں میرے کپڑوں کے لیے پیسے خرچ نہ کرنے پڑیں اور اب وہ مجھے گھر میں اکیلے لاک کر کے چلی گئیں۔"

رات کے سناٹے میں اس کی سسکیاں اور فریاد گونج رہی تھی۔ جھینگر تک سہم کے دبک کے خاموش ہو گئے تھے۔ جیسے دم سادھے اس کا واویلا سن رہے ہوں۔

"گرینی کہتی ہیں۔ میرے جیسے بچے گاڈ کے لیے اسپیشل ہوتے ہیں۔ وہ ان سے پیرنٹس لیتے ہیں تو بدلے میں اور بہت کچھ دے دیتے ہیں۔ جیسے سنڈریلا کے لیے آپ نے فیری مدر بھیج دی تھی۔ مگر اللہ جی۔۔۔ مجھ سے تو آپ نے صرف لیا ہی لیا ہے۔ دیا کچھ نہیں۔۔۔ کیا میں آپ کے لیے اسپیشل نہیں ہوں۔ کیا آپ کو میری پروا نہیں ہے؟ مجھ سے محبت نہیں ہے۔ اگر ہے تو بھیجیے میرے لیے بھی کوئی فیری مدر ورنہ مجھے لگے گا باقی سب کی طرح آپ کے لیے بھی میشا کچھ نہیں ہے۔"

آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں نیند سمانے لگی تھی۔ مگر وہ تیزی سے پلکیں جھپکتے ہوئے اسے بھگانے لگی۔ جانتی تھی۔ آج اسے اگر کوئی خواب دکھائی بھی دیا تو بے حد بھیانک اور ڈراؤنا ہو گا۔ اس سیاہ رات کی طرح۔ اس ہولناک تنہائی کی طرح۔۔۔ اور اچانک اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ ایک تیز روشنی اس کی نظروں سے ٹکرائی تھی۔ اس نے بے ساختہ اپنا بازو موڑ کے چہرے کے آگے کیا۔ اور پھر ہولے ہولے ہٹاتے ہوئے چندھی آنکھوں سے سامنے دیکھنے کی کوشش کی۔ وہ تیز روشنی بالکل سامنے سے براہ راست اس تک آ رہی تھی اور زمین پہ ایک لمبا سا گہرا سایہ۔ وہ سہم کے سکڑ گئی۔ سایہ نزدیک آ رہا تھا۔ قدموں کی چاپ بڑھ رہی تھی۔ دم سادھ کے دبکے جھینگر پھر سے ٹرٹرانے لگے۔ دور کہیں ایک کوئل کوکی تھی۔ شاید جھینگر کے بے سرے پن سے بدمزا ہو کے۔

روشنی کی چوڑی لمبی سی لکیر اس کے چہرے سے ہٹ کے نیچے زمین پہ گئی اور وہ سامنے واضح طور پہ دیکھنے کے قابل ہوئی۔ مگر جو نظر آیا۔ اس نے یشا کے ہوش اور بھی اڑا دیے۔

☼ ☼ ☼

امی اور زینی کے لیے یہ سب بہت نیا تھا۔ مہرالبتہ کسی حد تک نارمل تھی۔ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد کچھ عرصہ اس نے خاصا اچھا وقت دیکھا تھا۔ اس کے والد اور سیف اللہ دونوں سفارت خانوں سے منسلک تھے اور اچھے عہدوں پہ تھے، اس لیے طرز زندگی خاصا قابل رشک رہا۔ بہت نامی گرامی لوگوں سے شناسائی اور میل جول رہا مگر امی اور زینی کے لیے کارامینشن ایک الگ ہی دنیا تھی۔

سنگ مرمر کے فرش۔

جابجا قیمتی آرائشی قمقمے اور فانوس۔

نایاب پینٹنگز۔۔۔

ایسے دبیز غالیچے کہ زینی کی چار انچ کی ہیل آدھی سے زیادہ اس میں دھنس رہی تھی۔

فواروں سے عطر آمیز پانی کی پھواریں سارے ماحول کو خوش گوار کر رہی تھیں۔

باادب۔ باوردی اور تربیت یافتہ ملازمین کی فوج۔

امی کی ساری توجہ تو انواع واقسام کے کھانوں پہ تھی مگر زینی کھلی آنکھوں کے ساتھ ان سب کو اپنی دسترس اور ملکیت میں لانے کے خواب دیکھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ جو کوئی بھی تھا۔ اس کی جانب بڑے دوستانہ انداز میں دیکھتا مسکرا رہا تھا۔ اور اس کی مسکراہٹ بڑی نرم بڑی مدھری تھی۔

آنکھوں میں بھی نرمتا ہلکورے لے رہی تھی۔

سادہ سے نقوش۔۔۔

مناسب سی قدوقامت۔

سنولاہٹ کو چھوتا گندمی رنگ

بھورے رنگ کی سوتی پتلون، جو کثرت استعمال سے جگہ جگہ سے ہلکی بھوری ہو رہی تھی۔

بھورے اور بادامی خانوں والی سوتی قمیص۔ ڈھیلی ڈھالی سی۔

بدحال۔ خستہ اور کیچڑ بھرے لانگ شوز۔

مجموعی طور پہ اس کی شخصیت میں اگر اچانک اور فوراً "متاثر کرنے والا کچھ نہ تھا تو خوف زدہ کر دینے والا بھی نہیں تھا۔ مگر پھر بھی وہ بے حد ڈر گئی۔ کیونکہ گیٹ باہر سے مقفل تھا۔ وہ گھر میں بالکل اکیلی تھی۔ رات کا وقت تھا۔ ایسے میں کسی اجنبی کو اپنے گھر کے احاطے میں صرف ڈھائی فٹ کے فاصلے پہ موجود پانا اچنبھے سے زیادہ خوف کا باعث ہی تو تھا۔

ہلکی سی چیخ مار کے اس نے بھاگنا چاہا۔ مگر سامنے تو وہ کھڑا تھا۔ اسی لیے ایک قدم آگے بڑھانے کے بعد اس نے بوکھلا کے دو قدم پیچھے بڑھا دیے اور ایک چکنے پتھر سے اٹک کر پیچھے کی جانب گرنے ہی لگی تھی کہ اس نے ہاتھ اس کی کمر کے گرد حائل کر کے اسے گرنے سے بچا لیا۔

☼ ☼ ☼

مائر پھر سے اسی الجھن میں گھر رہا تھا۔

اس رات زینی کے شانے سے لگا وہ بندہ اسے گمان دلا رہا تھا کہ زینی ہی وہ لڑکی ہے جس کی باتوں نے اس کا دل لبھایا تھا اور وہ چاہتے ہوئے بھی اس کا خیال دل سے اور اسے تلاش کرنے کی خواہش ذہن سے نکال نہیں پایا۔

لیکن دوسری جانب زینی کے ناز و ادا اس کی تصنع اور لگاوٹ سے بھرپور باتیں اس کے گمان کو غلط قرار دے رہی تھیں۔ ان میں وہ بے ساختگی۔ وہ بھول پن مفقود تھا جس کا وہ اسیر ہوا تھا۔

"مجھے تو لگا تھا میری طرح تمہیں بھی وہ ملاقات ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یاد رہ گئی ہوگی۔"

اس پہ زینی نے دانستہ اس رات کا ذکر چھیڑ کے مائر کی الجھن میں مزید اضافہ کر دیا۔

"میں تو اس رات کے سحر سے نکل ہی نہیں پا رہی۔ وہ جھیل۔ وہ کشتی، وہ تمہارا ساتھ، وہ میٹھی میٹھی، پیار بھری باتیں۔"

"جھیل اور کشتی کے ذکر پر وہ پھر سے ذرا سا ڈگمگایا مگر جیسے ہی زینی نے پیار بھری باتوں کا ذکر کیا، وہ عجیب سی نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔ بھلا پیار بھری باتیں کب ہوئی تھیں۔

"اس دن تو تمہیں کچھ یاد نہیں آ رہا تھا۔"

"وہ تو امی ساتھ تھیں ورنہ تم کوئی بھولنے والی چیز ہو۔"

زینی نے اپنے تئیں بڑے قاتلانہ انداز میں کہا تھا مگر مائر کی نفیس طبیعت کو اس کی بات کھل گئی۔

"میں چیز ہوں بھی نہیں۔"

"یہ تو میرے دل سے پوچھو تم۔۔۔ کہ تم کیا ہو؟"

وہ مزید نزدیک ہوئی اور مائر کی گھبراہٹ میں بھی اضافہ ہوا۔ وہ واضح طور پر کترا گیا۔

"ایکسکیوزی۔"

زینی تلملا کے اسے دوسری جانب بڑھتا دیکھنے لگی۔

☼ ☼ ☼

"کک۔۔۔ کو۔۔۔ کون ہو تت۔۔۔ تم؟"

وہ اس کے دائیں بازو پہ قوس قزح کے زاویے کی طرح گری پوچھ رہی تھی۔ اس اجنبی نے اس کا ہاتھ تھام کے سیدھا کرتے ہوئے مسکرا کے جواب دیا۔

"رومان۔۔۔ رومان ہوں میں۔"

"یہاں کیوں آئے ہو؟" وہ پھر سے تھوڑا پیچھے ہٹی۔

"بھیجا گیا ہوں۔" وہ بھی آگے بڑھ آیا۔

"مگر کیوں؟" وہ کھسک کے گیٹ سے جا لگی۔

"تمہارے لیے۔" اب وہ بالکل مقابل کھڑا تھا۔

"میرے لیے؟"

"ہاں۔ تم ہی تو بلا رہی تھیں رو رو کے۔"

"جھوٹ۔ میں نے کب بلایا تمہیں؟ میں کیوں بلاؤں گی؟ میں تو تمہیں جانتی تک نہیں۔ کون ہو تم کوئی چور؟ ڈاکو؟"

"تم نے مجھے نہیں بلایا۔ مگر کسی کو تو بلا رہی تھیں اپنی فیری مدر کو۔۔۔ بلا رہی تھیں یا نہیں۔"

"ہاں۔۔۔ مگر۔۔۔ تم۔"

"اتفاق سے وہ میری گرینڈ مدر ہیں۔"

"کیا۔۔۔ کون؟"

"تمہاری فیری مدر۔ میری گرینڈ مدر۔ انہوں نے ہی بھیجا ہے مجھے۔ صرف اور صرف تمہاری مدد کے لیے۔"

☼ ☼ ☼

پرشکوہ خانم اب سخت پچھتا رہی تھیں کہ یشا کو اکیلے چھوڑ کے کیوں آئیں۔ وہ ابھی سے اسے منانے کے طریقے سوچنے لگیں۔

"آنٹی۔ آپ اتنی الگ تھلگ گم صم کیوں بیٹھی ہیں؟" کارا نے ان کے نزدیک بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"بہت عرصے کے بعد ایسی کسی تقریب میں شرکت کر رہی ہوں وہ بھی تمہارے اصرار پہ۔ الگ تھلگ رہنے کی عادت سی ہو گئی ہے۔ تم میری فکر نہ کرو۔ جاؤ جا کے اپنے مہمانوں کو وقت دو۔"

"ایک پرابلم ہے آنٹی۔"

"کیسی پرابلم؟"

"مائر کسی لڑکی کو پسند کرنے لگا ہے۔"

"تو اس میں مسئلہ کیا ہے۔۔۔ جسے وہ پسند کرتا ہے اس سے کر دو اس کی شادی۔۔۔ تمہیں یہ پارٹی رکھنی ہی نہیں چاہیے تھی۔ شاید اسی لیے مائر اتنا الجھا ہوا اور اکھڑا اکھڑا سا لگ رہا ہے۔"

"یہ پارٹی میں نے رکھی ہی اسی لیے ہے کیونکہ مائر نہیں جانتا، وہ لڑکی کون ہے کہاں رہتی ہے۔ اسی لیے میں نے سوچا۔ یہاں آئی لڑکیوں میں سے ہی وہ کوئی نکل آئے تو اچھا ہے۔ مگر دل میں ڈر ہے کہ کہیں وہ کسی ایسی ویسی فیملی کی نہ ہو۔"

☼ ☼ ☼

میشا منہ کھولے حیرت سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔۔ رومان نے اس کی سہولت کے لیے اپنا چہرہ ذرا مزید اس کے نزدیک کیا۔

"ہاں ہاں دیکھو۔ غور سے دیکھو۔۔۔ میری شکل بھی ملتی ہے ان سے۔۔۔ نہیں؟"

میشا نے پہلے آہستہ سے اور پھر زور سے اپنا سر نفی میں ہلایا۔۔۔ پھر بولی۔

"کوئی نہیں جی۔۔۔ ذرا سی بھی نہیں ملتی۔"

"جب وہ میری عمر کی تھیں تو بالکل ایسی تھیں اور جب میں ان کی عمر کا ہو جاؤں گا تو ویسا ہی ہو جاؤں گا۔ اچھا' تمہاری تسلی کے لیے بتاتا ہوں کہ تم میری گرینڈ ماما کو اسی لیے بلا رہی تھیں کہ تمہاری کھڑوس اسٹیپ ماما اپنی لاڈلیوں کو لے کر پارٹی میں گئی ہیں اور تمہیں گھر میں قید کر گئی ہیں۔ اب تمہارا جانا تو بہت ضروری ہے ناں۔۔۔ ورنہ اسٹوری کا کلائمکس کیسے ہوگا۔"

"تم یہ کیسے جانتے ہو؟" اس کا منہ دوبارہ کھل گیا۔

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارا نام میشا ہے۔ تمہارے پاپا کا نام سیف اللہ تھا جو دس سال پہلے وفات پا گئے۔ تمہاری ایک گرینی ہیں جن سے تم بے حد پیار کرتی ہو۔ تمہارا سارا دن گھر کے کاموں میں گزرتا ہے یا پھر اپنی کھڑوس ماما کی ڈانٹ سنتے اور تم اپنی دنیا میں۔۔۔ اپنے خیالوں میں اتنی مگن رہتی ہو کہ تمہیں یہ تک نہیں پتا چلتا کہ تمہارے آس پاس کیا ہو رہا ہے۔"

"تم تو سب جانتے ہو۔۔۔ کیا ہو تم؟ کوئی جادوگر' کوئی بھوت' جن۔" خوف نے اس کی رنگت یکسر سفید کر ڈالی جو رات کی نیلاہٹ میں بے حد نمایاں ہو رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔ نہ جادوگر' نہ جن' نہ بھوت۔۔۔ فیری مین۔"

"کیا' فیری مین مذاق کر رہے ہو' میں شکل سے معصوم لگتی ہوں۔ ہوں نہیں۔ سمجھے' سچ بتاؤ کون ہو تم؟"

"تمہیں ایسا کیوں لگتا ہے کہ میں فیری مین نہیں ہوں۔ کیا تمہیں پریوں کے ہونے پہ شک ہے اگر ایسا ہے تو تم مدد کے لیے فیری مدر کو کیوں بلا رہی تھیں۔"

"کیوں وہ ہیں۔۔۔ شروع سے ہیں۔ سنڈریلا کے زمانے سے۔ شاید اس سے بھی پہلے۔ انہوں نے سنڈریلا کی لائف بنا دی تھی قسم سے مجھے بھی لائف بنانی ہے۔"

"مائر سے شادی کر کے؟" وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"اوہ گاڈ! تم مائر کو بھی جانتے ہو؟"

"اب تو مان لو۔۔۔ میں تمہاری فیری مدر کا پوتا ہوں۔ تمہاری فریاد ان تک پہنچی ضرور۔۔۔ مگر وہ نہیں آسکتی تھیں۔ ان کی وفات ہو چکی ہے۔"

"اوہ۔۔۔ ویری سیڈ۔۔۔ مجھے رونا آرہا ہے۔"

ہوش سنبھالتے ہی ان کو کہانیوں میں اتنا سنا تھا اور کتابوں میں اتنا پڑھا تھا کہ ایک عجیب سی انسیت ہو گئی تھی اس لیے یہ سنتے ہی اس کا دل اور آنکھیں دونوں بھر آئیں۔

"تمہیں نہیں رونا مت۔

بہت پرانی بات ہو چکی ہے اب تو ان کو گزرے دو سو سال ہونے والے ہیں۔ ورنہ وہ ضرور آتیں۔ تمہاری مدد کے لیے۔ اس لیے انہوں نے مجھے بھیجا ہے۔"

اتنی تفصیل سننے کے بعد بھی جب رومان نے میشا کی آنکھوں میں ہنوز بے یقینی اور ابہام دیکھا تو مایوس ہو کر یہ کہتے ہوئے جانے کے لیے پلٹا۔

"ٹھیک ہے۔ شاید تمہیں میری بات کا اعتبار نہیں ہے یا پھر شاید میری ضرورت نہیں ہے۔"

میشا اچانک کچھ بے چین سی ہوئی۔۔۔ چند لمحے کشمکش کا شکار رہنے کے بعد وہ یہ پکارتی ہوئی اس کے پیچھے لپکی۔

"سنو' سنو پرے! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے پرے!"

☼ ☼ ☼

"زینی! یہ لو فون اپنی گرینی کو دے کر آؤ۔"

مہر نے زینی کو اشارے سے بلایا جو کہ دوبارہ مائر کے پیچھے جانے کے لیے پر تول رہی تھی اور موبائل اسے تھمایا۔

"یہ کیا کرنا ہے انہوں نے؟"

"میشا کو ہی فون کرنا ہوگا اور کیا۔۔۔ بار بار اشارے کر کر کے منگوا رہی ہیں۔ جاؤ دے کر آؤ۔ جان چھوٹے میری تو۔"

زینی برے برے منہ بناتی پر شکوہ خانم کی جانب بڑھی جو بڑے دھیان سے کارا کی بات سن رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

میشا پھولی ہوئی سانسوں کے ساتھ اس کے پاس آ کے رکی۔۔۔ جو کیلے کے درختوں کے جھنڈ کی جانب بڑھ رہا تھا۔

"پرے! تم کرو گے میری مدد؟"

"میرا نام رومان ہے۔۔۔ اور ہاں کروں گا مدد۔۔۔ اسی لیے تو آیا ہوں۔"

"تو کرو۔۔۔ لے جاؤ مجھے وہاں۔"

میشا نے بے ساختہ اپنا ہاتھ آگے بڑھایا جیسے وہ اس کا ہاتھ تھامتے ہی اسے ہوا کے دوش پہ جھیل کے اس پار لے جائے گا۔ رومان نے اس کا ہاتھ تھاما۔۔۔ ایک گھٹنا زمین پہ رکھ کے وہ جھکا اور اس کے ہاتھ کی پشت پہ اپنے لب ہولے سے رکھے۔

میشا نے گھبرا کے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔

"اے۔۔۔ یہ کیا کر رہے ہو؟"

"میرے ایک انکل تھے۔"

وہ یونہی زمین پہ ایک گھٹنا رکھے' جھکے ہوئے بتانے لگا۔

"کئی سو سال تک وہ ایک چراغ میں قید رہے۔ الہ دین نام کے ایک بندے نے انہیں آزاد کرایا تھا تب ہی وہ باقی ساری عمر اسے آقا مانتے رہے۔ انہوں نے ہی مجھے بتایا تھا کہ ایک اچھے جن یا پرے کو اپنے آقاؤں کے ساتھ ایسے ہی پیش آنا چاہیے۔"

رومان نے دوبارہ اس کا ہاتھ تھاما اور بڑے احترام اور عقیدت سے بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"تم میری کوئین ہو اور کوئین کے ساتھ ایسے ہی پیش آیا جاتا ہے۔"

میشا کے انداز میں خود بخود ایک اتراہٹ سی آگئی۔ اس کے ابرو تن گئے۔۔۔ صراحی دار گردن میں ایک خم نظر آنے لگا اور لہجہ یکایک شاہانہ اور بے نیاز سا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے' ٹھیک ہے۔۔۔ اب جلدی سے مجھے پارٹی میں لے جاؤ ورنہ دیر ہو جائے گی۔"

"چلو۔۔۔" وہ فوراً" تیار ہو گیا۔

"اس لباس میں۔" وہ ہلکا سا چیخی جیسے جتا رہی ہو کہ تمہارا دماغ تو درست ہے۔

"ٹھیک ہے۔ تم کپڑے تبدیل کر آؤ۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔"

"تم کیسے پرے ہو۔۔۔ ایک لباس تک کا انتظام نہیں کر سکتے میرے لیے۔"

رومان کے چہرے پہ لمحہ بھر کے لیے گھبراہٹ نظر آئی۔

"مجھے بالکل سنڈریلا جیسا لباس چاہیے۔"

"اوں۔۔۔ سنڈریلا جیسا۔" وہ کچھ سوچنے لگا۔

"ٹھیک ہے ابھی آجاتا ہے مگر تم اپنا منہ تو دھو کے آؤ۔ رو رو کے عجیب سا ہو رہا ہے۔ یہ میں کسی جادو سے ٹھیک نہیں کر سکتا۔"

"بس ابھی آئی۔ دو منٹ۔۔۔"

وہ سرپٹ دوڑتی گھر کے اندر کی جانب بڑھی۔۔۔ برق رفتاری سے اس نے پہلے برآمدہ۔۔۔ پھر ہال اور پھر زینہ عبور کیا۔ اپنے کمرے میں جا کر چہرے پہ ٹھنڈے پانی کے زور زور سے چھپاکے مارے اور اپنی ہی قمیص کے دامن سے رگڑ کے خشک کرتے ہوئے اسی رفتار سے واپس آئی۔ وہ وہیں اسی جگہ ہاتھ میں ایک گلابی ریشمی لباس لیے کھڑا تھا۔

"واؤ۔۔۔ پنک کلر لے آئے۔"

اس نے بڑے شوق سے اس کے ہاتھ سے لباس جھپٹ لیا مگر فوراً" ہی اس کا منہ اتر گیا۔

"یہ کیا۔۔۔ یہ کس کے سائز کا لائے ہو؟ امی کے سائز کا۔۔۔ دوسرا لا کے دو۔"

"اب میں پھر سے پرستان جاؤں۔ کتنا ٹائم ضائع ہو

گا یار۔"

"مجھے یار مت کہو۔" اس نے منہ بنایا۔

"اچھا نہیں کہتا۔۔۔ مگر فی الحال تم یہی پہن لو۔۔۔ دیر ہو رہی ہے۔"

"پہننے میں بھی تو وقت ضائع ہو گا۔ تم اپنے جادو سے کیوں نہیں پہنا دیتے مجھے جیسے فیری مدر نے چٹکی بجاتے ہی سنڈریلا کو خود بخود پہنا دیا تھا۔"

"سوچ لو۔" وہ لطف لیتے ہوئے مسکرایا۔ "وہ فیری مدر تھیں۔ ان کی بات اور تھی۔۔۔ میں ایسا کروں گا تو شاید تمہیں شرم آئے۔۔۔ نہیں؟"

یشا جھینپ گئی اور لباس لے کر اندر کی جانب بھاگی۔۔۔ اس نے پشت سے پکار کے کہا۔

"سنو۔۔۔ تمہیں چلنا نہیں آتا؟ ہمیشہ بھاگتی کیوں ہو۔" مگر وہاں جواب دینے کی فرصت کسے تھی۔ چند منٹ بعد ہی وہ برا سا منہ بنائے کاندھوں سے اس لباس کو تھامے اندر سے برآمد ہوئی۔

"یہ کس موٹی پری کا اٹھا لائے ہو۔۔۔ اتنا کھلا ہے مجھے۔ بار بار نیچے گر رہا ہے۔"

روماں کی نظروں میں مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

"کوئی پن ہے تو دو۔۔۔ میں لگا دیتا ہوں۔"

"لو۔۔۔ اب میں پن ڈھونڈنے لگ جاؤں تاکہ مزید وقت ضائع ہو اور میرے وہاں جاتے جاتے پارٹی ختم ہو جائے۔"

وہ اس پہ برس پڑی۔

☼ ☼ ☼

"آخر ملا کہاں تھا وہ اس لڑکی سے؟"

پر شکوہ خانم کار اسے استفسار کر رہی تھیں۔ جب زینی فون لیے ان کے عقب میں آئی اور عادت سے مجبور وہیں رک کر سننے لگی۔ گفتگو کے رخ نے اسے کھٹکا دیا تھا۔

"پتا نہیں۔۔۔ نہ نام جانتا ہے نہ پتا۔ ہاں بس ایک ایر رنگ ہے۔۔۔ چاندی کا۔۔۔ سبز نگ والا۔۔۔ اسی کو لیے پھرتا ہے جو وہ چھوڑ گئی تھی۔"

زینی کا دل زور سے سکڑ کے سمٹ گیا۔

"چاندی کا بندہ۔۔۔ اوہ' وہ والا وہ جو ایک ہی رہ گیا تھا اور جسے میں نے آج صبح ہی بے کار سمجھ کر لان میں پھینک دیا تھا۔۔۔ اوہو ایک تو میری جلد بازیاں۔"

وہ پچھتانے لگی۔

☼ ☼ ☼

روماں کی نظر اچانک نیچے گئی۔

گھاس میں پھنسے چاندی کے بندے میں جڑے نگینے کی چمک نے اسے اپنی جانب متوجہ کیا۔

"لو کام بن گیا۔"

اس نے جھک کر بندہ اٹھایا اور یشا کے کاندھے سے پھسلتے ریشمی لباس کو چٹکی میں پکڑا۔

وہ بدک کے پیچھے ہٹی۔

"اے۔۔۔ ہٹو' ہاتھ مت لگاؤ۔"

"ہاتھ نہیں۔۔۔ پن لگا رہا ہوں۔"

وہ پرواہ کیے بغیر دوبارہ سے آگے بڑھا اور بندے کو پن کی طرح لگا کے اس کے لباس کو شانوں سے ٹھیک کیا۔

"ہوں اب ٹھیک ہے۔"

"اور میرے شیشے کے سینڈل سنڈریلا جیسے؟"

"سنڈریلا بہت نازک تھی۔ تم نے اپنا ویٹ دیکھا ہے۔ ایسے سینڈلز تم جیسی لڑکیوں کے لیے نہیں ہوتے۔ ہاں یہ اتار دو۔"

اس نے یشا کے بالوں میں بندھا ربن کھول دیا اور سیاہ گھنگھریالے بال جیسے اس قید سے چھٹنے پہ شکر ادا کرتے اس کے شانوں پہ بکھر گئے۔

وہ بے خود سا ہو کے دیکھنے لگا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟"

وہ مسکرائی تو روماں چونکا۔۔۔ پھر انجان بن گیا۔

"کچھ نہیں۔۔۔ سوچ رہا تھا۔ چلیں۔"

"جی نہیں۔ تم مجھے دیکھ کے کھو گئے تھے۔ میں بہت کیوٹ اور سویٹ لگ رہی ہوں ناں اس لیے۔"

روماں کی مسکراہٹ اور گہری ہو گئی۔

یشا نے نیچے رکھا کدو اٹھا کے اس کے چہرے کے سامنے بڑے فخر سے دکھایا۔

"ہاں یہ بھی کیوٹ ہے۔ اب چلو۔"

"اس پہ جائیں گے ہم۔ جلدی سے اپنے جادو سے اسے زبردست سی بگھی بنا دو۔"

"ہاں بنا تو دوں۔۔۔ مگر اب چوہے کہاں سے لاؤں گا۔ جن کو گھوڑے بنانا ہے اور اس پہ تو جاتے جاتے بہت دیر ہو جائے گی۔۔۔ میرے پاس ایک زبردست چیز ہے جو چلتی نہیں۔۔۔ اڑتی ہے۔۔۔ اس پہ چلتے ہیں مگر اس سے پہلے یہ۔"

اس نے جیب سے ایک کاغذی رنگین چشمہ نکالا۔

"یہ کیا ہے؟ ماسک؟"

"یہ پہن لو گی تو پارٹی میں اپنی کھڑوس ماما کی پٹائی سے بچ جاؤ گی۔"

"مگر گیٹ پہ تو تالا ہے۔"

یشا اسے گیٹ کی جانب بڑھتے دیکھ کے بولی۔

"لیکن باہر تو جانا ہے۔ کچھ کرتے ہیں۔"

"کچھ کیا۔۔۔ وہی کرو ناں جو کر کے تم یہاں آئے تھے یعنی جادو سے۔"

"جادو سے میں تو دیوار کے آر پار جا سکتا ہوں مگر تم عام انسان ہو۔ تم ایسے جاؤ گی۔"

اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کے دیوار پہ رکھے۔ اچھلا اور پھر کود کے دوسری جانب۔

"آؤ اب۔" یشا ہمت کر کے دیوار پہ تو چڑھ گئی۔۔۔ اتنی اونچی بھی نہیں تھی اور پاؤں رکھنے کے لیے گملے بھی تھے مگر اب نیچے کودنے سے ڈر رہی تھی۔

"جلدی۔"

"نہیں۔۔۔ مجھے ڈر لگتا ہے۔"

"یار۔۔۔ میں ہوں ناں۔"

"تم نے پھر مجھے یار کہا۔"

"او کے۔۔۔ ہر ہائی نیس آئیے۔۔۔"

روماں نے اسے بڑی احتیاط سے کمر سے پکڑ کے نیچے ایسے اتارا جیسے کوئی گلاب کا پھول توڑ کے کسی کے بالوں میں لگا دے۔

"اس پہ جائیں گے ہم۔"

یشا موٹر بائیک دیکھ کے چلا اٹھی۔

"سوال پہ سوال بند کرو۔۔۔ اور جلدی بیٹھو۔"

اس نے بائیک اسٹارٹ کی۔۔۔ یشا فوراً" لباس کو گھٹنوں سے اٹھاتے ہوئے احتیاط سے بیٹھی۔ اس نے دانستہ اپنے اور روماں کے درمیان خاصا فاصلہ رکھا تھا۔۔۔ مگر جیسے ہی بائیک تیز رفتاری سے اونچے نیچے راستوں پہ گزرنے لگی تو یشا نے اسے زور سے کمر سے دبوچ لیا۔

"یہ کیسے راستوں سے گزر رہے ہو۔ اتنے خراب والے۔"

"یہ شارٹ کٹ ہے۔۔۔ ابھی دو منٹ میں ہم وہاں ہوں گے۔"

☼ ☼ ☼

"اگر یہ وہی ہے تو میرا دل گواہی کیوں نہیں دیتا؟ مگر وہ تو کہہ رہی ہے کہ وہ۔۔۔ وہی ہے تو کیسے نہ مانوں۔ اس ملاقات کے بارے میں ہم دونوں کے علاوہ کون جانتا ہے۔ لیکن۔۔۔ نہیں۔ یہ وہ کیسے ہو سکتی ہے۔ وہ تو بہت معصوم' اپنے حسن سے انجان۔۔۔ اپنی کشش سے بے خبر تھی۔ یہ وہ۔۔۔"

وہ کب سے محفل میں اٹکھیلیاں کرتی۔ بجلیاں گراتی زینی کو نظروں کے حصار میں لیے سوچ رہا تھا اور ہمیشہ کی طرح زینی اس کی نظروں سے اپنی مرضی کے مطلب اخذ کرتی پاس آئی۔۔۔ اور اٹھلاتے کہا۔

"میری ایک چیز ہے تمہارے پاس۔"

"کون سی چیز؟"

"کچھ تھا۔۔۔ جو اس رات میں کشتی میں گرا آئی تھی۔ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے' تم نے اسے میری نشانی سمجھ کے اپنے پاس رکھ لیا ہو گا۔"

وہ ایک بار پھر بری طرح چونکا۔۔۔ زینی کی بات پہ کم اور سامنے سے آتی یشا کو دیکھ کے زیادہ۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

فائزہ افتخار

سیف اللہ کاروبار کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔ وہ نیپال کے دورے پر گئے تو واپسی پر میشا ان کے ساتھ تھی۔ وہ ان کے دوست کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تو سیف اللہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ سیف اللہ کی والدہ پر شکوہ خانم نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا مگر ان کی بیوی مہر نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ ناراض ہو گئی اور دونوں بیٹیوں زینی اور امی کو ساتھ لے کر میکے چلی گئی۔ سیف اللہ نے اپنی بیگم تر کارا کو چھوڑ کر مہر سے پسند کی شادی کی تھی۔ وہ مہر کی جدائی میں راتوں کو جاگنے لگا۔ دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر مہر واپس آ گئی مگر وہ میشا کو اس گھر سے نکال نہیں سکی کیونکہ وہ مکان پر شکوہ خانم کے نام تھا۔ اور وہ میشا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ مہر نے میشا کی تعلیم چھڑا دی۔ کیونکہ کاروبار مہر کے نام تھا۔ وہ میشا پر پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پر شکوہ خانم میشا کو گھر ہی میں پڑھانے لگیں۔ انہیں میشا کے خوابوں سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اس کے خواب پراسرار ہوتے تھے اور اکثر سچے بھی ہوتے تھے۔

علاقے میں میلہ لگا تو مہر، امی اور زینی جوش و خروش کے ساتھ وہاں جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ میشا بھی جانا چاہتی تھی۔ مگر مہر اور زینی نے اسے روک دیا۔

ناولٹ
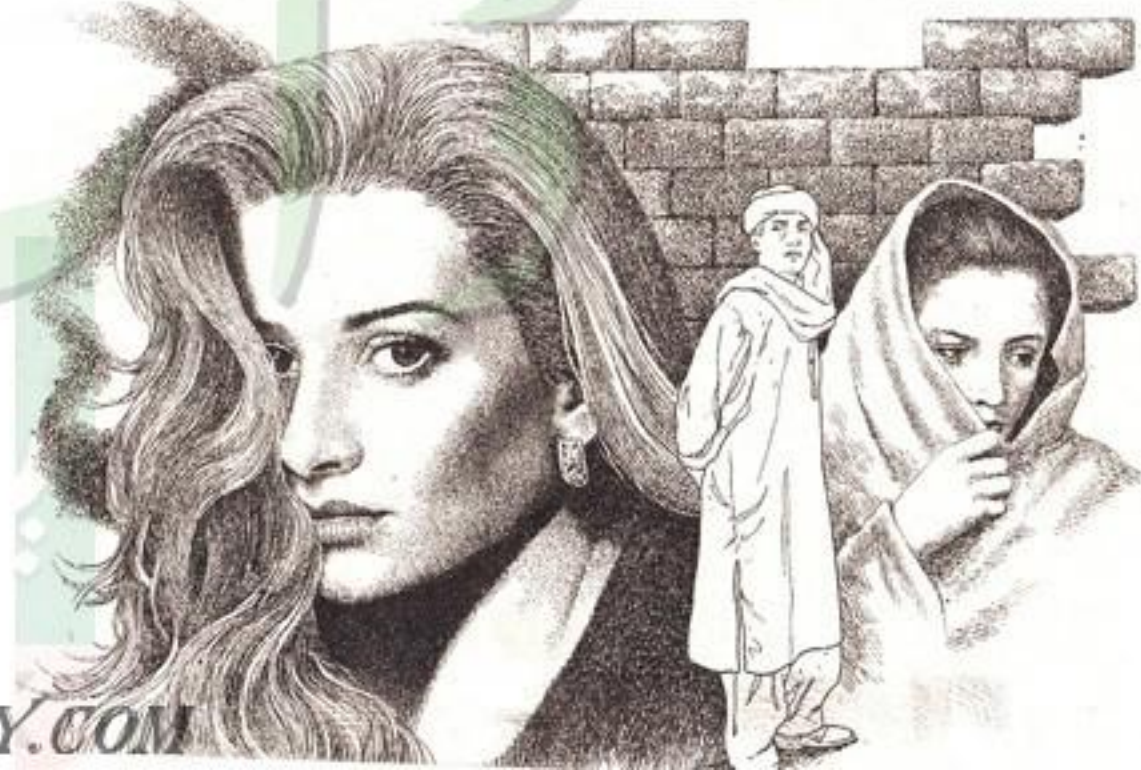
یشا نے تہیہ کرلیا کہ خواہ سب سے چھپ کر سہی، میلے میں ضرور جائے گی۔ یشا نے پُرشکوہ خانم کی پرانی ساڑھی اور مہر کے کمرے کے پردے کاٹ کر ایک خوب صورت لباس تیار کیا اور چہرے پر بھونڈے انداز میں میک اپ تھوپ لیا تاکہ کوئی اسے دیکھے بھی تو پہچان نہ سکے۔ کانوں میں اس نے زینی کے بُندے پہن لیے۔

یشا میلے میں گئی تو اسے وہاں دیر ہوگئی۔ اسے ماژ نامی ایک نوجوان ملا۔ یشا نے اسے گھر تک ساتھ چلنے کا کہا مگر اسے اپنا نام، پتا نہیں بتایا۔ وہ ماژ کو اپنے ساتھ کشتی میں لے گئی۔ یشا کشتی سے اتری تو اس کا ایک بندا کشتی میں گر گیا۔ اس کے جانے کے بعد ماژ نے وہ بُندا سنبھال کر رکھ لیا۔ یشا نے اپنی بے ساختہ باتوں سے اسے متاثر کیا تھا۔

مہر نے کارا کو دعوت پر بلایا کیونکہ وہ اس کے بیٹے ماژ سے اپنی کسی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ ماژ دعوت پر آیا تو یشا بیماری کے باعث اس سے مل نہیں سکی۔

زینی نے وہ بُندا جو اس رات یشا نے پہنا ہوا تھا، اپنے دوپٹے میں بروچ کے طور پر لگایا تو ماژ اسے وہی لڑکی سمجھا جو اسے فیسٹول میں ملی تھی۔

کارا نے خاندان اور قرب و جوار کی تمام لڑکیوں کو اپنے گھر مدعو کیا تاکہ ماژ شادی کے لیے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلے۔ پرشکوہ خانم کا گھرانہ بھی مدعو تھا۔ مگر وہ لوگ یشا کو ساتھ نہیں لے گئیں۔

یشا گھر میں تنہا بیٹھی رو رہی تھی کہ اچانک وہاں رومان آگیا۔ اس نے اپنا تعارف پری زاد کی حیثیت سے کرایا۔ رومان نے پارٹی میں جانے کے لیے یشا کے لباس کا انتظام بھی کردیا۔ زینی نے وہ بُندا لان میں پھینک دیا تھا۔ رومان نے وہ اٹھا کر یشا کے دوپٹے میں لگا دیا اور اسے دعوت میں لے گیا۔ یشا دعوت میں پہنچی تو ماژ اسے دیکھ کر چونک گیا۔

قسط 4

اس رات کی طرح آج بھی اس کا چہرہ واضح نظر نہیں آرہا تھا۔ اس رات بدہیئت، بے ہنگم میک اپ نے اس کے نقوش چھپا رکھے تھے تو آج آدھے چہرے پہ لگا ماسک انہیں عیاں کرنے سے قاصر تھا۔ اس کے لانبے گھنگھریالے بال کچھ اس طرح سے چہرے اور گردن کو ڈھانپے ہوئے تھے کہ ماسک سے محروم باقی کا چہرہ ان میں چھپ گیا تھا۔

اس رات کی طرح آج بھی اس کا لباس اپنی طرز کا منفرد پہناوا تھا۔ اس کے ناپ سے کہیں بڑا... جو بار بار اس کے پیروں میں الجھ رہا تھا جس کی وجہ سے اس کی چال میں وہ بے ساختگی اور بہاؤ نہیں تھا جو عموماً ہوتا ہے۔ وہ سنبھل سنبھل کے ایک ایک قدم اٹھا رہی تھی۔ اس کے باوجود بار بار لڑکھڑا جاتی۔

ماژ کی نظروں کے تعاقب میں زینی نے بھی مڑ کے دیکھا اور حیرت سے کہنے لگی۔

"یہ کون پاگل ہے؟"

ان دونوں کے علاوہ وہاں اور بہت سے لوگ تھے جو اسے دیکھ رہے تھے۔ اتنی بہت سی سوالیہ اور تنقیدی نظروں کو خود پہ مرکوز پا کے وہ مزید گھبرا گئی اور جب ماژ کو بے تابانہ اور بے ساختہ اپنی جانب بڑھتے دیکھا تو اس کی تو جیسے سٹی ہی گم ہوگئی۔

"ہائے اللہ! اس نے مجھے پہچان لیا۔ تب ہی تو تیر کی طرح لپکا ہے۔ ابھی مجھے بازو سے پکڑے گا اور باہر نکال دے گا۔ مہر ماما کو سب پتا چلے گا۔ وہ شامت الگ۔"

وہ وہیں بت کی طرح ایستادہ ہو کے سوچنے لگی۔

"ماژ... رکو..."

زینی نے اسے پکارنا چاہا... مگر وہ کسی کشش سے بندھا سیدھا اس کی جانب بڑھ رہا تھا۔ زینی کو ماژ کی نظریں اس اجنبی لڑکی پہ جمی دیکھ کے جلن سی محسوس ہوئی جب کہ وہ نہیں جانتی تھی۔ ماژ کی نظریں درحقیقت یشا کے چہرے یا وجود پہ نہیں۔ اس کے لباس پہ لگے اس جھمکے پہ تھیں۔

"کہیں یہ یشا تو نہیں؟" زینی کے ذہن میں خیال سرسرایا۔

"لگ تو وہی رہی ہے۔"

☼ ☼ ☼

"آپ یہاں ریسٹ کرلیں آنٹی۔"

کارا ملازمہ کی مدد سے پرشکوہ خانم کو سہارا دیے ایک الگ تھلگ سے کمرے میں لائی۔

"مناسب نہیں لگ رہا... سب مہمان کیا سوچیں گے۔"

وہ متذبذب تھیں۔ ایسے محفل میں سے اٹھ کے آنا بھی معیوب لگ رہا تھا۔

"کچھ نہیں سوچیں گے بلکہ اب مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ جب آپ نے بتا دیا تھا کہ آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو مجھے اصرار نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

"تم میری وجہ سے پارٹی چھوڑ کے یہاں کیوں آگئی ہو۔ جاؤ کارا... وہاں سب کو تمہاری کمی محسوس ہو رہی ہوگی۔" پرشکوہ خانم نیم دراز ہو کے سانس ہموار کرنے لگیں۔

"یہ میڈ میں آپ کے پاس چھوڑے جارہی ہوں۔ آپ کا خیال رکھے گی۔ کسی چیز کی ضرورت ہو تو منگوا لیجیے گا۔"

☼ ☼ ☼

اتنے سارے لوگوں کی نظریں...

اتنے بہت سے سوال...

زینی کا کھوجتا کریدتا انداز...

اوپر سے تیزی سے اس جانب بڑھتا ماژ...

وہ حواس باختہ ہو کے تیزی سے مڑی تو اس کا پیر لمبے لبادے کی جھالر میں بری طرح اٹکا اور وہ گرتے گرتے بچی۔

"تم وہی ہو ناں۔" ماژ نے اس کے بالکل سامنے آ کے راستہ روکا۔

"وہ... وہی... کون وہی؟" یشا نے تھوک نگل کے خشک ہوتا حلق تر کیا۔

"تم اس دن مجھے بہت مشکل میں ڈال گئی تھیں۔ جانتی ہو میں کیسے واپس گیا؟ مجھے کشتی چلانی بالکل نہیں آتی تھی۔"

یشا بے دھیانی میں اس کی بات سن رہی تھی جو بڑے وثوق سے کہہ رہا تھا جبکہ اس کی ساری توجہ زینی پہ تھی جو اسے بار بار شک بھری نظروں سے دیکھنے کے بعد اب مہر کو اپنی جانب بلا رہی تھی۔

"وہ... تو وہ تو مجھے بھی نہیں آتی۔"

یشا نے کھسکنے کے لیے پر تولنے کی کوشش کی مگر وہ بالکل سامنے تھا اور اسے جانے دینے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"تو تم اپنے گھر کیسے جاتی ہو؟ تمہارا گھر تو جھیل کے اس پار ہے ناں؟"

"نہیں؟" یشا کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

"مرگئی یشا... اسے شک تو نہیں ہوگیا کہ میں مہر ماما کی بیٹی ہوں اور سیف کاٹیج میں رہتی ہوں۔ یہ تو بتا دے گا سب کو۔"

"میں تو... میرا گھر تو سفید پھولوں والی پہاڑی کے اوپر ہے۔" "ایک اور جھوٹ۔"

"سفید پھولوں والی پہاڑی وہ کہاں ہے؟"

"جہاں میرا گھر ہے۔"

ترنت جواب ملنے پہ ماژ مسکرایا۔ اب اسے مزید یقین ہوگیا۔ ایسی بھولی باتیں وہی کرسکتی تھی۔

"تو اب تم اسے ایسے استعمال کرتی ہو۔"

ماژ نے اس کے کاندھے پہ بروچ کی طرح لگے بندے کی جانب اشارہ کرکے کہا۔

"کیا مطلب؟"

"اس جیسا دوسرا کھو گیا ہے ناں۔"

"تمہیں کیسے؟"

یشا پوچھتے پوچھتے رک گئی، دور سے زینی کو دیکھا جو اس کی جانب اشارہ کرکے مہر کو کچھ بتا رہی تھی۔

"زینی نے بتا دیا ہوگا۔ اب میں نے بھی اگل دیا تو یہ مجھے چور بھی سمجھے گا۔"

"پتا نہیں۔ شاید کھو گیا ہو۔ مجھے کیا کون سا میرا ہے۔" وہ صاف مکر گئی۔

"مجھے تو یہ بھی کسی کا کھویا ہوا املا تھا۔ یا ہر گرا ہوا تھا‘ میں نے اٹھا لیا۔"

اس نے فوراً "بات بنائی" اور اس سے پہلے کہ ماڑ کچھ اور پوچھتا۔ وہ کترا کے نکل گئی۔ ڈر تھا زینی مہر کے ساتھ آکر اس کے چہرے سے ماسک ہی نہ نوچ لے۔ وہ بھانڈا پھوٹنے سے پہلے کچھ پیٹ پوجا کرنا چاہتی تھی۔

اسے کھانے کی میز کی جانب جاتے دیکھ کے ماڑ اب کچھ مایوس سا نظر آنے لگا۔

ادھر وہ اپنا لباس سنبھالنے کے چکر میں پھر سے لڑکھڑائی اور میز سے جا ٹکرائی۔ اور اس پہ رکھے بلوریں جگ اور گلاس ایک دوسرے پہ جا گرے۔ کئی ایک تو کرچی کرچی ہو گئے۔ جو اب تک اس کی جانب متوجہ نہیں ہوئے تھے وہ بھی ہو گئے اور ییشا گھبرا کے کانپتے ہاتھوں سے یہ سب ٹھیک کرنے لگی۔ نظر بار بار بھٹک کے اس میز تک جا رہی تھی جہاں چاکلیٹس کا ڈھیر لگا تھا۔

کسی مغنیہ نے سُر چھیڑے تو لوگ ییشا کی بدحواسیوں اور عجیب و غریب حلیے سے نظر ہٹا کے اس کی جانب مشغول ہو گئے اور ییشا کھسکتی کھسکتی چاکلیٹوں والی میز کے پاس جا پہنچی۔ دونوں ہاتھوں میں چاکلیٹس بھرنے کے بعد اس نے انہیں چھپانے کی کوشش کی۔۔۔

"کیسا فضول۔ بے کار ڈریس ہے۔ کوئی ایک پاکٹ بھی نہیں ہے کہ چاکلیٹ چھپائی جا سکے۔ ہاں بھئی پرستان سے جو آیا ہے۔ پریوں کو کیا ضرورت ہوتی ہے۔ چیزیں چوری کرنے یا چھپانے کی۔ ان کا تو جب جی چاہے جادو سے ہر چیز اپنے سامنے حاضر کر لیتی ہیں۔"

"یہ کون لڑکی ہے کارا! تمہارے سسرالی عزیزوں میں سے ہے؟"

مہر نے کارا سے پوچھا تو اس نے لاعلمی میں شانے اچکائے۔

"نہیں۔۔۔ شاید آس پاس سے آئی ہو۔"

"حرکتیں دیکھو اس کی۔"

مہر کے کہنے پہ کارا نے توجہ دی۔ وہ ایک ہاتھ سے دھڑا دھڑ چاکلیٹس کھانے میں تو دوسرے ہاتھ سے انہیں چھپانے میں مصروف تھی۔ نفیس طبع کارا کے ماتھے پہ ناگواری سے بل آ گئے۔ جن پہ ییشا کی نظر جیسے ہی پڑی وہ گھبرا کے چاکلیٹ پھینکتی تیزی سے مڑی کہ مہر اور کارا کی نظروں کے حصار سے دور جا سکے۔ وہ ایک بار پھر سامنے سے آنے والے وجود سے جا ٹکرائی اور یہ کوئی اور نہیں امی تھی۔

"ماما۔۔۔"

امی کے ہاتھ میں کیک کا بڑا سا پیس تھا۔ مگر ییشا کے ٹکرانے کی وجہ سے وہ ٹکڑا اس کی ناک اور ہونٹوں پہ جا لگا اور پھیل کے اسے بدہیت بنا گیا۔ وہ منہ بسورے مہر کو پکارنے لگی۔

"یہ ہے کون؟ تماشا لگا کے رکھ دیا۔"

مہر کو بڑبڑاتے ہوئے یہاں کا رخ کرتے دیکھا تو ییشا کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔

لو جی۔۔۔ اب یہ آئیں۔۔۔ ماسک اتارا اور پڑے میرے چہرے پہ طمانچے۔۔۔ سب کے سامنے انسلٹ!

"کیا؟ تم نہیں جانتیں یہ کون ہے۔۔۔ آنٹی خانم کو لے کر آؤ۔ وہ یہاں کے سب لوگوں کو اچھی طرح پہچانتی ہیں۔"

کارا اپنی کسی ملازمہ سے کہہ رہی تھی۔ ییشا کے کان میں یہ بات پڑی تو وہ مرنے والی ہو گئی۔ جانتی تھی کہ گرینی اسے سات پردوں میں بھی پہچان لیں گی۔ اب تو بھاگنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں تھا۔۔۔ اس نے اپنا لباس مٹھیوں میں بھر کے اوپر اٹھایا اور لگا دی دوڑ۔

راستے میں کتنوں سے ٹکرائی۔۔۔ کتنوں کو دھکا دیا۔ کتنی چیزیں پیروں کی ٹھوکر سے پرے ہٹائیں۔۔۔ یہ سب دیکھنے کا ہوش نہیں تھا۔

"جا کے دیکھو اسے کون تھی یہ؟"

کارا نے کچھ ملازموں کو اس کے پیچھے بھیجنا چاہا مگر ماڑ نے روک دیا۔ اسے اس اجنبی لڑکی کے آنے سے

جو موہوم سی آس بندھی تھی ‘وہ اس ساری بدمزگی سے خود ہی دم توڑ گئی۔

"جانے دیں مام! پہلے ہی بہت mess ہو گیا ہے پارٹی میں۔"

"مجھے تو لگتا ہے ‘کسی نے یہ سب کرنے کے لیے اسے بھیجا تھا یہاں۔"

ییشا کو بڑے سے دروازے کے پار بھاگتے دیکھ کے زینی کے چہرے پہ اطمینان بھری مسکراہٹ چھا گئی۔ کہیں نہ کہیں اس کے دل میں یہ شک ضرور تھا کہ یہ آنے والی لڑکی ہو نہ ہو۔۔۔ ییشا ہی تھی۔

☼ ☼ ☼

رومان جھیل کے کنارے بیٹھا اس میں کنکریاں پھینکتا جا رہا تھا۔ اور پھر کنکری کے گرنے پہ جھیل کی سطح پہ جو دائرے بنتے تھے وہ رومان کے چہرے پہ ہلکی سی مسکان لے آتے تھے۔ وہ اپنے خیالوں میں اور اس دلچسپ کھیل میں اس قدر محو تھا کہ اسے ذرا بھی اندازہ نہ ہو سکا کہ اس کے عقب میں ییشا بھاگتی آ رہی تھی اس نے انارکلی گلابی لباس کافی اوپر تک اٹھا رکھا تھا۔۔۔ تیز بھاگنے کے لیے اپنے اونچی ایڑی والی سینڈل بھی ہاتھوں میں پھنسا رکھے تھے۔ ماسک چہرے سے اوپر کر کے بالوں میں اڑس رکھا تھا۔۔۔ رومان اپنے خیالوں سے اس وقت ہڑبڑا کے چونک اٹھا جب ییشا اس کے بالکل سر پہ پہنچ گئی اور اس کی پشت پہ دے دھڑا دھڑ گھونسے برسانے اور برا بھلا کہنے لگی۔

"بہت برے ہو تم۔۔۔ گندے۔۔۔ فضول۔"

وہ گھبرا کے اٹھا اور اسے روکنے کی کوشش کی۔

"پاگل ہو گئی ہو؟ یہ کیا حرکت ہے؟"

لیکن وہ اس کی سنے بغیر اپنی کہے جا رہی تھی۔ کہے جا رہی تھی اور روئے جا رہی تھی۔

روئے جا رہی تھی اور اب اس کے سینے پہ زور زور سے مارے جا رہی تھی۔

"ذلیل کروا کے رکھ دیا مجھے تماشا بنوا دیا میرا۔۔۔ گندے۔"

آخر رومان نے اس کی دونوں کلائیاں زور سے دبوچ لیں۔ "اسٹاپ ییشا۔"

اس کے سخت لہجے اور گرفت پہ ییشا خائف ہو کے چپ ہو گئی۔ مگر اب وہ پوری طرح سے پھڑپھڑا کے اپنی کلائیاں اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔۔۔ رومان جانتا تھا جیسے ہی اس نے ہاتھ چھوڑے وہ پھر سے مشتعل ہو جائے گی اس لیے اس نے مزید مضبوطی سے اسے جکڑ لیا۔

آخر بے بس سی ہو کے ییشا نے آنسو بھری آنکھوں کے ساتھ اسے کچھ اس طرح دیکھا کہ رومان پگھل گیا۔

"کیا ہوا ییشا؟"

اس بار اس کا لہجہ بہت نرم تھا جس پہ ییشا اس کے سینے پہ ماتھا ٹکا کے سسک کے رو پڑی۔۔۔ اس کے آنسو رومان کے گریبان میں جیسے جیسے جذب ہو رہے تھے۔ وہ جیسے اس کے آنسوؤں کے حصار میں بھیگ رہا تھا۔ یہ سسکیاں شاید اس پہ کوئی منتر پھونک رہی تھیں۔۔۔ اس سحر کے عالم میں جیسے ہی اس کے ہاتھ سے ییشا کی کلائیاں چھوٹیں ‘وہ رونا بھول کے پھر سے پہلے والے جلالی موڈ میں آ گئی اور لگی اس کے سینے پہ مکے برسانے۔

"تم۔۔۔ ایک دم بے کار فیری مین ہو۔ اگر تمہارا موڈ نہیں تھا نیچے آ کے میری مدد کرنے کا تو اوپر پڑے سڑتے رہتے۔ منع کر دیتے اپنی گرینڈ ما کو۔ کباڑا کر کے رکھ دیا میرا سب کے سامنے۔"

"اس سے پہلے کہ مزید کباڑا ہو جائے۔۔۔ تم گھر تو پہنچو۔ اپنی کھڑوس ماما کے پہنچنے سے پہلے پہلے۔"

رومان نے اس کا ہاتھ کھینچا اور اسے گھسیٹتا ہوا لے جانے لگا۔

☼ ☼ ☼

اس کی زندگی کا یہ پہلا سفر تھا موٹر بائیک پہ۔۔۔ جاتے ہوئے وہ جتنی خوش اور پرجوش تھی۔۔۔ اب واپسی پہ اتنی ہی چپ چاپ اور مضمحل تھی۔ خاموش

آنسو بہہ رہے تھے۔

گھنگھریالے بال اڑ رہے تھے۔ جن کو سمیٹنے کا اسے ہوش نہ تھا۔

بائیک اب بھی اونچے نیچے غیر ہموار راستوں سے گزر رہی تھی مگر اب وہ ڈر کے رومان کی کمر کے گرد بازو نہیں حمائل کر رہی تھی۔ نہ خوف کے مارے آنکھیں میچ رہی تھی۔

رومان نے بھی سارے راستے اسے بالکل مخاطب نہ کیا۔ مگر جب بائیک گھر کے آگے روکی اور اسے اتر کے ڈھیلے سست قدموں کے ساتھ اندر جاتے دیکھا تو اس کے اترے چہرے پہ رومان کو ترس سا آگیا۔

"سوری..... بیشا..... میں نے کوشش کی تھی..... مگر۔"

وہ اس کی بات سننے کے بجائے یا مڑ کے کوئی جواب دینے کے بجائے سر جھکائے اندر بڑھنے لگی۔

"ناراض ہو گئی ہو مجھ سے؟"

اس پہ بھی جواب نہ ملا تو وہ پھر بھی باز نہ آیا۔

"کیا ہو گیا ہے یار؟"

اب بیشا زور سے چلاتے ہوئے پلٹی۔

"میں نے کہا تھا ناں..... مجھے یار مت کہنا۔"

اس کی شرر برساتی آنکھوں میں آنسو تھے۔ چہرے پہ بے حد برہمی۔ انداز تقریباً "پھاڑ کھانے والا تھا۔ اس کے باوجود رومان کو اسے دیکھ کر ہنسی سی آ گئی۔ جس پہ بیشا اور ناراض ہو گئی۔

"گندے..... اوپر سے ہنستے ہو..... بجائے شرمندہ ہونے کے۔"

وہ تیزی سے کائی زدہ سیڑھیاں چڑھی..... مگر گیٹ پہ لگا تالا دیکھ کے ٹھٹک کے رک گئی..... اب جا کے یاد آیا کہ وہ یہاں سے کیسے نکلی تھی۔ تذبذب کے عالم میں کچھ دیر تالے کو گھورتے رہنے کے بعد وہ جی کڑا کر کے پلٹی مگر رومان سے ٹکرا گئی۔ جو پتا نہیں کب اس کے بالکل پیچھے آکے چپکے سے کھڑا ہو گیا تھا۔ بغیر کچھ کہے رومان نے دونوں ہاتھ اس کی کمر پہ رکھے اور اسے اٹھا لیا۔ بیشا پھولے ہوئے ناراض چہرے کے ساتھ نظریں چراتی اس کے شانوں پہ اپنے دونوں ہاتھوں کا دباؤ ڈالتی تھوڑی اوپر ہوئی۔

☼ ☼ ☼

گھر آتے ہی ان سب کے قدموں کا رخ بیشا کے کمرے کی جانب تھا..... پرشکوہ خانم کے ہاتھ بھی وہیل چیئر کو تیزی سے آگے دھکیل رہے تھے۔ ان کی تشویش کی وجہ سراسر دوسری تھی۔ وہ بیشا کو اکیلے چھوڑ کے جانے پہ پشیمان اور متاسف تھیں اور ساتھ ساتھ اس کی متوقع ناراضی کا سوچ سوچ کے پریشان بھی جبکہ وہ تینوں ماں بیٹی اپنا شک دور کرنا چاہتی تھیں۔

"تمہاری طرح مجھے بھی بیشا پہ شک ہے مگر سوچتی ہوں وہ لاکڈ گھر میں سے کیسے نکلی ہو گی۔"

مہر نے سرگوشی کی۔ جس کی تائید امی نے کی۔

"اور وہاں تک اتنی جلدی گئی اور واپس کیسے آئی ہو گی اور اس کے پاس وہ کپڑے کہاں سے آئے ہوں گے۔"

"لیکن ایک بار..... صرف ایک بار..... صرف اس کے چہرے کے بارے میں نہ سوچتے ہوئے یہ تصور کرو کہ وہ واقعی بیشا تھی تو آپ دونوں کو بھی یقین آجائے گا..... وہی بال' وہی قد و قامت' وہی فضول حرکتیں..... صرف شکل و صورت چھپانے سے۔"

کمرے کے ادھ کھلے دروازے تک پہنچ کے وہ چپ ہو گئی۔ ان کی چہ میگوئیوں کے دوران پرشکوہ خانم پہلے وہاں پہنچ گئی تھیں۔ اور اب سوئی ہوئی بیشا کے چہرے پہ محبت سے ہاتھ پھیر رہی تھیں۔

"سوری بیشا..... گرینی کو ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

بیشا کے چہرے پہ آنسو خشک ہو کے نشان چھوڑ چکے تھے۔ نیند میں بھی وہ ہلکی ہلکی سسکیاں لے رہی تھی۔

مہر' امی اور زینی نے حیرت سے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر شانے اچکا دیے۔

☼ ☼ ☼

رومان دبے پاؤں گھر میں داخل ہوا۔

راہداری میں نیم تاریکی تھی۔ وہ پھونک پھونک کے قدم اٹھا رہا تھا مگر اس کے بھاری لانگ شوز لکڑی کے فرش پہ اتنی احتیاط کے باوجود بھی ہلکی سی دھمک پیدا کر رہے تھے اس نے جھک کے ان کے تسمے کھولے۔ ویسے بھی کیچڑ سے بھرے جوتے اندر لے جا کے اس نے اپنی شامت نہیں لانی تھی۔

جوتے ایک طرف رکھنے کے بعد اس نے بائیک کی چابیاں لٹکائیں۔ جیب سے وہ ماسک نکالا جو بیشا نے پہنا تھا اور بغل میں دبایا وہ گلابی لبادہ..... دبے پاؤں وہ بغلی کمرے میں داخل ہوا اور بغیر بتی جلائے اسی نیم تاریکی میں..... محض اندازے کے سہارے الماری تک بڑھا..... دھیرے سے الماری کھول کے اس میں گول مول کر کے بغل میں دبایا لباس پھینکا..... ایک دراز میں ماسک رکھا اور اسی رازداری کے ساتھ وہاں سے نکل آیا..... ایک اور دروازے کو ذرا سا کھول کے اندر جھانک کے اطمینان کیا۔

بیڈ پہ کمبل کا پہاڑ سا بنا تھا جس کے اندر سے کوئی نسوانی وجود..... بلکہ بے پناہ وجود خراٹے لیتا لرز رہا تھا..... اسے گہری نیند سوتے دیکھ کے رومان کی سانس قدرے ہموار ہوئی۔ دروازہ اسی احتیاط سے بند کر کے وہ کچن تک آیا..... فریج سے ایک سیب "آدھا کھایا برگر اور پانی کی بوتل نکال کے وہ لکڑی کا تنگ زینہ طے کرنے لگا۔ ساتھ ساتھ بے تابی سے برگر کے بڑے بڑے نوالے نگل رہا تھا۔ یہ زینہ اس مختصری اسٹور نما گیلری میں جا کے ختم ہوتا تھا جو اس کا ٹھکانا تھا۔ نیچی چھت والا..... سیلن زدہ..... کسی بھی قسم کے فرنیچر' آسائش' آرائش اور سہولت سے یکسر محروم۔ اس نے کھڑکی سے پردہ ہٹایا اور سیب کترتے ہوئے سامنے دیکھنے لگا۔ برابر والے گھر کے سب سے اوپر والے کمرے کا پردہ ہمیشہ کی طرح ہٹا ہوا تھا..... چاند کی روشنی سیدھی بیشا پہ پڑ رہی تھی جو روتے روتے نڈھال ہو کے سو چکی تھی۔

رومان کے ہونٹوں پہ مسکراہٹ اور نگاہوں میں

محبت جھلکنے لگی۔
”جھلی۔“

☼ ☼ ☼

پرشکوہ خانم نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا تو وہ کسمسا کے اٹھ بیٹھی...... ویسے بھی دن کا اجالا سیدھا اس کے چہرے پہ پڑ رہا تھا۔ ایسی بری عادت تھی بچپن سے ہی...... پردے ہٹا کے رکھنے کی۔ گرے ہوئے پردے اس کی گھبراہٹ میں اضافہ کرتے تھے۔
انہیں اپنے برابر بیٹھے محبت سے مسکراتے دیکھ کے میشا نے خفگی کے اظہار کے طور پہ منہ پھیر لیا۔
”ناراض ہو؟ ہونا ہی چاہیے مگر بی نے ٹھیک نہیں کیا اپنی ڈول کے ساتھ۔“
وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ انہوں نے جھک کے اس کا ماتھا چوما۔
”میشا میری جان...... کاش میں تمہیں سمجھا سکتی کہ میں تمہیں کیوں نہیں لے کے گئی تھی۔ ویسے اچھا ہی ہوا جو تم نہیں گئیں۔ جانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔“
”ہاں۔ میں جانتی ہوں۔“
رات کا سارا قصہ تازہ ہوتے ہی اس کے دل میں اس بے عزتی کا زخم بھی ہرا ہو گیا۔ وہ اٹھ کے سلیپر پہننے لگی۔
”مجھے پتا ہے میرے جانے سے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا تھا۔ میرے ساتھ تو صرف غلط ہو سکتا ہے۔ صرف غلط۔“
وہ اٹھ کے باہر جاتے جاتے آزردگی سے کہہ گئی اور پرشکوہ خانم کی سمجھ میں نہ آیا۔ وہ ان سے ناراض زیادہ ہے یا کسی اور بات پہ دکھی زیادہ ہے۔

☼ ☼ ☼

دروازہ ایک دھماکے سے کھلنے پہ رومان کی انگڑائی درمیان میں ہی رہ گئی۔ وہ بوکھلا کے سامنے دیکھنے لگا...... سمارا بالوں میں رولرز لگائے۔ میک اپ سے لتھڑے نقوش پہ شدید برہمی لیے اسے تیز نظروں سے گھور رہی تھی۔
”کہاں تھے تم رات؟“ اس کی کرخت نوکیلی آواز گونجی۔
”سو رہا تھا۔“ رومان منمنایا۔
”سونے سے پہلے کہاں تھے؟“
”سونے سے پہلے...... او ہاں' یاد آیا واش روم میں تھا...... یہ بھی بتاؤں کیا کر رہا تھا؟“
”شٹ اپ رومان...... سیدھا جواب دو مجھے۔ میں رات کے ایک بجے تک تمہارے روم میں آ آ کے چیک کرتی رہی ہوں۔ تم یہاں نہیں تھے کہاں تھے اتنی دیر تک؟“
”وہ...... میں ایک دوست کے ساتھ تھا میم!“
”دس دن ہوئے ہیں تمہیں اس ٹاؤن میں آئے ہوئے کون سے ایسے دوست بنا لیے ہیں تم نے جو تمہیں آدھی آدھی رات تک روک کر رکھتے ہیں۔ یاد رکھو رومان...... تم یہاں کام کرنے آئے ہو' دوست بنانے نہیں۔“
”جی۔“ وہ ہمیشہ کی طرح رعب میں آ گیا۔
”آئندہ تم میری اجازت کے بغیر رات کے نو بجے کے بعد کہیں نہیں جاؤ گے۔“
”جی۔“ اس نے ہاتھ سینے پہ باندھ کے تابع داری سے سر جھکا لیا۔
”میرے گھر میں رہنا ہے...... میرے ساتھ کام کرنا ہے تو میرے کہنے پہ چلنا ہو گا۔ اوکے؟“
”جی میم۔“
وہ سر جھکائے بڑی تابع داری اور مسکینی سے کہہ رہا تھا۔ چہرے پہ دنیا جہاں کی معصومیت تھی۔ سمارا اسے تیز نوکیلی نظروں سے گھورتی جیسے ہی جانے کے لیے مڑی' رومان کی آنکھوں کی شرارت اور ہونٹوں کی مسکراہٹ لوٹ آئی۔ منہ ہی منہ میں بڑبڑا کے اس نے سمارا کی شان میں کچھ اضافہ کیا دروازہ بند ہونے پہ زبان چڑائی اور لپک کے کھڑکی کی جانب آیا۔ پردہ ہٹایا۔
میشا ہاتھ میں نگوں کی ٹوکری اٹھائے اپنے گھر کے اجڑے ہوئے لان کو عبور کرتی گیٹ کی طرف جا رہی تھی۔ اس کی مسکراہٹ کچھ اور گہری ہوئی اور وہ جلدی سے پردہ گرا کے باہر کی جانب لپکا۔

☼ ☼ ☼

مازن کب سے وہ بُندہ ہاتھ میں لیے سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ زینی اور میشا آپس میں گڈمڈ ہو رہی تھیں...... کبھی زینی کی بات یاد آتی۔
”میری ایک چیز ہے تمہارے پاس...... کچھ تھا جو میں اس رات کشتی میں گرا آئی تھی۔ مجھے ایسا کیوں لگتا ہے' وہ تم نے میری نشانی سمجھ کے اپنے پاس رکھ لیا ہو گا۔“
پھر رات والی اجنبی حسینہ کی بات ذہن میں گونجتی۔
”مجھے تو یہ بھی کسی کا کھویا ہوا ملا ہے۔ باہر گرا ہوا تھا کہیں۔“
وہ الجھتا چلا گیا۔

☼ ☼ ☼

میشا کی ٹوکری تازہ خوبانیوں اور آڑو سے بھری ہوئی تھی جو اس نے ابھی چنے تھے۔ جھیل کے کنارے ایک چکنے پتھر پہ بیٹھی وہ ایک ایک خوبانی ٹھنڈے شفاف پانی سے دھو دھو کے رکھ رہی تھی جب رومان اس کے برابر آ کے بیٹھ گیا۔
وہ ذرا کی ذرا چونکی...... پھر ماتھے پہ ڈھیر سارے بل ڈال کے اپنے کام میں کچھ زیادہ ہی مگن نظر آنے لگی۔
”ہیلو......“ رومان نے دلچسپی سے اس کے مگن ہونے کو محسوس کیا۔
”کیا ہے؟“
”ویسے تم نے غلط نہیں کہا تھا...... تم ہو خاصی کیوٹ۔“
”تعریف سننے سے میرا غصہ کم نہیں ہو گا۔“
”تو کیا سننے سے ہو گا؟“
”میرا غصہ بڑا خراب ہے۔ تم چلے جاؤ یہاں سے۔“
رومان نے اس کی ٹوکری سے چن کے ٹکڑا سا آڑو نکالا اور کھاتے ہوئے بولا۔
”کوئی بات نہیں...... تم بڑے شوق سے غصہ نکال سکتی ہو مجھ پہ...... فیری مین بڑے غصہ پروف اور ڈھیٹ ہوتے ہیں۔“
”تم بہت نکمے والے فیری مین ہو۔ کچھ نہیں آتا تمہیں تم نے میری لائف کیا بنائی ہے۔ الٹا سب بگاڑ کے رکھ دیا۔ تم جھوٹ بول رہے تھے کہ یہ کرو گے...... وہ کرو گے' رات کو ایسا کچھ بھی نہیں ہوا جو سنڈریلا کے ساتھ ہوا تھا۔ تم نے مجھے شرمندہ کرا دیا۔“
”میں نے؟ مجھے کیا پتا تھا تم اندر کون سے کارنامے انجام دے رہی ہو...... میں تو باہر تھا۔“
”باہر تھے تو کیا ہوا...... تمہیں پتا ہونا چاہیے' بڑے آئے کہیں کے پرے...... پرے کو سب نظر آتا ہے چاہے سامنے ہو نہ ہو۔“
وہ ناراض ہو کے اپنی ٹوکری اٹھاتی وہاں سے جانے لگی کہ رومان نے اس کا ہاتھ پکڑ کے اپنے ساتھ بٹھا لیا۔
”اچھا بیٹھو...... میں تمہیں سچ بتاتا ہوں۔“
”کیسا سچ؟“ وہ ٹھٹھکی۔
”اپنے بارے میں ایک سچ...... کچھ ایسا جو تم نہیں جانتیں۔“

☼ ☼ ☼

”تم اپنی کس چیز کی بات کر رہی تھیں جو میرے پاس رہ گئی تھی؟“
مازن اپنی الجھن دور کرنے کے لیے زینی سے فون پہ بات کر رہا تھا...... جبکہ وہ کھلی پڑ رہی تھی کہ شاید وہ اس کے لیے اتنا بے قرار ہو گیا ہے کہ کال کیے بغیر رہ نہیں سکا۔
”ہاں وہ' وہ بُندہ...... یاد آ گیا تمہیں؟“
”کیا تم اسے واپس نہیں لینا چاہو گی۔“
”نہیں۔ تم اسے رکھنا چاہو تو رکھ سکتے ہو' اس کے ساتھ کا دوسرا ایئر رنگ مجھ سے کھو گیا ہے۔ شاید کہیں گر گیا ہو وہ بھی۔“
مازن زینی کی بات سن کے چونکا...... پھر ہلکا سا مسکرایا۔

(اوہ تو یہ وہی ہے.....)
مگر اس کی خاموشی نے زینی کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا۔
"مائر..... "وہ بے تابی سے پکار اٹھی۔
"کیا تم مجھ سے مل سکتی ہو؟"
اب کے وہ بولا تو بہت مطمئن تھا جیسے کسی نتیجے پہ پہنچ چکا ہو۔
"ضرور کیوں..... نہیں۔" وہ فضاؤں میں اڑنے لگی۔

☼ ☼ ☼

میشا تجسس کے مارے کچھ اور قریب ہو گئی۔
رومان بھی بہت سنجیدگی سے اسے بتا رہا تھا کہ اس کا خیال تھا اب اس معصوم سے ڈرامے کو طول دینا مناسب نہیں ہے۔
"میں نے تمہیں اپنے بارے میں پورا سچ نہیں بتایا تھا..... دراصل۔" میشا اپنی آنکھیں پوری کھولے..... بغیر پلک جھپکے..... اپنا منہ ذرا سا کھولے اس کے چہرے کے بالکل قریب اپنا چہرہ لا کے اسے ایسے تکے جا رہی تھی کہ رومان کی ساری سنجیدگی ہوا ہو گئی۔
وہ دلچسپی سے اس کی نیم وا ہونٹوں پہ ٹھہری اوس کو دیکھنے لگا۔ اور اس کی اوپر کو اٹھی آنکھیں..... جن میں قدرت نے بڑی فیاضی سے بھر بھر کے کاجل انڈیلا تھا۔
رومان کی آنکھوں میں وہی مخصوص شرارت اور ہونٹوں پہ اس کی ازلی مسکراہٹ پھر سے آن موجود ہوئی۔
"دراصل میں ایک....." اس نے کہتے کہتے بات بدل دی۔
"میں ایک ینگ فیری مین ہوں اور میری پاورز بہت کم ہیں۔ ابھی میرے اختیارات محدود ہیں..... میں تمہاری مدد اس طرح سے نہیں کر سکتا جیسے تم چاہتی ہو..... مگر میرے پاس جادو اور پاورز کم سہی..... عقل پرستان میں سب سے زیادہ ہے۔"

"اچھا..... لگتا تو نہیں۔" بڑی دیر بعد اس نے پلکیں جھپکیں۔
"آزما کے دیکھ لو..... میں تمہارا ساتھ دوں گا اس وقت تک جب تک تم سنڈریلا کی طرح اپنے خوابوں کی شہزادے کو نہ پالو۔"
"پرامس.....؟" میشا نے اپنا ہاتھ آگے کیا جسے ایک سیکنڈ کی دیر کیے بغیر رومان نے فوراً تھام لیا۔
"پرامس..... پکا والا وعدہ۔"
وہ مطمئن سی ہو کر اپنے کپڑے جھاڑتی اٹھی۔
"چلو..... ٹھیک ہے اب مگر بات۔"
"مگر اس کے لیے تمہیں وہ سب کرنا ہو گا جو میں کہوں یعنی میری ٹریننگ شروع۔ کل ہو گی تمہاری پہلی کلاس۔"
"آج سے کیوں نہیں۔"
وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے بات کرنے لگے..... پھلوں کی ٹوکری اب رومان نے اٹھا رکھی تھی اور وہ شاہانہ انداز میں ہاتھ ہلاتی اس کے ایک قدم آگے آگے چل رہی تھی۔
"آج تم اچھی طرح سے سوچ سمجھ کے پہلے کسی نتیجہ پہ پہنچ تو جاؤ۔ پھر میں فیصلہ کروں گا کہ تمہیں میری مدد کی ضرورت ہے یا نہیں۔"
"کس نتیجہ پہ پہنچنا ہے مجھے؟"
"تمہیں مائر کا دل اپنی جانب کھینچنے کے لیے میری مدد چاہیے ناں تاکہ وہ تم سے شادی کر سکے۔ تو اس سے شادی کرنے سے پہلے تم یہ طے تو کر لو کہ تمہیں اس سے محبت ہے بھی یا نہیں۔"
"لو..... یہ کیا بات ہوئی۔ محبت تو ہے۔"
"اچھا..... تمہیں کیسے پتا۔"
"اچھا لگتا ہے وہ مجھے۔"
میشا نے الجھن بھرے عالم میں کہا 'اب وہ بھلا اور کون سی علامت ہوتی ہے محبت کی۔ اچھا لگتا ہے تو لگتا ہے۔
"اور؟" رومان تفصیل جاننا چاہ رہا تھا مگر وہ جھنجھلا اٹھی۔

"اور کیا..... بس وہ ہے ہی اچھا۔"
"مجھے سمارا آنٹی کی بلی بہت اچھی لگتی ہے تو کیا میں اس سے شادی کر لوں؟"
"تم سمارا آنٹی کو کیسے جانتے ہو؟"
وہ بری طرح چونکی تھی اور اس کے سوال نے رومان کو اسی بری طرح گڑبڑا دیا تھا مگر صرف ایک لمحے کے لیے۔
"تم یہ سوال کرتے ہوئے بھول رہی ہو کہ میں کوئی عام انسان نہیں ہوں۔"
"اوہ..... ہاں تم تو پری ہو۔ تم تو سب جانتے ہو۔"
"مگر کیا تم مائر کو جانتی ہو؟"
"ہاں ناں..... وہ مائر ہے۔ کارا آنٹی کا بیٹا..... بہت ہینڈسم بالکل کسی پرنس کی طرح۔"
"اتنا تو سب ہی جانتے ہوں گے اس کے بارے میں۔ مگر کسی سے محبت کرنے کے لیے اس کے بارے میں کچھ اور بھی جاننا ہوتا ہے۔"
میشا چلتے چلتے رک گئی اور اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑی معصومیت سے پوچھا۔
"کیا واقعی محبت کرنے کے لیے بہت کچھ جاننا ضروری ہوتا ہے؟"
رومان اس کی نگاہوں کے سحر میں کھو گیا اور جیسے ہتھیار ڈال دیے۔
"ہوں..... نہیں۔ تم ٹھیک کہتی ہو۔ محبت کچھ جاننے 'کچھ سوچنے' کچھ سمجھنے یا کسی نتیجے پہ پہنچنے کا وقت ہی کب دیتی ہے۔ یہ تو چپکے سے دل میں گھات لگا کے بیٹھی ہوتی ہے اور کسی کو پہلی نظر میں ہی دیکھ کے دبے پاؤں حملہ کر دیتی ہے..... ایک اجنبی کو' ایک انجان کو دل کا حکمران بنا دیتی ہے۔"
میشا ابھی اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی کہ اس کی نظر سامنے..... یعنی رومان کے عقب میں گئی..... کافی فاصلے پہ مہر چھتری تانے کسی کو ڈھونڈتی آ رہی تھی..... میشا جست لگا کے رومان تک آئی اس کے بازو کو زور سے پکڑ کے اپنی جانب کھینچا۔
"ارے..... یہ کیا کر رہی ہو۔"

وہ بوکھلا سا گیا جیسے میشا اسے زبردستی اپنے گلے لگانے والی ہو۔ اس افتاد کا امکان اس کے ذہن میں دور دور تک نہیں تھا..... مگر میشا نے اسے کھینچ کر اپنے سامنے کرنے کے بعد اس کی اوٹ میں پناہ لے لی..... خود کو سمیٹ کے اس کی چوڑی پشت کے پیچھے چھپا لیا۔

"مہر ماما..... مجھے چھپا لو۔"
رومان مسکرا دیا۔ "کاش میں واقعی تمہیں چھپا سکتا۔"

مہر اپنی پالتو بلی کی تلاش میں جنگل کی جانب مڑ گئی..... اور اریان نے پھلوں کی ٹوکری اسے تھمائی۔
"لو گئیں تمہاری مہر ماما..... اب میں بھی چلتا ہوں اور تم بھی اچھے بچوں کی طرح گھر جاؤ۔"
وہ اس کے گال تھپتھپا کے مڑ گیا..... اور میشا ٹوکری جھلاتی اس کے وعدوں کے خمار میں ڈولتی آگے بڑھنے لگی..... رومان کے وعدوں نے کچھ ایسی تقویت دی تھی دل کو کہ مائر اب دسترس سے دور نہیں لگ رہا تھا لیکن جیسے ہی وہ گھر کے قریب پہنچی..... گیٹ سے ذرا فاصلے پہ کھڑی مائر کی کار کو دیکھ کے ٹھٹک کے رک گئی۔
مائر کار سے ٹیک لگا کے کھڑا سامنے دیکھ رہا تھا۔ جہاں سے زینی اپنی مخصوص اتراتی ہوئی چال کے ساتھ آ رہی تھی..... اس کا حسن مکمل بناؤ سنگھار کے ساتھ دو آتشہ ہو رہا تھا اور مائر کی نظروں میں رعب حسن کے سامنے مرعوبیت کے مکمل عکس ڈولتے نظر آ رہے تھے۔ میشا رشک و حسد کے ملے جلے جذبات کے ساتھ زینی کو مائر کی کار کی جانب بڑھتے دیکھ رہی تھی اور جب مائر نے آگے بڑھ کے زینی کا ہاتھ تھاما..... اور اس کے لیے اپنے برابر کی نشست کا دروازہ کھولا تو میشا کا پورا وجود جیسے بے جان ہو گیا اور ٹوکری اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کے نیچے جا گری اور ساری خوبانیاں اور آڑو ادھر ادھر لڑھکنے لگے۔
وہ ان ہی ست مضمحل قدموں کے ساتھ چلتی اپنے کمرے کی جانب گئی۔ رہ رہ کے وہ منظر یاد آ رہا تھا جب مائر اسے مکمل طور پہ نظر انداز کرتا زینی کو لے کر اس

کے نزدیک سے زن سے موڑ لے گیا تھا..... وہ آئینے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی اور اداسی سے اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔

آج سے پہلے کبھی خود کو دیکھتے ہوئے اس کی نظروں میں اتنی ناپسندیدگی نہیں جاگی تھی۔

بالوں کو اسکارف سے باندھنے کے باوجود کئی لٹیں نکل کے اس کے چہرے کے اطراف پھیلی تھیں۔ وہ بال جن کو اچھے شیمپو اور کنڈیشنرز سے دھلنا تب نصیب ہوتا تھا جب ایمی اور زینی کے باتھ روم سے شیمپو کی شیشیاں خالی ہو کے نکلتیں اور وہ ان میں پانی ڈال کے ان کی باقیات استعمال کرتی۔

بالوں میں کہیں کہیں گھاس بھی اٹکی تھی..... کہاں کہاں گھس کے توڑے تھے پھل۔

اس نے بالوں کو جھاڑا..... پھر گال پہ لگی مٹی نظر آئی تو قمیص کو تھوڑا سا اٹھا کے اپنے گال کو رگڑ کے صاف کرنے لگی پھر دوبارہ خود کو غور سے دیکھا تو شکل پہ بارہ بج گئے۔

”وہ کیسے مجھے دیکھے..... کیسے مجھے پسند کرے۔ کیسے کرے مجھ سے محبت..... ذرا سی بھی تو اچھی نہیں لگتی میں..... گندی میلی، پھٹے پرانے کپڑوں والی۔“

اور وہاں سے کچھ دور..... اپنے ڈربے نما کمرے کے روشن دان سے جھانکتا روہان مسکرا رہا تھا۔ دور بہت دور سے ہیشا اپنے کمرے کی کھڑکی کے پار آئینے کے سامنے کھڑی اپنے چہرے پہ ملال سے ہاتھ پھیرتی ہمیشہ کی طرح اس کے دل میں اتر رہی تھی۔

”کیسے نہ دیکھوں تمہیں..... کیسے نہ پسند کروں..... کیسے نہ کروں تم سے محبت..... اتنی تو اچھی لگتی ہو تم..... سادہ معصوم..... جھلی۔“

اس نے اپنے بازو کو دیکھا..... جہاں ہیشا کے ناخن کا ہلکا سا نشان تھا۔ جب اس نے مہر سے چھیننے کے لیے یکدم روہان کو دبوچ کے اپنی جانب کھینچا تھا۔ روہان نے اس خراش پہ ہولے سے اپنے لب رکھ دیے۔

☼ ☼ ☼

”تو تم نے وہ ایئر رنگ پھینک دیا تھا۔“

مائز زینی کے ہمراہ ٹہل رہا تھا۔

”ہاں مجھے لگا..... ایک رہ گیا ہے۔ بے کار ہے اب، پتا ہو تا دوسرا تم نے اتنا سنبھال کے رکھا ہو گا تو میں نہ پھینکتی۔“

”کیسے نہ سنبھالتا..... تم تک پہنچنے کا واحد ذریعہ تھا وہ۔“

”اور تم مجھ تک پہنچنا کیوں چاہتے تھے؟“ وہ اترا گئی۔ حسب عادت..... حسب فطرت۔

”کیا اب بھی یہ بتانے کی ضرورت رہ جاتی ہے؟“

مائز نجانے کیوں کھل نہ پا رہا تھا..... کھلتے کھلتے ہی اچانک کنی کترا جاتا۔

”مجھے سننا اچھا لگتا ہے۔“

”اور مجھے تمہیں سننا اچھا لگتا ہے۔“

بالآخر مائز کے منہ سے ایک تعریفی جملہ نکل ہی گیا۔ جو کہ بہرحال اس کی تعریف میں نہیں تھا۔

”جانتی ہو..... میں نے اس رات تمہیں ٹھیک سے دیکھا بھی نہیں تھا مگر صرف تمہاری باتوں کی وجہ سے میں.....“

نجانے کون سا احساس تھا جو اسے کہنے سے روک رہا تھا.....

”کیا..... بولو ناں۔“

”نہیں..... ابھی نہیں۔“

”کیوں؟“ وہ مایوس ہو گئی..... کچھ جھنجلا بھی اٹھی۔

”مجھے آہستہ آہستہ قدم بڑھانا اچھا لگتا ہے۔“

”اور مجھے ایک ہی جست میں سب فاصلے مٹا دینا اچھا لگتا ہے۔“

وہ کسی چیلنج کی طرح اس کے سامنے آن موجود ہوئی۔

”ویسے بھی اتنی مختصر سی زندگی میں کچھ بھی آہستہ آہستہ کرنے کا وقت کس کے پاس ہے۔“

وہ مائز کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہی تھی اور وہ اس کے اس فلسفے اور اس رات والی بے ساختگی

میں مماثلت تلاش کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔ مگر پھر زینی کی دلکشی اور عنایت نے اسے مزید کوشش کرنے سے روک ہی دیا۔

☼ ☼ ☼

مہر سر پہ چھتری تانے سمارا کے ساتھ اس کے گھر کے لان میں تھی اور تعریفی نظروں سے شادابی اور سبزے کو دیکھ رہی تھی۔

"تمہارے لان کی تو حالت ہی بدل گئی۔۔۔ نیا مالی رکھا ہے؟"

"نہیں بھئی۔ کون اتنے ملازموں کی درد سری پالے۔ رومان۔۔۔ وہی تمہیں بتایا تو تھا۔ میرے شوہر کا کوئی دور کا بھانجا۔"

"ہاں، ہاں، وہ جو تمہارے پاس کام کرنے آیا ہے۔"

"ہاں۔۔۔ اسی نے کیا ہے یہ سب۔"

سمارا نے اس کی تواضع کے لیے جو کا کیک سامنے رکھا اور مہر کی نظریں باریک بینی سے اس کے کناروں لگی پھپھوند کو تلاش کرنے لگیں۔۔۔ مگر سمارا بھی ایسی پھوہڑ میزبان نہ تھی۔۔۔ مہمان کے سامنے یہ تین ہفتے پرانا کیک رکھنے سے پہلے اس نے بڑی نفاست اور مہارت کے ساتھ اس کے سوکھتے پھپھوند زدہ کنارے کتر دیے تھے۔

"تم اس سے مالی کا کام بھی لیتی ہو؟"

"نہ صرف مالی کا، باورچی کا ماسی کا، چوکیدار کا اور ظاہر ہے کارخانے کا تو وہ سنبھالتا ہی ہے۔ ہے ویسے ہر فن مولا ٹائپ لڑکا۔۔۔ کون سا کام ہے جو اسے نہیں آتا پھر میں کیوں نہ فائدہ اٹھاؤں۔"

"میرے گھر میں بھی بہت سے کام رکے پڑے ہیں کچھ رپینٹنگ کے۔۔۔ کچھ لائٹ کے۔ لان تو خیر ہے ہی۔۔۔ تم اسے میری طرف بھی بھیجنا۔"

مہر نے لجاجت سے کہا جس پہ سمارا کے ماتھے پہ بل آ گئے۔

"اتنا وقت کہاں ہوتا ہے اس کے پاس۔۔۔ ویسے بھی جتنا کام کرتا ہے اس سے دس گنا زیادہ باتیں بناتا ہے۔"

سمارا کے لہجے میں یکا یک ہی رومان کے لیے بے زاری اور کوفت ٹپکنے لگی۔

"آدھے گھنٹے کا کام چار گھنٹے میں کرتا ہے۔ تمہاری طرف بھیجوں تو میرے تو سارے کام پڑے رہ جائیں گے۔"

مہر نے منہ بنایا مگر بولی کچھ نہیں۔

(خبیث۔۔۔ یہ تو مر کے بھی کسی کو اپنا بخار تک نہ دے)

"ٹھیک کہہ رہی ہو۔۔۔ ویسے بھی ایک واحد بندے پہ تم نے دو دو ذمے داریاں ڈال رکھی ہیں۔ گھر کی بھی، کارخانے کی بھی۔۔۔ سب کچھ چوپٹ ہو جائے گا۔"

☼ ☼ ☼

اس وقت تو سمارا نے جی کڑا کر کے مہر کی بات پی لی مگر پھر سارا دن بڑبڑاتی رہی۔

"مہر۔۔۔ مفت خور، کنجوس 'بس نہیں چلتا' سامنے والے سے اس کی سانسیں تک مانگ لے۔"

وہ کھانا کھاتے ہوئے بھی بھڑاس نکالتی رہی۔

"ہر وقت اپنا الو سیدھا کرنے کی فکر میں ہوتی ہے مہر۔۔۔ اب اگر میں تمہیں اس کے کام کرنے بھیج دوں تو میرا کیا ہو گا۔"

جلدی جلدی بڑے بڑے لقمے نگلتا رومان چونکا۔

"کون سے کام؟"

"ارے نکالے ہوں گے اس نے ڈھیروں ڈھیر۔"

رومان سوکھے توس کا لقمہ چبانا بھول گیا۔۔۔ اور ہاتھ میں پکڑا مرغابی کے گوشت کا بھنا ہوا ٹکڑا بھی واپس پلیٹ میں رکھ دیا۔ اس کا ذہن تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا۔

"اگر وہ اپنا الو سیدھا کرتی ہیں تو آپ اپنا کر لیں۔"

"کیا مطلب؟ میرا کون سا الو ہے؟"

"میں ان کے سب کام کرنے پہ تیار ہوں اگر آپ ان کے بدلے ان سے پیسے مانگ لیں۔"

"کیا؟" وہ چلائی۔

"ہاں۔ کہہ دیں کہ وہ مارکیٹ سے آدھے پیسے لے گا مگر لے گا ضرور۔"

"تمہیں اپنی کمائیوں کی پڑی ہے۔ پہلے یہ کام تو پورے کرو۔" وہ اسے جھاڑنے لگی۔

"یہ بھی تو آپ کا ہی کام ہے آنٹی۔"

"پھر آنٹی؟"

"اوہ۔۔۔ میم۔۔۔ دیکھیں ناں۔۔۔ میں تو آپ ہی کو لا کے دیا کروں گا اپنی آمدنی۔۔۔ آپ کے علاوہ میرا کون ہے۔ جو فالتو وقت ہوتا ہے میرے پاس اس کے کچھ پیسے آ جائیں گے۔"

سمارا بھی سوچ میں پڑ گئی۔۔۔ اب رومان نے مسکراتے ہوئے بھنی مرغابی کے ٹکڑے کو پھر سے اٹھا لیا۔

☼ ☼ ☼

وہ دبے پاؤں گھر سے نکلی تھی۔

پچھلے رستے سے۔۔۔ جو کہ خودرو جھاڑیوں سے اٹا ہوا تھا۔ نکل کے جنگل تک آنا تھا تو مشکل۔ ایک تو نوکیلی جھاڑیاں اوپر سے جنگلی گیدڑوں کی خوفناک آوازیں پھر پکڑے جانے کا خوف مگر رومان نے اس کی ٹریننگ کے لیے یہی وقت مقرر کیا تھا۔ اور اسے ہر حال میں مار کو متاثر کرنے۔۔۔ اور اسے خود سے شادی کے لیے تیار کرنے کے گر سیکھنے تھے۔

جادوئی گر۔۔۔

اس جوش نے اسے اتنا خوف زدہ نہ ہونے دیا جتنا وہ عموماً رہا کرتی تھی اور سب سے بڑھ کے یہ تسلی کہ جانا تو رومان سے ملنے ہے۔ ایک پرے سے۔ اس کے ہوتے کسی کی کیا مجال جو میشا سیف اللہ کا بال بیکا کر سکے۔

رومان کاسنی پھولوں والے پیڑ کے نیچے حسب وعدہ اس کا انتظار کر رہا تھا۔

کاسنی پھول۔۔۔ جو پورے چاند کی روشنی میں سفید اجلے اجلے سے لگ رہے تھے۔

"میں اتنی چھپ کے آئی ہوں تم سے ملنے۔"

"میں نے اس کا حل نکال لیا ہے۔"

رومان نے دلچسپی سے اس کے ماتھے پہ شبنم کی طرح ابھرتے قطروں کو دیکھا۔

"وہ کیا؟"

"اب میں روز تمہارے گھر آیا کروں گا۔۔۔ ایک دو گھنٹوں کے لیے اور روزانہ تمہیں ایسے جادو سکھاؤں گا جس پہ عمل کر کے تم مار کو اپنا بنا سکتی ہو۔"

"سچ؟" وہ کھل گئی۔ اور پھر ساتھ ہی بجھ گئی۔ "مہر ماما تمہیں گھسنے نہیں دیں گی گھر میں۔"

"تمہاری مہر ماما نے مجھے اجازت دے دی ہے۔"

میشا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا اور ہمیشہ کی طرح وہ ایسا کرتے ہوئے رومان کو بڑی پیاری لگی۔ اس نے اپنی نظریں میشا کے نیم وا ہونٹوں سے ہٹا کے اس ستارے پہ مرکوز کر دیں۔ جو خود بھی جھک کے میشا کی حیرت کے اظہار پہ حیران ہو رہا تھا کہ حیرانی اتنی حسین بھی ہو سکتی ہے۔

"تم نے یہ کیسے کیا رومان؟"

"جادو سے۔"

"مجھے بھی دکھاؤ ناں کوئی جادو۔۔۔ پلیز۔" وہ مچل گئی۔

"اوکے۔۔۔ آنکھیں بند کرو۔"

"ہاں!" میشا نے فوراً "سرہلاتے ہوئے آنکھیں بند کی۔ مگر اگلے ہی پل گھبرا کے کھول دیں۔

"اب کیا ہوا۔"

"نہیں۔ میں نہیں بند کروں گی آنکھیں۔"

"کیوں؟"

"گرینی نے منع کیا ہے۔"

"آنکھیں بند کرنے سے؟" وہ حیران ہوا اس منطق پہ۔

"نہیں۔ کسی جوان لڑکے کے سامنے اکیلے میں آنکھیں بند کرنے سے۔ وہ کہتی ہیں، سمجھ دار لڑکیاں جوان جہان لڑکوں سے تنہائی میں نہیں ملتیں۔ اور اگر ملنا پڑے تو ان کو آنکھیں کھلی رکھنی چاہئیں۔"

"اوہ... اوہو... وہ کیوں بھلا؟" کتنی دقت ہو رہی تھی رومان کو اپنی ہنسی روکنے میں۔

"دیکھو ناں... اس وقت رات ہے۔ جنگل ہے۔ تم اور میں اکیلے ہیں۔ اوپر سے میں کیوٹ بھی ہوں اور تم بدتمیز بھی۔ اگر میری آنکھیں بند دیکھ کے تم نے مجھے..."

کہتے کہتے اس نے زبان دانتوں تلے دبالی اور آنکھیں لمحے بھر کے لیے میچ کے جھرجھری سی لی۔

"کیا میں نے ...؟"

"تم نے مجھے... مجھے پیار کرلیا تو... نہ نہ میں نہیں بند کرنے والی آنکھیں۔"

اب رومان سے مزید ضبط کرنا دشوار ہوگیا۔ اسے ہنستے دیکھ کے ہیشا کو تاؤ چڑھ گیا۔

"میں نے کوئی لطیفہ نہیں سنایا۔"

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا۔" اس نے اطمینان دلایا۔ اور پھر زیر لب اضافہ بھی کیا۔ "کم از کم تمہاری آنکھیں بند کروا کے تو نہیں۔"

"مجھے تمہیں کچھ اور دکھانا ہے۔ چلو کرو بند آنکھیں۔"

ہیشا ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کرنے لگی۔ مگر احتیاطاً اس نے جھری سی چھوڑ دی تھی۔ جسے نوٹ کرکے رومان نے مسکراتے ہوئے سر جھٹکا اور دونوں ہاتھ جو سینے پہ باندھ کے بغلوں میں دبا رکھے تھے نکالے اور اس کے سامنے کرکے کہتے ہوئے مٹھی کھولنے لگا۔

"کھولو اب۔"

ہیشا نے دھیرے سے آنکھیں کھولیں۔ اور رومان نے دھیرے سے مٹھی کھولی...

اس کی بند مٹھی میں سے جگنو آزاد ہو کے اڑنے لگے۔

ہیشا کی کاجل بھری آنکھوں میں کرنیں سی پھوٹ پڑیں۔ وہ سحر کے عالم میں ان جگنوؤں کو اڑان بھرتے دیکھ رہی تھی۔ اور رومان سحر کے عالم میں اس کی آنکھوں میں خواب اترتے اور روشنیاں بکھرتے دیکھ رہا تھا۔

"تم تو سچ مچ کے پرے ہو۔" وہ تالیاں بجانے لگی۔

"ایک اور میجک دکھاؤ ناں۔"

"ہاں... بولو۔" رومان نے شیخی میں آکے فیاضی دکھائی۔ جیسے سامری اپنی گدی پہ اسے ہی تو بٹھا کے گیا ہو۔

"مجھے زینی جیسا خوب صورت بنا دو۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔"

"تم سے کس نے کہا وہ خوب صورت ہے۔"

"تمہیں نہیں لگتی؟"

"ذرا بھی نہیں۔"

"مجھے بھی نہیں لگتی۔" ہیشا نے ناک چڑھائی۔

"مگر ماژ کو لگتی ہے۔ تب ہی تو وہ اس سے ملتا ہے۔"

"کسی سے ملنے کے لیے اس کا خوب صورت ہونا ضروری نہیں ہے۔ دیکھو ناں۔ ہم بھی تو مل رہے ہیں جبکہ تم مجھے کہیں سے بھی خوب صورت نہیں لگتیں۔" شاید یہ بات ہیشا کے سر کے اوپر سے گزر جاتی اگر کہتے ہوئے رومان کسی طرح اپنی مسکراہٹ پہ قابو پالیتا مگر یہ شرارتی مسکراہٹ ہیشا کو بتا گئی۔

"ہاں، ٹھیک کہہ رہے ہو۔ تم بھی مجھے زہر لگتے ہو مگر پھر بھی میں تم سے ملنے آئی ہوں۔ مطلب ملنے کے لیے کسی کا خوب صورت ہونا یا اچھا لگنا ضروری نہیں ہے۔ مگر محبت کرنے کے لیے ہے۔"

رومان کی ساری شرارت اور غیر سنجیدگی ہوا ہوگئی۔

"کیا واقعی کسی سے محبت کرنے کے لیے اس کا خوب صورت ہونا ضروری ہے؟"

وہ اترے چہرے، تھکے ہوئے لہجے کے ساتھ پوچھ رہا تھا۔

"ہاں خوبصورت بھی... اور امیر بھی..."

رومان کے چہرے پہ افسردگی چھا گئی اور وہ اپنی قمیص کے اس چھید میں انگلی ڈال کے اسے مزید بڑا کرنے کے شغل میں لگ گیا۔ جو بالکل سامنے ہی تھا۔

"بتاؤ ناں۔ تم ایسا کیا کرسکتے ہو۔ جس سے میں ماژ کو زینی سے زیادہ اچھی لگنے لگوں۔"

"اس کے لیے جو کرنا ہے، تمہیں کرنا ہے۔ مجھے

نہیں۔"

"وہی تو... کیا کرنا ہوگا مجھے؟"

"جو میں کہوں... مانوگی؟"

رومان نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"وعدہ۔" ہیشا نے جھٹ اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ جسے احترام سے تھامتے ہوئے رومان اپنے گھٹنوں پہ جھکا اور اس کے ہاتھ کی پشت پہ بوسہ دیتے ہوئے کہا۔

"یہ میری سعادت ہوگی ہرہائی نیس۔"

"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے۔"

ہیشا نے بڑی رعونت کے ساتھ سر جھٹکا اور اپنا ہاتھ ہلکے سے جھٹکے سے اس سے چھڑا لیا۔

"تمہیں صرف میرے نہیں۔ اس کے سامنے بھی کسی کوئن کی طرح ہی رہنا ہے۔"

"ایسے پھٹے پرانے کپڑوں والی کوئن؟" ہیشا کا چہرہ اتر گیا۔ "تم میرے لیے پرستان سے پیارے پیارے کپڑے لاؤ ناں پلیز۔"

"ان کا کوئی فائدہ نہیں۔ وہاں سے جو چیز آئے گی، جادوئی اور عارضی ہوگی۔ یاد کرو سنڈریلا کی کہانی۔ بارہ بجتے ہی سب کچھ غائب ہو جاتا تھا۔ وہ اور وقت تھا۔ بارہ بجے کا مطلب تھا آدھی رات۔ اب تو بارہ بجے شام ہوتی ہے۔ ذرا تصور کرو۔ تم جادو کے کپڑے پہنے ماژ کے سامنے شو مار رہی ہو۔ بارہ بجتے ہیں اور تمہارے کپڑے غائب۔"

"نہیں۔" ہیشا نے ہلکی سی چیخ مار کے دونوں بازو خود پہ رکھ کے ایسے ڈھانپا جیسے واقعی... سچ مچ...

"اور ماژ کے اور تمہارے اصلی والے بارہ بج جائیں گے۔ اس لیے جیسی ہو، جس طرح ہو۔ ویسی رہو اور اسی طرح اسے متاثر کرنے کی کوشش کرو ویسے بھی کوئن بننے کے لیے لباس یا زیور، تاج کی نہیں۔ ایٹی ٹیوڈ کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم اس کے آگے پیچھے پھرنے کے بجائے یا الٹی سیدھی حرکتوں سے اسے اٹریکٹ کرنے کے بجائے اگنور کرو۔ جیسے تمہیں اس کی پرواہی نہ ہو۔ جیسے تم اسے کچھ سمجھتی ہی نہیں ہو۔"

ہیشا کچھ دیر اسے بے یقینی سے گھورتی رہی۔

"تم مذاق کر رہے ہو؟"

"بالکل بھی نہیں۔"

"تو پھر تم میرا کباڑا کر رہے ہو۔ تم چاہتے ہی نہیں کہ ماژ کی مجھ سے شادی ہو۔"

وہ روٹھ کے جانے لگی اور رومان کے پکارنے پہ بھی پروا نہ کی۔

"ہیشا! رکو تو..."

☼ ☼ ☼

ادھر کارا نے الگ شوشا چھوڑ دیا۔ پرشکوہ خانم کو فون کرکے اپنی مدد کے لیے کسی لڑکی کو طلب کیا۔ بلکہ کسی کو کیا۔ صاف صاف ہیشا کا نام لیا۔

"آنچل کی رسم ہے۔ اب آئی ہوں تو یہ فریضہ انجام دے کے ہی جاؤں لیکن میں اتنا عرصہ یہاں سے دور رہنے اور فیملی سے کٹ جانے کی وجہ سے سب روایتیں وغیرہ جیسے بھول سی گئی ہوں... میرے تو تقریباً سب ہی ملازم بھی وہیں سے آئے ہیں میرے ساتھ... بہتر تو یہی ہوتا کہ میں آپ کو کچھ دن کے لیے اپنا مہمان بناتی، لیکن اس دن آپ کی طبیعت بہت خراب ہوگئی تھی، میں آپ کو زحمت نہیں دینا چاہتی۔"

"ہاں... مگر ہیشا۔" وہ متذبذب تھیں۔

"آپ کے پاس پلی بڑھی ہے۔ آپ نے سب سکھایا ہوگا اسے۔ اسے کرنا ہی کیا ہے، صرف یہ دیکھنا ہے کہ سب انتظامات رسم و رواج کے مطابق ہو رہے ہیں یا نہیں۔"

"نہیں کارا... اسے کہاں آتا ہے یہ سب۔"

"تو ایلی... یا زینی۔"

"وہ تو بالکل ہی نکمیاں ہیں۔"

مگر کارا کا اصرار بڑھتا گیا۔ ناچار انہیں ٹالنے کے لیے کہنا پڑا۔

"اچھا... دیکھتی ہوں کچھ۔"

"میشا! تم رات کو کہاں تھیں؟" ان کے سنجیدگی سے پوچھنے پہ وہ گھبرا گئی۔
"نہیں... وہ... جنگل... جنگل میں تھی۔"
"جنگل میں، مگر کیوں؟"
"جگنو پکڑنے۔"
"اتنی رات کو؟"
"دن کو جگنو کہاں نظر آتے ہیں، رات کو ہی تو ہوتے ہیں گرینی۔"
"میشا... تمہیں بالکل ڈر نہیں لگتا، جنگل میں اکیلے جانے سے... دن کو تتلیاں پکڑنے اور رات کو جگنو پکڑنے چلی جاتی ہو۔ ایسی کون سی ضرورت پڑ گئی تھی تمہیں جگنو کی۔"
"کسی نے بتایا تھا، جگنو مٹھی میں بند کر کے جو دعا مانگو پوری ہو جاتی ہے یا کوئی ایسا دروازہ ضرور کھلتا ہے، جس سے دل کی مراد پوری ہونے کا چانس ہو۔"
"کیا دعا مانگی تم نے؟"
ان کے پوچھنے پہ وہ بے ساختہ گنوانے لگی۔
"بڑا سا محل جیسا گھر، نوکر چاکر، عمدہ نفیس مہنگے والے کپڑے، ہیرے جواہرات، دنیا جہان کے ملکوں کی سیر، عیش، آرام، مزے مزے کے کھانے... اور..."
وہ شرما کے چپ ہو گئی۔
"اور کیا؟"
"اور ایک شہزادہ۔"
پرشکوہ خانم کو غصہ اور ہنسی بیک وقت آئے... مگر کمال مہارت سے انہوں نے ہنسی چھپالی اور غصہ ظاہر کیا۔
"فضول باتوں میں بہت دل لگتا ہے تمہارا۔"
"دعا مانگنا بری بات نہیں ہے۔"
"تو پھر یہ دعا مانگو کہ تمہیں عقل آجائے۔"
"یہ دعا کیوں نہ مانگوں کہ آپ کو مجھ پہ ترس آجائے۔"
"اللہ نہ کرے، جو میں یا کوئی اور تم پہ ترس کھائے، میں تو چاہتی ہوں لوگ تم پہ رشک کریں، اسی لیے تو کارا پہ مجھے بہت غصہ آیا، جب اس نے یہ بات کی حالانکہ مجھے ہمیشہ سے بہت عزیز رہی ہے وہ۔"
"کس بات پہ غصہ آیا تھا؟" اس نے کریدنا چاہا۔
"اس کے گھر میں کچھ دن بعد آنچل کی رسم ہونے والی ہے۔ وہی رسم جس میں لڑکے کی ماں باقاعدہ طور پہ اپنی منتخب کردہ بہو کا نام سب کو بتاتی ہے۔ تیاریاں جاری ہیں جن میں مدد کے لیے اس نے تمہارا نام لیا۔"
"سچ... کب جانا ہوگا مجھے؟"
"میشا..." پرشکوہ خانم کو اس کے اشتیاق پہ حیرت ہوئی۔
"اس نے کیا تمہیں ملازمہ سمجھ لیا جو..."
"ملازمہ نہیں گرینی! اپنا سمجھ کے کہا ہوگا۔" میشا نے فوراً بات کاٹ کر کارا کی جانب سے صفائی پیش کی۔
"مگر مجھے یہ بات بہت بری لگی۔"
"آپ نے جھٹ انکار کر دیا ہوگا۔" میشا نے ہونٹ لٹکائے۔
جگنو ہاتھ میں لے کر دعا مانگنے والی بات پہ اب یقین سا آرہا تھا۔ واقعی، ایک دروازہ کھلا تو ہے مگر گرینی نے بند بھی کر دیا۔
"یہی تو مصیبت ہے۔ اسے صاف انکار کرنا مشکل لگتا ہے۔"
"پلیز گرینی! انکار نہ کریں نا، پلیز، پلیز، کسی کے کام آنا تو اچھی بات ہے گرینی۔"

☼ ☼ ☼

"مام، یہ کیسے کیسے آئیڈیاز آتے ہیں آپ کو؟" ماژ ساری بات جاننے کے بعد ناگواری سے کہہ رہا تھا۔
"یہ ہماری خاندانی روایت ہے۔"
"بہت عجیب اور فضول سی ہے۔"
"جیسی بھی ہیں ہمیں ان پہ عمل تو کرنا ہے۔ کم از کم یہاں رہتے ہوئے تو کرنا پڑے گا۔"
"لیکن ایسا کرنے سے کتنی لڑکیوں کے دل ٹوٹیں گے۔ ان کی فیلنگز ہرٹ ہوں گی۔"

"وہ سب بھی اسی فیملی کی ہیں، ان کے لیے یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ سب جانتی ہیں ہم ان میں سے کسی ایک کو ہی پسند کرو گے۔"
"آپ میری پسند جانتی ہیں مام۔" اس نے اپنی بات یاد دلائی۔
"مگر تم اسے نہیں جانتے۔"
"اب جاننے لگا ہوں۔"
ماژ کی مسکراہٹ اور اعتراف نے کارا کو ٹھٹک جانے پہ مجبور کیا۔
"کون ہے وہ لڑکی؟"
"آپ کی پیاری آنٹی کی پوتی، زینی۔"
"زینی..." کارا ہل کے رہ گئی۔ کشمکش و پیچ کے عالم میں ماژ کی جانب دیکھا جو داد طلب مسکراہٹ کے ساتھ بڑے امید بھرے انداز میں دیکھ رہا تھا۔ بمشکل مسکرا کے اس نے اثبات میں سر ہلایا۔
"اوہ... زینی... اچھا۔"

☼ ☼ ☼

وہاں رومان مہر کو شیشے میں اتار رہا تھا۔
"کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے... میں آپ کے لان کو چند ہی دن میں ہرا بھرا کر دوں گا اور جو، جو کام ہیں، مجھے بتا دیں، میں روز دو گھنٹے کے لیے آیا کروں گا۔"
"سمارا تو کہتی ہے تم بہت کام چور اور سست ہو۔"
"اب میں کیا کہوں؟" اس نے بے چاری سی شکل بنالی۔
"خیر، یہ تو عادت ہے اس کی۔ تم اس کے پاس کیوں وقت ضائع کر رہے ہو؟"
"کیا کروں... نانا جی نے مرتے وقت نصیحت کی تھی کہ ان کے پاس جا کے ان کے بزنس میں ہاتھ بٹاؤں... بیوہ ہیں نا بے چاری۔"
"تو تم اب اس دنیا میں اکیلے ہو؟" مہر کے ذہن میں کوندا سا لپکا۔
"جی... بالکل اکیلا۔" اس نے منہ کچھ اور لٹکا لیا۔
"آؤ اندر آؤ۔" مہر کا لہجہ پل میں شیرینی سے بھیگ گیا۔ وہ اسے لیے اندر آئی جہاں ایمی صوفے پہ بیٹھی پڈنگ کھاتے ہوئے میشا سے الجھ رہی تھی۔
"تمہیں اتنی بھی تمیز نہیں ہے کہ کسی کھاتے ہوئے انسان کے سر پہ کھڑے ہو کے ڈسٹنگ نہیں کرتے، بعد میں کر لیتی تھی۔"
"تم بعد میں کھا لینا، مجھے کام ختم کرنا ہے۔" میشا مہر اور زینی سے تو پھر بھی دب جاتی تھی۔ ایمی سے ہرگز نہیں۔
"تم ہر بات میں مجھے جواب کیوں دیتی ہو؟"
"اور تم ہمیشہ مجھ سے سوال کیوں کرتی ہو؟"
"میشا... یہ کیا شور مچا رکھا ہے۔"
مہر نے اندر آتے ہی اسے لتاڑا اور ایمی نے بھی جھٹ سے شکایت جڑ دی۔
"ماما... یہ میرے ساتھ بدتمیزی کرتی ہے، اس نے مجھے موٹی بھی کہا۔ لگائیں اسے دو چار۔"
"تمہیں تو ساری دنیا موٹی کہتی ہے۔ کس کس کو مار پڑواؤ گی؟"
میشا، رومان کو گھورنے کے ساتھ ساتھ ایمی کو بھی جتا رہی تھی۔
"کون کہتا ہے اتنی پیاری لڑکی کو موٹی؟ کس کی نظر اور حسن ذوق دونوں خراب ہیں؟"
ایمی ابھی ڈھنگ سے حیران بھی نہ ہو پائی تھی کہ رومان نے اگلی بات کہہ کر اسے پریشان بھی کر ڈالا۔
"یہ آپ کی بیٹی ہے میم... اتنی پیاری، اتنی حسین؟"
"لگتا ہے نظر اور ذوق تمہارا خراب ہے۔" میشا تلملا اٹھی۔
"میشا... تمہیں مہمان سے بات تک کرنے کی تمیز نہیں ہے۔" مہر کے ڈانٹنے پہ وہ بڑبڑاتی ہوئی چلی گئی۔
"ہونہہ... مہمان۔"
"ناک میں دم کر رکھا ہے اس لڑکی نے۔"
"آپ فکر نہ کریں... آپ کے دوسرے سب مسئلے حل کرنے کے ساتھ ساتھ میں یہ مسئلہ بھی حل کر دوں گا۔"

رومان نے تسلی دی۔ مہر اس پہ تو نہیں، مگر اپنی ایک تازہ سوچ پہ ضرور خوش ہو کے مسکرا دی، کہ ابھی ابھی اس نے اپنا ایک اور اہم مسئلہ بھی رومان کے ذریعے حل کرنے کا سوچا تھا۔

امی کا مسئلہ......

☼ ☼ ☼

"کیسی باتیں کر رہے ہو ماڑ؟" زینی ہکا بکا رہ گئی۔

"میں یہ سب کیسے کر سکتی ہوں؟"

"دیکھو زینی! تم مجھے پسند ہو، مگر میں چاہتا ہوں تم ماما کو بھی پسند آ جاؤ اور ان کے دل میں اترنے کا یہ گولڈن چانس ہے، تمہیں ان کی تھوڑی سی مدد ہی تو کرنی ہے۔"

"ٹھیک ہے، صرف اور صرف تمہارے لیے۔"

اس نے بادل نخواستہ ہامی بھری۔

"تو کل ہم وہیں ملیں؟"

"کہاں......"

"اسی جھیل...... جہاں پہلی بار ملے تھے، بلکہ اب تم اپنا وعدہ نبھانا، مجھے کشتی چلانا سکھانا۔"

زینی اس فرمائش پہ گھبرا سی گئی۔

"نہیں، موسم ٹھیک نہیں ہے، ہم کشتی میں نہیں بیٹھیں گے۔"

☼ ☼ ☼

رومان گھاس تراش رہا تھا، جب ییشا کو آتے دیکھا۔

"اتر گیا غصہ؟"

"مجھے کوئی غصہ نہیں تھا۔"

"تمہیں غصہ تھا، بلکہ جیلسی۔"

"جیلسی، وہ کس سے؟"

"میں نے تمہارے سامنے تمہارے بجائے امی کی تعریف جو کر دی تھی۔ اسے حسین کہہ دیا تھا۔ اس بات کی جیلسی۔ اسی لیے تو تم مجھ پہ بگڑ رہی تھیں۔"

"جی نہیں، بڑی خوش فہمی ہے تمہیں اپنے بارے میں۔ وہ تو میں اس لیے تم سے ایسے بات کر رہی تھی کہ مہر ماما تم پہ اور زیادہ مہربان ہو جائیں۔ جو لوگ مجھے زہر لگتے ہیں ان کو بہت اچھے لگتے ہیں اور جن کے ساتھ میں اچھے سے بات کروں، وہ ان کو بہت برے لگتے ہیں۔"

"اوہ...... تم تو بہت ذہین ہو، آئم امپریس یار۔"

"تم نے پھر مجھے یار کہا...... تمیز سے رہا کرو۔"

"ایسے نخرے اور رعب تم ماڑ کے سامنے دکھاؤ تو کچھ بات بھی ہے۔"

"میں اس کے سامنے جاؤں گی تو کچھ دکھا پاؤں گی نا، ایک موقع ملا تھا، مگر گرینی نے منع کر دیا۔"

"کیسا موقع؟"

☼ ☼ ☼

"ماما...... یہ سنہری موقع ہے۔" زینی مہر کو منا رہی تھی۔

"مگر کارا نے تمہاری گرینی کو فون کر کے پہلے ہی اس مقصد کے لیے ییشا کو بلوا لیا ہے۔"

"کیا؟ ییشا۔"

"اور یہ اسی پہ سوٹ کرتا ہے...... تم خود سوچو، ایک طرف تم ماڑ سے شادی کرنا چاہتی ہو اور دوسری طرف وہ کرنا چاہتی ہو جس کے لیے سب سے پہلے ذہن میں صرف ییشا جیسی لڑکی کا نام آتا ہے اور مزے کی بات تو یہ ہے کہ ییشا تک کے لیے تمہاری گرینی نے منع کر دیا ہے کارا کو۔"

"زبردست...... یہ تو اور بھی اچھا ہے۔ اب تو جب آپ کارا آنٹی سے کہیں گی کہ چونکہ گرینی نے ...... نہیں، آپ یہ ظاہر کریں کہ انکار گرینی نے نہیں، ییشا نے خود کیا ہے، تو اس وجہ سے آپ ان کی پریشانی کا خیال کر کے مجھے مدد کے لیے بھیج رہی ہیں۔"

"تو تم نہیں مانو گی؟"

مہر زچ ہو اٹھی، جو بھی تھا کارا سے ازلی رقابت کی وجہ سے وہ اس کے سامنے کبھی بھی سرنچا نہیں ہونے دینا چاہتی تھی۔

"پلیز ماما...... ان پہ بہت اچھا امپریشن پڑے گا۔"

☼ ☼ ☼

"ان پہ اچھا امپریشن ڈالنے کے لیے تمہیں وہاں ضرور جانا چاہیے، منا لو گرینی کو۔"

"عجیب ہو تم...... کبھی کہتے ہو، مجھے ماڑ کو اگنور کرنا چاہیے۔ اس پہ ظاہر ہی نہیں کرنا چاہیے کہ میں اس کی ایک نظر کے لیے مر رہی ہوں اور کبھی کہتے ہو کہ کارا آنٹی کے آگے پیچھے پھر کے ان کی چاپلوسی کرنی چاہیے۔"

"لڑکیوں کو پٹانے کے طریقے الگ ہیں اور ان کی ماؤں کو پٹانے کے الگ۔"

"تمہیں یہ سب کیسے پتا، تم نے کبھی کسی لڑکے کو پٹایا۔"

"شٹ اپ۔"

وہ بھنا اٹھا اس نامعقول سوال پہ۔

☼ ☼ ☼

کارا سے پہلے گرینی کو پٹانے کا مرحلہ سر کیا ییشا نے۔ ادھر مہر نے بھی زینی کے کہنے پہ کارا کو فون کر دیا۔ اب کارا میڈم پریشان۔

"ماڑ...... سمجھ میں نہیں آ رہا کیا کروں" آنٹی سے میں نے خود کہا تھا ییشا کے لیے۔ مجھے لگا وہ انکار کرنا چاہ رہی ہیں۔ مگر کر نہیں پا رہیں، ادھر مہر نے خود فون کر کے زینی کے لیے کہا تو میں منع بھی نہ کر سکی۔ بہر حال مجھے کسی کی مدد کی ضرورت تو ہے ہی، لیکن اب آنٹی بھی ییشا کو بھیج رہی ہیں۔"

"تو بھیجنے دیں...... سو واٹ، اچھا ہے آپ کی زیادہ سے زیادہ ہیلپ ہو جائے گی۔"

وہ الٹا مطمئن ہو گیا کہ زینی پہ کام کا زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا تو اس کا موڈ آف نہیں ہو گا۔

کچھ ایسی ہی سوچ زینی کی بھی تھی۔

"آنے دو اسے بھی...... میرا کیا جاتا ہے۔"

"مگر وہ ایسے کاموں میں بڑی تیز ہے۔" امی نے ڈرانا چاہا۔ "ایسا نہ ہو کارا آنٹی کو امپریس کر لے۔"

"ہاں، ہاں پتا ہے۔ عادی ہے وہ ان سب کاموں کی اور ماہر بھی...... اسی لیے کہہ رہی ہوں کہ اچھا ہے وہ آ جائے۔ اب سارے فضول کام وہ کرے گی، میں پورے دھیان سے ماڑ اور کارا آنٹی کے دل میں اترنے کے مرحلے طے کروں گی اور مجھے پتا ہے کہ اس کے کیے کرائے کو میں نے اپنے نام کیسے کرنا ہے۔"

"اوہ...... تو اس کے سارے کاموں کا کریڈٹ تم لینے والی ہو؟"

امی اب معاملے کی تہ تک اتری۔

☼ ☼ ☼

رومان پہلے گلاب کی قلمیں لگا رہا تھا۔ اس کے ہاتھ مٹی سے بھرے تھے۔ گیلی مٹی کو تھپتھپا کے وہ اٹھا اور پائپ سے ساری بیلوں کو پانی لگانے لگا۔ اسی اثنا میں زینی اٹھلاتی بل کھاتی فون پہ بات کرتی اندر سے نکلی۔

"میں کب سے ویٹ کر رہی ہوں ماڑ! تم لیٹ ہو گئے ہو؟ کہاں پہ ہو؟"

رومان کی مخصوص شرارتی مسکراہٹ بیک وقت ہونٹوں اور آنکھوں میں چمکی اور اس نے پائپ کا رخ زینی کی جانب کر دیا۔ وہ ایک دم ہڑبڑا اٹھی۔

"اوہ...... گاڈ...... یہ کیا ہے؟"

اس کے سنبھلتے سنبھلتے ہی رومان اسے بھگو چکا تھا۔

زینی خطا ہوتے اوسان کے ساتھ ہاتھ میں پکڑا موبائل ایک طرف پھینک کے کسی ستون کی آڑ لینے لگی۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ۔ کون ہو تم؟"

"اوہ۔ سوری۔"

رومان چہرے پہ گھبراہٹ کے آثار لیے اسی رخ پر مڑا جہاں وہ مڑی تھی اور ساتھ ہی اس کا پانی کا پائپ بھی۔

"پتا نہیں کیسے یہ...... سوری۔"

پائپ ایک بار پھر اسے نشانے پر لیے ہوئے تھا۔ وہ چلاتی ہوئی اچھل کے دوسری جانب مڑی۔

"ہٹاؤ اسے۔"

"اوہو۔ آپ تو ساری بھیگ گئیں۔"

معذرت اور ہمدردی کے دوران بھی پائپ کا رخ

مسلسل زینی کی جانب ہی تھا یہاں تک کہ وہ چیختی چلاتی اندر کی طرف بھاگی۔

"ماما۔ یہ کون ہے۔ کسے گھر میں گھسا رکھا ہے آپ نے۔"

رومان نے نیچے گرا موبائل فون اٹھایا اور پائپ کی پھوار سے اسے بھی تسلی بخش انداز میں فیض یاب کرنے کے بعد دوبارہ نیچے پھینک دیا۔

ماٹر کتنی ہی دیر نمبر ملاتا رہا۔ مگر دوسری جانب زینی کا فون اسے مسلسل بند مل رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

ییشا چلتے نہیں بھاگتے ہوئے پگڈنڈی سے گزر رہی تھی جب رومان نے اس کے سامنے لا کے بائیک روکی۔

"سنو لڑکی!"

"تمیز سے۔"

ییشا نے گھر کا۔ رکی وہ پھر بھی نہیں۔

"ہرہائی نیس! رکیے تو۔"

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔ زینی کب کی پہنچ چکی ہوگی۔"

"نہیں پہنچی اور ابھی اسے ایک آدھ گھنٹہ اور لگے گا۔ تم آؤ' میں تمہیں دس منٹ میں وہاں پہنچا دیتا ہوں۔"

"ہائے تھینک یو رومان!" وہ اچھل کے بائیک پر سوار ہوگئی۔

"اس میں شکریہ کی کیا بات ہے۔ یہ تو میری ڈیوٹی ہے یار!"

"پھرے یار؟"

ییشا نے اس کی کمر پر دھمو کا جڑا۔ رومان نے حسب وعدہ دس منٹ کے اندر اندر بائیک کارا کے گھر کے سامنے روکی۔ راستے میں وہ اسے زینی کو بھگونے اور اس کا فون خراب کرنے کا کارنامہ سنا چکا تھا جس پر ییشا کو بڑے زور کی ہنسی آئی تھی اور ہنستے ہنستے وہ یکدم خائف ہوگئی' جب کارا کے محل جیسے گھر پہ نظر پڑی۔

پہلے اس نے اپنے کپڑے دونوں ہاتھوں سے جھاڑے ان کی شکنیں دور کرنے کی کوشش کی' پھر بال سنوارنے لگی۔

"رومان! میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں' میں بہت بہت نروس ہوں۔" پھر وہ اس کی بائیک میں لگے آئینے میں خود کو دیکھ کے تسلی کرنے لگی۔

"میں ٹھیک لگ رہی ہوں نا۔"

رومان نے کوئی جواب نہ دیا۔ بس مسکراتا رہا۔ جانتا تھا کچھ بھی کہہ دے وہ یقین کرنے والی نہیں۔

بے اعتماد قدموں کے ساتھ پسینے کی بوندوں سے بھی پیشانی اور ٹھنڈے یخ ہوتے وجود کے ساتھ اس نے آگے قدم بڑھانا چاہا تو ٹھٹک کے رک گئی اس کا ہاتھ رومان کی گرفت میں تھا۔ ییشا نے ابرو اچکا کے نظروں ہی نظروں میں سوال کیا۔ رومان اسی طرح اس کا ہاتھ تھامے تھامے بائیک سے اترا۔ گھٹنوں کے بل جھکا اور اس کے ہاتھ کو چومتے ہوئے عقیدت سے کہا۔

"وش یو آل دی بیسٹ مائی کوئین!"

جیسے جادو کی چھڑی گھوم گئی۔

پل میں سب بدل گیا۔

ییشا کی ساری گھبراہٹ ہوا ہوگئی۔ چہرے پہ اعتماد جھلکنے لگا اور اس نے بڑی نزاکت سے اپنا ہاتھ رومان سے چھڑایا۔ گردن اکڑائی اور ایک تمکنت بھرے اعتماد کے ساتھ شاہانہ چال چلتی اندر بڑھنے لگی۔

رومان ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے اسے اس وقت تک دیکھتا رہا جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہوگئی اور نظروں سے اوجھل ہوتے ہی رومان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ ایسے اوجھل ہوئی جیسے اس نے اپنی بڑی قیمتی چیز کسی کو خود اپنے ہاتھوں سونپ دی ہو۔

☼ ☼ ☼

ایمی منہ بنائے بیٹھی تھی۔

"زینی تو زینی ییشا بھی وہاں گئی ہے۔ میں ہی فالتو ہوں۔"

"تمہیں وہاں وقت ضائع کرنے کے بجائے یہاں دھیان دینا چاہیے۔"

مہر کے مشورے پہ وہ ہاتھ نچانے لگی۔

"کوئی نہیں۔ میں نہیں کرنے والی ییشا والے کام۔"

"تم سے کہہ کون رہا ہے' الٹا سارے کام بگاڑو گی۔ بہتر ہوگا تم سارا دھیان رومان پہ رکھو۔"

"روماں؟" وہ چونکی۔

"ہاں۔ میں نے تمہارے لیے اسے منتخب کیا ہے' اس سے بہتر لڑکا کوئی ہو ہی نہیں سکتا گھر داماد بنانے کے لیے۔"

ایمی نے کھڑکی سے باہر جھانکا۔ رومان پینٹ کا ڈبا اٹھائے اندر داخل ہو رہا تھا۔ ایمی نے پہلی بار غور کیا۔

"ہوں۔ اتنا برا بھی نہیں ہے۔"

اگلے ہی پل وہ پچھلے والان میں تھی' جہاں وہ دیواریں رنگ رہا تھا۔ اچانک اس کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا کیونکہ جس دیوار پہ اس نے برش پھیرنا تھا اس سے ٹیک لگا کے ایمی کھڑی چیونگم کے ببل بنا رہی تھی۔ رومان گہری نظروں سے اس کا جائزہ لینے لگا۔

"کیا گھور رہے ہو؟"

"سوچ رہا ہوں اگر تمہیں پینٹ کروں تو کتنا ٹائم اور لگے گا۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو؟"

"نہیں۔ یہ پہلی۔"

"تو پھر ٹھیک ہے' مجھے فضول مذاق پسند نہیں ہے۔"

اپنے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتی پر شکوہ خانم نے بڑی ہی ناگواری سے یہ منظر دیکھا۔ اور فوراً "مہر سے باز پرس کرنے گئیں۔

"یہ کس راہ چلتے کو تم نے گھر میں گھسالیا ہے مہر!"

"رومان کی بات کر رہی ہیں آپ؟"

"ہاں۔ تمہیں احساس ہونا چاہیے کہ اس گھر میں تین تین جوان خوبصورت لڑکیاں ہیں اور تم نے ایک جوان جہان اجنبی لڑکے کو یہاں دندنانے کی اجازت دے دی ہے۔"

"روماں بہت اچھا اور شریف لڑکا ہے اور پلیز! آپ میرے معاملوں میں نہ بولا کریں۔ مجھے اچھی طرح پتا ہے کون کتنا قابل بھروسا ہے۔"

"تمہیں یہ پتا ہوتا تو تم سیف اللہ پہ بھی بھروسا کرتیں مہر!"

وہ تاسف سے کہتی وہاں سے چلی گئیں۔

☼ ☼ ☼

کارا اور زینی دونوں کے چہروں پہ ایک دوسرے کے لیے زبردستی کی مسکراہٹ تھی۔ جیسے دل پہ پتھر رکھ کے جھیل رہی ہوں۔

"ویسے تو کالج اور اسٹڈیز کی وجہ سے اتنا ٹائم نہیں ملتا پھر بھی ماما نے مجھے اتنا ٹرینڈ تو کر دیا ہے کہ میں ضرورت پڑنے پہ کوئی بھی کام کر سکوں۔"

"ہاں۔ مہر کی ٹریننگ تو تم میں صاف نظر آ رہی ہے۔" کارا نے مسکرا کے چبھتے لہجے میں کہا۔

"میں پہلی بار یہاں ہونے والی کسی آنچل کی رسم میں شرکت کر رہی ہوں۔ ورنہ مجھے یہ سب بالکل پسند نہیں ہے۔"

ایمی نے بے نیازی جتانی چاہی مگر دوسری جانب بھی کارا تھی۔

"اگر تمہیں پسند نہیں ہے جانی! تو کوئی بات نہیں۔ کوئی فورس نہیں کر رہا۔ تم بے شک اٹینڈ نہ کرنا سویٹ ہارٹ!"

وہ گھبرائی۔ پانسہ پلٹ گیا تھا۔

"نہیں آنٹی! آپ کی بات اور ہے۔ آپ کے گھر کا کوئی بھی فنکشن میں کیسے مس کر سکتی ہوں۔"

ان دونوں کی گفتگو سے الگ ییشا روماں کی ہدایت کے پیش نظر صرف اور صرف کام پر دھیان دیتے ہوئے کسی ملازم سے کشنز وغیرہ بدلوا رہی تھی مگر تب اس کا سارا انہماک دھرا کا دھرا رہ گیا جب ماٹر کو سیڑھیوں سے نیچے اترتے دیکھا۔

"زینی! تمہیں میرے ساتھ فلاور شاپ تک چلنا

ہوگا۔ میں چاہتا ہوں تم اپنی پسند کے پھول آرڈر کرو۔"

وہ یشا کو مکمل طور پر نظرانداز کرتا اس کے پاس سے گزر گیا۔ زینی نے بے کار کی سعادت مندی دکھائی۔

"نہیں مائر! میں کارا آنٹی کے ساتھ بزی ہوں ان کو میری ضرورت زیادہ ہے۔"

"نہیں زینی! مجھے نہیں لگتا کہ تمہارے نہ ہونے سے یہاں میرا کوئی کام رکے گا۔" کارا نے صاف گوئی اور بے مروتی کی انتہا کردی۔ "تم چاہو تو جاسکتی ہو۔" وہ دل سے چاہتی تھی زینی چلی جائے۔ اسے برداشت کرنا اتنا ہی مشکل تھا جتنا مہر کو جھیلنا۔

یشا ابھی تک گم صم بت بنی کھڑی تھی اسے اپنے پیچھے سے آتے دونوں ملازموں کی آواز بھی نہ سنائی دی جو کوئی صوفہ اٹھائے اس کے پیچھے کھڑے منتظر تھے کہ وہ کب راستہ دے۔

"پلیز۔ سائیڈ پر ہوجائیں۔"

کارا متوجہ ہوئی تو اس نے بھی پکارا۔

"یشا۔" مگر یشا مائر کو زینی کے اتنے نزدیک دیکھ کے اور اس کی پیار بھری نظریں زینی پر مرکوز دیکھ کے گنگ ہوگئی تھی۔

"اسے صرف دکھائی ہی کم نہیں دیتا۔ سنائی بھی کم دیتا ہے۔" زینی کے طنز پہ سب ہنس پڑے۔

کارا بھی۔ مائر بھی اور چھ سات ملازم بھی۔ ان کی کھلکھلاہٹ نے یشا کو ہوش دلایا مگر ہوش آکے پھر سے اڑ گیا جب احساس ہوا' وہ اس وقت کتنے لوگوں کی تمسخر بھری نظروں کا نشانہ بنی ہوئی ہے۔

"تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا یشا! کہ تم راستہ روکے ہوئے ہو۔"

کارا نے ناگواری سے ٹوکا۔

"اسے کم سننے، کم دیکھنے کے ساتھ ساتھ کم سمجھنے کی بھی عادت ہے آنٹی!" زینی نے مائر کے ساتھ باہر نکلتے نکلتے ایک اور چٹکی بھری۔

یشا کی آنکھوں کے کٹورے آنسوؤں سے بھر گئے۔

☼ ☼ ☼

"اب کیا ہوا؟ کیوں رو رہی ہو؟"

روحان کوئی سوئچ بورڈ کھولے اسے ٹھیک کرتے ہوئے فون پہ یشا سے بات کررہا تھا' جو کارا کے گھر میں ہی کسی کونے میں دبکی پڑی رو رہی تھی۔

"وہ مجھے نظر اٹھا کے بھی نہیں دیکھتا۔"

"کیونکہ تم جان بوجھ کے اس کی نظروں میں آنے کی کوشش کررہی ہو۔ ایسے وہ تم پہ توجہ نہیں دے گا۔ تم سے چڑے گا۔"

"اور اگر میں اسے نظر ہی نہ آؤں گی تو کیا وہ میرے پیچھے آئے گا بے وقوف! ان دیکھی چیز کے پیچھے کوئی کیسے جاسکتا ہے۔ دل تو اسی کی طرف جاتا ہے جو نظر کو اچھا لگے۔"

"چھپی ہوئی چیز کو ہی تو ڈھونڈنے میں مزا آتا ہے۔ سمجھیں۔"

"کارا میم کہہ رہی ہیں' باہر پھولوں کی ڈلیوری آئی ہے چیک کرلیں۔ کم تو نہیں۔" کسی ملازمہ کے آکے کہنے پہ یشا نے فون رکھا۔

"اچھا۔ میں رات کو آکے ملتی ہوں۔ ابھی کام ہے۔"

روحان نے ابھی ریسیور رکھا نہیں تھا کہ پر شکوہ خانم آگئیں۔

"کس کی اجازت سے تم نے فون استعمال کیا؟"

"میں فون کا تار ٹھیک کررہا تھا۔"

"میں نے خود تمہیں کسی سے بات کرتے سنا ہے۔"

"وہ تو اس لیے کہ مجھے پتا چل سکے فون ٹھیک ہوا یا نہیں۔"

"باتیں بہت بناتے ہو تم۔"

"چائے بھی بہت اچھی بناتا ہوں۔ بناؤں آپ کے لیے؟" اس نے اتنی اپنائیت کے ساتھ کہا کہ وہ فوری طور پر انکار بھی نہ کرسکیں اور وہ مزید رعایت لے گیا۔

"دل کررہا ہے نا آپ کا؟ میں جانتا ہوں اس موسم میں زبردست سی چائے کا ایک کپ ہی آپ کا موڈ ٹھیک کرسکتا ہے۔ اور وہ بھی الائچی والی۔"

"تمہیں کس نے بتایا کہ مجھے الائچی والی چائے پسند ہے۔ یہ بات تو صرف یشا۔"

وہ چونکیں۔ مگر وہ ان کے اگلے سوالات سے بچنے کے لیے فوراً" ہی منظر سے غائب ہوگیا۔

"میں ابھی چائے لے کر آتا ہوں۔"

☼ ☼ ☼

یشا کارا کے گھر کے وسیع و عریض ڈرائیو وے میں کھڑے ایک لوڈر سے پھولوں کے ٹوکرے اتروا رہی تھی۔

"یہ والا اوپر' بلکہ یہ دونوں اوپر لے جاؤ۔" ملازموں پہ حکم چلانے کا اپنا ہی سرور تھا۔

مائر فون پہ کسی سے بات کرتے ہوئے اندر سے نکلا۔ یشا کی دھڑکن خود بخود تیز ہوگئی۔ مگر ساتھ ہی ساتھ روحان کی ساری نصیحتیں بھی گونجنے لگیں۔ اس نے اپنی بے قراری پہ خود کو گھر کا۔ دھیان بٹانے کے لیے وہ رخ موڑ کے کسی ملازم کو ڈانٹنے لگی۔

"کتنے سست ہو تم۔ ذرا سا کام ہے اور گھنٹہ لگادیا۔ جلدی کرو۔"

اور جس وقت مائر فون کان سے لگائے اس کے پاس سے گزر رہا تھا۔ وہ اچانک ہی مڑی اور سختی سے اس سے مخاطب ہوئی۔

"اور تم کیا فون پہ گپیں لگا رہے ہو۔ کام کرو کام۔"

مائر چونکا۔ رکا۔ "جی؟"

یشا نے فوراً" ہی ایک پھولوں کا ٹوکرا اسے تھمادیا اور رعب سے کہا۔

"یہ لو پکڑو۔ اندر رکھ کے آؤ اور آکے دوسرا بھی لے جاؤ۔"

"آپ نے مجھ سے کہا؟" وہ حیرت کے مارے بے ہوش ہونے کو تھا۔

"تمہارے علاوہ دوسرا کوئی ملازم مجھے یہاں نظر نہیں آرہا۔"

"ایکسکیوزمی۔ میں ملازم نہیں ہوں۔ میں۔"

"تم جو بھی ہو۔ مجھے یہ جاننے میں کوئی دلچسپی نہیں۔"

وہ سرسری سا کہہ کر اندر جانے کے لیے پلٹی۔ بڑی مشکل سے چہرے پہ جو بے نیازی سجائی ہوئی تھی۔ دھواں ہوگئی۔ اب وہاں بے تحاشا گھبراہٹ اور خوف نظر آرہا تھا۔ آنکھیں زور سے میچے وہ آہستہ آہستہ ہونٹ بدبداتی جارہی تھی کہ کہنے کو تو کہہ دیا' اب نجانے کیا نتیجہ نکلے اس بکواس کا۔

"سنو۔"

بالآخر مائر نے اپنی حیرت پر قابو پاکے اسے پکارا۔ وہ رکی ضرور مگر مڑنے سے احتراز کیا کہ وہ اس کے چہرے سے اس کے دل کی کیفیت نہ بھانپ لے۔

"مگر مجھے تمہارے بارے میں جاننے میں دلچسپی ضرور ہے۔" "میں مائر ہوں۔ اور تم؟"

جیسے ہی اس نے سامنے آکے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ یشا نے بڑے جتنوں کے ساتھ اپنے چہرے کی خوشی چھپائی اور بے نیاز سی نظر آتے ہوئے سرسری سا ہاتھ ملایا۔

"یشا۔ یشا سیف اللہ۔" اور آگے بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

"وہ خود میرے پیچھے آیا اور اس نے میرا نام پوچھا۔"

یشا اپنی کامیابی کا سارا حال روحان کو بتاتے ہوئے حال سے بے حال ہورہی تھی۔

"میں مائر ہوں۔ اور تم؟"

اس نے مائر کے انداز میں ہاتھ آگے کرکے اپنی آواز بھاری کرتے ہوئے کہا کہ اور کھلکھلا کے ہنس دی۔

"اور یہ سب اس لیے ہوا کہ تم نے اسے اگنور کیا۔ اسے اہمیت نہیں دی۔ میں نے کہا تھا نا۔"

"ہاں۔ تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

"تو یعنی اب تم میری باقی سب باتیں بھی مانو گی؟"

"ہاں۔ بولو۔ بولو۔" ییشا نے فی الحال تو فیاضی دکھائی۔

"اسے مزید اگنور کرو۔ بار بار کرو۔"

"کوئی نہیں جی۔" ییشا نے صاف انکار کردیا۔ "بس اتنا کافی ہے۔ ویسے بھی مائز کوئی اگنور کرنے والی چیز ہے بھی نہیں۔"

"تو ٹھیک ہے۔ تم اسے جی بھر کے اہمیت دو تاکہ وہ تمہیں اگنور کرسکے۔ اس نے صرف تمہارا نام پوچھا ہے۔ شادی کی ڈیٹ فکس کرنے کا نہیں پوچھا جو تم اتنی خوش ہورہی ہو۔"

"اگر میں بار بار اس کے ساتھ ایسے پیش آؤں گی تو وہ برا مان جائے گا۔" وہ بے چارگی سے بولی۔

"نہیں۔ وہ چونکے گا۔ اور جب کوئی کسی کو چونکانے میں کامیاب ہوجاتا ہے تو وہ اسے اپنے بارے میں سوچنے پہ بھی مجبور کردیتا ہے۔ وہ تمہارے بارے میں سوچے گا ییشا!"

"پکا؟" اس نے تصدیق چاہی۔

"ہوں۔ پکا۔"

"اچھا۔ یعنی اب میں اسے پہچاننے سے دوبارہ انکار کردوں؟"

"ارے نہیں بھئی۔ ورنہ وہ تمہاری دماغی حالت پہ شک کرے گا کہ شاید تمہیں بھولنے کی بیماری ہے اس سے جب بھی ملو' نارمل انداز میں ملو۔ اس پہ یہ ظاہر مت کرو کہ تم اس کی خاطر وہاں جاتی ہو۔ اس کے آس پاس مت منڈلاؤ۔ وہ بات بھی کرے تو ایسے جواب دو جیسے اس پہ احسان کررہی ہو۔ اس کے پیچھے مت بھاگو۔ دیکھنا! وہ خود ایک دن تمہارے پیچھے آئے گا۔"

"سوچ لو۔ تمہارے کہنے پہ ہامی بھر رہی ہوں۔ ایسا نہ ہو' میرا کباڑا ہوجائے۔"

"نہیں ہونے دوں گی۔ وعدہ کیا ہے تمہارے خواب پورے کرنے کا۔ کرکے رہوں گی۔"

رومان کو یکایک اس پہ ڈھیر سارا پیار آیا۔ وہ ہولے سے اس کا سر تھپتھپا کے بولا۔

"اب گھر بھاگو شاباش۔ دیر ہورہی ہے۔ صبح تمہیں جانا بھی ہوگا مائز کے ہاں۔"

ییشا اچھے بچوں کی طرح فوراً" ہی گھر کی طرف جانے والے راستے کی جانب مڑ گئی اور رومان سمارا کے گھر کی طرف۔ مگر وہاں ایک نئی مصیبت سامنے تھی۔ سمارا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوچکا تھا۔

وہ دونوں ہاتھ کمر پہ رکھے خونخوار نظروں سے گھورتی اس کا راستہ روکے کھڑی تھی۔

"یہ کیا تماشا بنا رکھا ہے تم نے؟ میرے لیے ایک آدھ گھنٹہ جانے کی اجازت کیا دی تم نے سارا دن گھر سے باہر گزارنا شروع کردیا۔ اور روز آدھی آدھی رات تک میں جاگ رہی ہوتی ہوں کہ کب تمہاری شاہی سواری اترے اور میں گھر لاک کروں۔"

"وہ۔ دراصل مہرمیم نے اتنے کام بتادیے کہ۔"

"تو ٹھیک ہے۔ جاؤ اپنی مہرمیم کے پاس۔ جو تمہیں اتنے کام دے سکتی ہے رات رکنے کی جگہ بھی وہی دے۔"

سمارا نے دروازہ دھڑ سے بند کردیا۔

☼ ☼ ☼

"مائز پوری طرح میری محبت میں گرفتار ہے۔ میرے علاوہ اسے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ یہ آنچل کی رسم والا فنکشن تو ایک فارمیلٹی ہے۔ مجھے تو بڑا مزا آئے گا ان سب لڑکیوں کے اترے ہوئے چہرے دیکھ کے' جو وہاں مائز کے خواب سجا کے آئیں گی۔"

زینی امی کے سامنے اترا رہی تھی مگر امی بھی اپنی ناقص عقل کے مطابق اس کی ساری اتراہٹ مٹی میں ملانے کو تیار بیٹھی تھی۔

"میری مانو تو مائز سے کہہ کر یہ فنکشن کینسل کرا دو۔ کیا فائدہ بے چاریوں کی آہ لینے کا۔"

"ہونے دو نا یار۔ مزا آئے گا۔"

"ایسا نہ ہو لوگ تمہاری حالت سے مزے لینے لگیں۔ تمہارا مذاق بن جائے۔"

"کیا مطلب؟"

"مائز تمہاری محبت میں گرفتار ہے' کارا آنٹی نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ فنکشن پہ کوئی اور انہیں تم سے زیادہ پسند آجائے اور وہ مائز کے نام کا آنچل اس کے سر پہ ڈال دیں۔ مت بھولو اس رسم میں یہ اختیار صرف ماں کے پاس ہوتا ہے اور کارا آنٹی کی ماما سے ذرا نہیں بنتی۔ وہ اس بات کا بدلہ تم سے لے سکتی ہیں۔"

امی کی باتوں نے اسے وسوسوں میں ڈال دیا۔

☼ ☼ ☼

رومان کو رات گزارنے کے لیے اس سے قریبی اور اس سے محفوظ جگہ کوئی اور نظر نہیں آئی۔

ییشا کے گھر کا سال خوردہ گیٹ پھلانگنا اس کے لیے کون سی نئی بات تھی۔ کچھ دن پہلے اس رات اسی گیٹ سے کود کے تو وہ آیا تھا اس سے پہلی بار ملنے۔

بادام کے درخت کے نیچے وہ لیٹ گیا۔ ٹھنڈی ہوائیں جسم کے آرپار ہوکر کپکپی طاری کررہی تھیں۔ مگر سارے دن کی تکان بار بار آنکھیں موندنے پر مجبور کررہی تھی۔

ییشا نے کھڑکی سے دیکھا اگرچہ لان میں نیم تاریکی کا عالم تھا مگر چاند کی ٹھنڈی روشنی سیدھی رومان کے چہرے پر پڑ رہی تھی۔

"بے چارہ پرا۔ پرستان کی گاڑی چھوٹ گئی ہوگی۔"

اس نے تاسف سے سوچا۔ رومان نے کچھ ایسی ہی کہانی سنائی تھی اسے۔

اس نے شال اٹھائی اور کمرے سے نکلی۔ سوئے ہوئے رومان پہ شال ڈالتے ہوئے وہ پل بھر کے لیے ٹھٹکی۔

"سوتا ہوا کچھ معصوم لگتا ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی اور شال اوڑھانے کے بعد پلٹی تو جھٹکا کھا کے رک گئی۔ اس کا ہاتھ سوئے ہوئے رومان نے مضبوطی سے تھام رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں اب بھی بند تھیں مگر ہونٹوں کی شرارتی مسکراہٹ بتا رہی تھی کہ وہ جاگ رہا ہے۔

"جھوٹے ڈرامے باز!" میشا مسکرا کے بولی۔
رومان نے دھیرے سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور بند آنکھوں کے ساتھ نیم خوابیدہ آواز میں بولا۔
"شکریہ۔ اے مہربان۔ نرم دل ملکہ.........."

☼ ☼ ☼

زینی مکمل طور پر امی کی رات والی باتوں کے زیر اثر تھی۔ اسے کارا کا روکھا پھیکا اور لیا دیا انداز بھی یاد آرہا تھا۔
"امی صحیح کہتی ہے۔ ان کا کوئی اعتبار نہیں۔ یہ عین موقع پر دغا دے گئیں تو کوئی کچھ نہیں کر سکے گا۔ مائر تو اتنا زیادہ ماما ز بوائے ہے کہ...... نہیں، مجھے خود کچھ کرنا ہو گا۔"
اس نے تہیہ کر لیا تھا' اس لیے چھوٹتے ہی مائر سے فرمائش کر دی۔
"کیا تم واقعی مجھ سے محبت کرتے ہو؟"
"تمہیں کوئی شک ہے؟"
"یقین دلانے میں کوئی حرج ہے؟"
"بالکل نہیں۔ بولو۔ کیسے یقین دلاؤں؟"
"میں چاہتی ہوں۔ تم پرسوں جو آنچل کی رسم والا فنکشن ہو رہا ہے۔ اسے کینسل کرا دو۔"
"کیا؟" مائر اس انوکھی فرمائش پر بھونچکا رہ گیا۔
"ہاں۔ اپنی ماما سے کہو کہ تم اس رسم کے خلاف ہو اور اسے بالکل بھی پسند نہیں کرتے۔"
"میں واقعی پسند نہیں کرتا اور شروع میں ہی مام سے کہہ بھی چکا ہوں مگر وہ نہیں مانی تھیں نہ اب مانیں گی۔"
"تم منواؤ۔ کسی بھی طرح۔" وہ زور دے کے بولی۔
"مگر کیوں زینی؟"
"کیونکہ اس سے سوائے وقت ضائع ہونے کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ جب تم یہ طے کر چکے ہو کہ تمہیں مجھ سے شادی کرنا ہے اور یہ بات تم اپنی مام کو بھی بتا چکے ہو تو ان سب کا مقصد کیا ہے۔"
"مام کا کہنا ہے' ہمارے ہاں بہو اسی طرح پسند کی جاتی ہے۔ میں ایک ہی بیٹا ہوں ان کا۔ وہ میرے حوالے سے سب رسمیں پوری کرنا چاہتی ہیں۔ میں تم سے شادی کروں گا۔ مگر یہ بات ساری فیملی کے سامنے اسی انداز میں ظاہر کی جائے گی۔ یہ مام کا کہنا ہے۔"
"مام یہ چاہتی ہیں۔ مام وہ چاہتی ہیں۔ مام کا یہ کہنا ہے۔ مام کا وہ کہنا ہے۔ تم خود بھی کچھ کر سکتے ہو یا نہیں؟ ہر بات اپنی مام سے پوچھ کے کرنی ہے تو مجھ سے محبت بھی اپنی مام سے پوچھ کے کرتے۔"
وہ حسب مزاج تلخ ہو گئی۔ مگر مائر کی نفیس طبیعت کو اس کا چلانا برا لگا۔ وہ ناگواری جتا گیا۔
"زینی! مجھے بالکل پسند نہیں کہ کوئی مجھ سے اس طریقے سے بات کرے۔"
"اوہ رئیلی۔ تمہیں خود بھی کچھ پسند یا ناپسند ہے؟ مجھے تو لگا ہر معاملے میں مام کی ہی پسند ناپسند چلتی ہو گی۔"
کارا نے مائر کو بالکل ایک مختلف ماحول میں پالا تھا۔ ایسی بچکانہ بحث۔ طنز۔ طعنے۔ یہ سب اس کے مزاج اور فطرت سے میل نہیں کھاتا تھا۔
"جب تم ڈھنگ سے بات کرنے کے موڈ میں ہو گی تب ملتے ہیں۔"
زینی کو کچھ بھی کہنے کا موقع دیے بغیر وہ چلا گیا اور وہ تلملاتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

رومان نے پر شکوہ خانم کو الائچی والی چائے پلا پلا کے اور اپنی لچھے دار باتیں سنا سنا کے شیشے میں اتار لیا تھا۔
"چائے اچھی بناتے ہو تم۔ بالکل میشا کی طرح۔ وہی ذائقہ' وہی خوشبو۔"
"اور وہی ریسیپی" وہ بے ساختہ بولا مگر اس کی روانی میں کہی بات انہیں چونکا گئی۔
"تمہیں کیسے پتا اس کی ریسیپی کا؟"
"ظاہر ہے۔ ذائقہ اور خوشبو ایک جیسی ہے تو طریقہ بھی وہی ہو گا۔ چلیں میں آپ کو آپ کے کمرے میں لے جاتا ہوں۔ آپ کے آرام کا وقت

ہو گیا ہے۔" اس نے وہیل چیئر آگے دھکیلی۔
"تمہیں تو دو دن میں ہی میری ساری روٹین یاد ہو گئی۔"
وہ شفقت سے مسکرا دیں۔

☼ ☼ ☼

مائر کی عادت تھی' جب اپ سیٹ ہوتا' خود کو کمرے میں بند کر لیتا۔ زینی نے اس بدمزگی کے بعد دو تین بار اس سے فون پر رابطہ کرنے کی کوشش کی مگر وہ فون بھی بند کر کے بیٹھا تھا۔ وہ غصے میں بھری اس کے گھر پہنچ گئی۔ غصہ تو آنا ہی تھا۔ سب کچھ اس کی توقعات کے خلاف جو ہو رہا تھا۔ اس نے تو سوچا تھا اس کی ناراضی دیکھ کے مائر کے ہاتھ پیر پھول جائیں گے اور اسے ماننے ہی بنے گی۔
"کارا آنٹی! مائر کہاں ہے؟"
وہ چھوٹتے ہی بولی اور کارا کو اس کا مالکانہ طرز تخاطب ذرا نہ بھایا۔ ماں بیٹا ایک جیسے مزاج کے مالک تھے۔
"تمہیں اس سے کیا کام ہے؟ تمہیں مجھ سے یہ پوچھنا چاہیے کہ مجھے تمہاری کسی قسم کی مدد کی ضرورت تو نہیں۔ تم غالباً" روز اسی لیے یہاں آرہی ہو۔"
کارا کے تنبیہی لہجے نے زینی کو سنبھلنے پہ مجبور کیا۔
"میں آپ کے پاس ہی کہنے آنے والی تھی آنٹی! مگر دراصل مائر مجھے بتائے بغیر کہیں چلا گیا۔"
"اسے بتا کے جانے کی عادت نہیں ہے اور میں نے بھی کبھی اس سے زیادہ سوال نہیں کیے۔ اسے پسند نہیں ہے۔ ویسے بھی وہ کہاں جاتا ہے کہاں نہیں۔ یہ جاننا تمہارا مسئلہ نہیں ہے' تمہیں اپنے کام سے کام رکھنا چاہیے۔"
کارا نے درشت لہجے میں کہا اور وہاں سے چلی گئی۔
زینی کا تو وہ حال کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ میشا کراکری سیٹ کرواتے ہوئے بار بار کن اکھیوں سے یہاں دیکھتے ہوئے زینی کی سبکی کے مزے لے رہی تھی۔ کارا کے منظر سے غائب ہوتے ہی زینی کے پاس آئی۔
"کچھ زیادہ ہی ہو گئی تمہارے ساتھ۔ چہ۔ چہ کارا آنٹی کا غصہ بھی نا بس۔ شربت پیو گی؟ شاید اندر لگی آگ کچھ ٹھنڈی ہو جائے۔"
"تم میرے زخموں پہ نمک چھڑکنا بند کرو۔" وہ دھاڑی۔
"نہیں چاہیے مجھے تمہارا شربت۔"
"جو میں بتانے والی تھی۔ اس کے بعد تو ضرور چاہیے ہو گا۔ شربت۔ مگر خیر۔ اب میں نہ بتانے والی ہوں نہ تم سننے والی!" اس نے شوشا چھوڑا اور پلٹی۔
"رکو میشا! بتاؤ' کیا کہنا تھا تم نے۔" زینی نے بے تابی سے اسے پکارا۔
"نہ بابا! میں نہیں بتاتی پھر تم کہو گی میں تمہارے زخموں پہ نمک چھڑکتی ہوں۔"
"نہیں کہتی۔ اب نخرے مت دکھاؤ۔ بتاؤ بھی۔"
"کارا آنٹی کی رائے تمہارے بارے میں بہت بری ہے۔"
"کتنی بری؟"

"اتنی ہی بری جتنی میری ہے۔" یشا نے صاف گوئی سے بتایا۔

"تمہارا تو مجھے پتا ہے اور جتنی بری میں تمہیں لگتی ہوں گی ہم مجھے اس سے دس گنا زیادہ بری لگتی ہو۔" زینی نے دانت کچکچا کے کہا۔

"چلو ہماری ایک دوسرے سے نفرت تو بنتی ہے مگر کارا آنٹی کو تم اتنی زہر کیوں لگتی ہو کہ وہ ہر وقت مائز کو تمہارے خلاف بھڑکاتی رہتی ہیں۔"

"واقعی؟"

"ہاں۔ میں نے خود سنا تھا انہیں تمہاری برائیاں کرتے ہوئے اور وہ یہ بھی کہہ رہی تھیں کہ زینی میں عزت نفس نام کی کوئی چیز نہیں ہے اسے خود کو پلیٹ میں رکھ کے تمہارے سامنے پیش کرنے کا اتنا شوق ہے کہ اس کے لیے وہ کچھ بھی برداشت کر سکتی ہے۔ چاہے میں اس کی کتنی بھی انسلٹ کروں یا چاہے تم اسے کتنا بھی نظر انداز کرو' وہ چپ چاپ سب کچھ برداشت کرے گی۔"

"اوہ۔۔۔ تو اسی لیے مائز مجھے نخرے دکھا رہا تھا اور کارا آنٹی میرے ساتھ ایسے۔۔۔ ہوں۔۔۔ مگر یہ ان کی بھول ہے کہ میں چپ چاپ سب برداشت کر لوں گی۔۔۔ یا میرے اندر عزت نفس نہیں ہے۔ اب ان کو پتا چلے گا' زینی ہے کیا؟"

یشا کھل کے مسکرائی۔

زینی کو جوش میں لانے کا اس کا منصوبہ کامیاب رہا تھا۔

✡ ✡ ✡

"ہاں۔۔۔ میں نے نکالا تھا اسے گھر سے۔"

سمارا نے مہر کے استفسار پہ بتایا۔

"بہت سر چڑھتا جا رہا تھا۔ تمہیں اسے اپنے گھر پہ رکنے کی اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔ سردی میں باہر پڑا رہتا تو دماغ ٹھکانے آ جاتا۔ تمہارے دل میں اس کے لیے ہمدردی کے جذبات کچھ زیادہ ہی پیدا ہو رہے ہیں۔"

"تم تو بے وقوف ہو سمارا! تمہیں رومان کی وہ خوبیاں نظر ہی نہیں آ رہیں جو میں نے دیکھی ہیں۔"

مہر کی بات پہ سمارا نے تمسخرانہ ہنکارا بھرا۔

"ہونہہ۔۔۔ کون سی خوبیاں؟ ایک نمبر کا بہانے باز اور جھوٹا۔۔۔ گئی کام چور لڑکا ہے۔"

"مگر پوری دنیا میں بالکل اکیلا ہے۔۔۔ نہ کوئی آگے' نہ کوئی پیچھے' دل کا سادہ ہے اور بہت ہی خیال رکھنے والا۔ یعنی پورا پورا ایک ہزبینڈ میٹریل۔"

"ہزبینڈ میٹریل؟" سمارا چونکی۔

"ہاں' مجھے دیکھو' میری شادی سیف اللہ سے اس لیے زیادہ کامیاب نہ ہو سکی کہ اس پہ اس کی ماں کا کنٹرول تھا اور اوپر سے سیف اللہ کو اپنے خاندان اور حیثیت کا گھمنڈ بھی بڑا تھا۔ جبکہ رومان جیسے شوہر ہمیشہ مٹھی میں رہتے ہیں۔ خاص طور پہ اگر ان کو گھر داماد بنا کے رکھا جائے۔ خود سوچو' وہ اکڑ اکڑ دکھائے بھی تو کس اوقات پہ۔۔۔ اسے تو ساری عمر دب کے رہنا ہے۔"

"ہوں۔۔۔ کہتی تو تم ٹھیک ہو۔"

مہر کی باتیں سمارا کو سوچنے پہ مجبور کر گئیں۔

"بس یہی وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے میں رومان کو توجہ دے رہی ہیں۔ تم تو جانتی ہو۔ زینی خوب صورت ہے۔ ذہین ہے' اس کا کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ وہ سیف اللہ سے زیادہ تیز شوہر کو بھی ہینڈل کر سکتی ہے۔ مگر امی کے لیے مجھے ایسا لڑکا چاہیے جو ساری عمر بے دام کا غلام بن کے اس گھر میں رہے۔"

مہر اپنی پلاننگ بتا کے داد طلب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی' جبکہ سمارا اپنی ادھیڑ بن میں گم تھی۔

"بے دام کا غلام۔۔۔ اس نظرے سے تو میں نے کبھی اسے سوچا ہی نہیں۔"

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

ناولٹ

فائزہ افتخار

ایک نئی سنڈریلا

سیف اللہ کاروبار کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔ وہ نیپال کے دورے پر گئے تو واپسی پر میشا ان کے ساتھ تھی۔ وہ ان کے دوست کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تو سیف اللہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ سیف اللہ کی والدہ پرشکوہ خانم نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا مگر ان کی بیوی مہر نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ ناراض ہو گئی اور دونوں بیٹیوں "زینی اور رائی کو ساتھ لے کر میکے چلی گئی۔ سیف اللہ نے اپنی ''میگزین'' کار اکو چھوڑ کر مہر سے پسند کی شادی کی تھی۔ وہ مہر کی جدائی میں راتوں کو جاگنے لگا۔ دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر مہر واپس آ گئی مگر وہ میشا کو اس گھر سے نکال نہیں سکی کیونکہ وہ مکان پرشکوہ خانم کے نام تھا۔ اور وہ میشا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ مہر نے میشا کی تعلیم چھڑا دی۔ کیونکہ کاروبار مہر کے نام تھا۔ وہ میشا پر پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پرشکوہ خانم میشا کو گھر ہی میں پڑھانے لگیں۔ انہیں میشا کے خوابوں سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اس کے خواب پراسرار ہوتے تھے اور اکثر سچے بھی ہوتے تھے۔

علاقے میں میلہ لگا تو مہر، رائی اور زینی جوش و خروش کے ساتھ وہاں جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ میشا بھی جانا چاہتی تھی۔ مگر مہر اور زینی نے اسے روک دیا۔

میشا نے تہیہ کر لیا کہ خواہ سب سے چھپ کر سہی، میلے میں ضرور جائے گی۔ میشا نے پرشکوہ خانم کی پرانی ساڑھی اور مہر کے کمرے کے پردے کاٹ کر ایک خوب صورت لباس تیار کیا اور چہرے پر بھونڈے انداز میں میک اپ تھوپ لیا تاکہ

کوئی اسے دیکھے بھی تو پہچان نہ سکے۔ کانوں میں اس نے زینی کے بُندے پہن لیے۔

یشا میلے میں گئی تو اسے وہاں دیر ہوگئی۔ اسے مائر نامی ایک نوجوان ملا۔ یشا نے اسے گھر تک ساتھ چلنے کا کہا مگر اسے اپنا نام پتا نہیں بتایا۔ وہ مائر کو اپنے ساتھ کشتی میں لے گئی۔ یشا کشتی سے اتری تو اس کا ایک بندا کشتی میں گر گیا۔ اس کے جانے کے بعد مائر نے وہ بُندا اسنبھال کر رکھ لیا۔ یشا نے اپنی بے ساختہ باتوں سے اسے متاثر کیا تھا۔

مہرنے کارا کو دعوت پر بلایا کیونکہ وہ اس کے بیٹے مائر سے اپنی کسی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ مائر دعوت پر آیا تو یشا بیماری کے باعث اس سے مل نہیں سکی۔

زینی نے وہ بُندا جو اس رات یشا نے پہنا ہوا تھا' اپنے دوپٹے میں بروچ کے طور پر لگایا تو مائر اسے وہی لڑکی سمجھا' جو اسے فیسٹول میں ملی تھی۔

کارا نے خاندان اور قرب و جوار کی تمام لڑکیوں کو اپنے گھر مدعو کیا تاکہ مائر شادی کے لیے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلے۔ پر شکوہ خانم کا گھرانہ بھی مدعو تھا۔ مگر وہ لوگ یشا کو ساتھ نہیں لے گئیں۔

یشا گھر میں تنہا بیٹھی رو رہی تھی کہ اچانک وہاں رومان آگیا۔ اس نے اپنا تعارف پری زاد کی حیثیت سے کرایا۔ رومان نے پارٹی میں جانے کے لیے یشا کے لباس کا انتظام بھی کردیا۔ زینی نے وہ بُندا لان میں پھینک دیا تھا۔ رومان نے وہ اٹھا کر یشا کے دوپٹے میں لگادیا اور اسے دعوت میں لے گیا۔ یشا دعوت میں پہنچی تو مائر اسے دیکھ کر چونک گیا۔

قسط 5

"اب دیکھنا۔ کل کیا کرتی ہے زینی۔۔۔ میں نے اسے خوب چابی بھری ہے۔"

یشا مزے لے لے کر رومان کو اپنا تازہ ترین کارنامہ بتا رہی تھی۔ اور ساتھ ساتھ داد طلب نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"تم نے جھوٹ بولا۔"

"ہاں بولا۔" ڈھٹائی تو ویسے بھی ختم تھی اس پہ۔۔۔

"تمہیں پتا ہے یہ کتنی بری بات ہے۔" رومان نے اسے شرم دلانا چاہی۔ جو ظاہر ہے کہ ایک ناکام کوشش ٹھہری۔

"اوہو۔ اوووو۔۔۔ تم نے تو جیسے کبھی جھوٹ بولا ہی نہیں۔"

"ہاں۔ بولا ہے۔ بہت بار۔ مگر جھوٹ جھوٹ میں بھی فرق ہوتا ہے یشا۔ بے ضرر جھوٹ سے کسی کو نقصان نہیں ہوتا ہے۔ مگر دوسروں کو نقصان پہنچانے والا جھوٹ ہر حال میں غلط ہوتا ہے۔ سمجھیں۔"

"اچھا اب تمہاری نصیحتیں شروع۔ آئے بڑے کہیں کے۔" یشا نے منہ بنایا اور فلسفہ جھاڑنے کی سعی کی۔ "تم نے سنا نہیں۔ محبت اور جنگ میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔"

"اور اب لگے ہاتھوں یہ بھی بتا دو کہ یہ تمہارے لیے محبت ہے یا جنگ۔"

رومان کے سوال نے لمحے بھر کے لیے اسے گنگ کردیا۔ الفاظ کھو گئے تھے یا شاید خیال۔۔۔ پھر اپنی خفت چھپانے کے لیے سر جھٹک کر کہتی جانے کے لیے مڑی۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا۔ تم خود سب سے بڑے جھوٹے ہو۔ آئے مجھے سمجھانے والے۔ ہونہہ۔۔۔ اور زینی۔۔۔ وہ اتنی بری ہے۔ اتنا کچھ کیا ہے میں نے اس کے ساتھ کہ بدلے میں میں اس کے ساتھ کتنا بھی برا کروں' وہ کم ہے۔"

"یشا۔۔۔ سنو۔" رومان نے پکارا۔۔۔ وہ ان سنی کرگئی۔ مگر اس نے پھر بھی بات مکمل کرنا اپنا فرض جانا۔

"یشا۔۔۔ پلیز۔۔۔ محبت اور جنگ کو ایک دوسرے کے ساتھ ملانے کی غلطی مت کرو۔"

☼ ☼ ☼

یشا پہ اس کی نصیحت اور دوستانہ سرزنش کا خاک اثر نہ ہوا۔ وہ اپنی بات پہ زینی کا ردعمل جاننے اس کے کمرے میں چلی آئی۔

"لاؤ۔۔۔ تمہارے کپڑے پریس کردوں۔ تمہیں جانا ہوگا۔ مائر آتا ہی ہوگا۔"

"مجھے نہیں جانا کہیں اور نہ وہ آنے والا ہے۔"

وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں کہہ کر بیڈ پہ لیٹی لیٹی ٹانگیں جھلانے لگی۔

"میرے لیے اسٹرابری شیک بنا کے لاؤ۔ ٹھنڈا ٹھنڈا۔ شاید میرا غصہ کم ہو۔"

"تمہارا غصہ کم ہی تو نہیں کرنا مجھے۔۔۔ ابھی تو اس آگ کو مزید بھڑکانا ہے۔ یہ گرمی تم مائر یا کارا آنٹی پہ نکالو گی تو میرا کام بنے گا۔"

یشا نے اپنی بے ساختہ مسکراہٹ کو چھپاتے ہوئے سوچا اور کہنے لگی۔

"ٹھیک ہے مت جاؤ۔۔۔ مگر سوچ لو۔۔۔ کل ہی ہے وہ فنکشن۔ اس لحاظ سے آج کا دن بہت اہم ہے۔"

"وہ کیسے" "یہ سمجھتے ہیں ناں کہ میں کل کے فنکشن میں اپنے سر پہ مائر کے نام کا آنچل اوڑھنے کی خاطر اپنی ہر طرح سے انسلٹ کروا سکتی ہوں تو مجھے یہ ہر حال میں غلط ثابت کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کردو یہ غلط ثابت۔ وہ کسی اور کو مائر کی پسند ثابت کردیں گی۔"

"تم اپنی بکواس بند رکھو۔ منحوس قسم کے اندازے مت لگاؤ۔ مائر مجھ سے محبت کرتا ہے' وہ کسی اور کو کیسے پسند کرسکتا ہے۔ ویسے بھی یہاں اور کوئی ہے بھی کون جو زینی کے مقابلے پہ آئے۔"

پھر سیل فون پہ اس کا نام جگمگاتے دیکھ کے نخوت سے ناک چڑھانے لگی۔

"اب فون پہ فون کررہا ہے۔ نہیں کروں گی بات تو خود ہی ہوش ٹھکانے آجائیں گے اس کے۔"

یشا یہ سنتے ہی فکر مند سی ہوگئی۔ رومان کی باتیں اس کے ذہن میں گونجنے لگیں۔

(ارے رومان کہتا ہے کسی لڑکے کو کوئی لڑکی جتنا بھی اگنور کرتی ہے وہ اتنا اس کی جانب اٹریکٹ ہوتا ہے۔ کوئی اس کو جتنا دور بھگاتی ہے وہ اتنا قریب آتا ہے تو زینی کے اس طرح اگنور کرنے سے کہیں مائر اس سے مزید۔۔۔ نہیں نہیں۔) وہ گھبرا اٹھی۔

"ٹھیک ہے۔ میں شیک لاتی ہوں۔ اور تمہیں نہیں جانا تو نہ سہی۔ مجھے تو وہاں بہت سے کام ہیں اور میں ذرا جا کے نظر بھی رکھتی ہوں کہ کون تمہاری خالی کی ہوئی جگہ کو بھرنے والا ہے۔"

"کیا مطلب۔" زینی لیٹے لیٹے ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی۔

"بھئی! ظاہر ہے۔ میدان خالی ہو تو کوئی بھی قبضہ جمالیتا ہے۔ اور کارا آنٹی تو موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً ہی مائر کا دھیان کسی اپنی پسند کی لڑکی کی جانب لگانا چاہیں گی۔"

وہ اس کو ہراساں کرنے کا سامان پیدا کرکے کمرے سے نکل گئی۔

اس بار فون کی گھنٹی بجی تو زینی نے نظر انداز کرنے کی غلطی نہیں کی۔ البتہ لہجہ ذرا لیے دیے ہی تھا۔

"ہاں مائر! بس آرہی ہوں میں۔ مجھے تم سے ایک فائنل بات بھی کرنی ہے۔"

☼ ☼ ☼

رومان اپنے گنتی کے چند پرانے سے کپڑے اور کچھ پسندیدہ کتابیں لینے سمارا کے گھر میں داخل ہوا تھا۔ سامنے سمارا کو خلاف معمول مسکراتے دیکھ کے گڑبڑا سا گیا۔

"وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ میں۔۔۔ میں دراصل۔۔۔"

"اتنے ناراض ہوگئے کہ ہمیشہ کے لیے مجھے چھوڑنے کا طے کرلیا۔"

وہ لگاوٹ سے بولی تو رومان مرتے مرتے بچا۔

"نہیں۔۔۔ میں نے تو نہیں۔۔۔ وہ آ۔ آپ نے خود

۔۔۔خود ہی تو کہا تھا۔“

”غصے میں منہ سے کچھ نکل گیا تو تم سچ سمجھ بیٹھے۔ غصہ بھی تو اپنوں پہ ہی نکلتا ہے۔“

اس نے رومان کے شانے پہ ہلکا سا دباؤ ڈالا۔

”دراصل وہ مہر میم نے کہا کہ میں وہاں ان کی انیکسی میں تو۔۔۔ میں۔“

”ہوں۔۔۔ مجھے پتا ہے۔ تمہاری غلطی نہیں ہوگی۔ تم بہت اچھے ہو۔ میری سب باتیں مانتے ہو۔ آؤ ہم مل کے کھانا کھاتے ہیں۔“

”آپ کیوں تکلیف کر رہی ہیں۔ میں خود لگاؤں گا بریڈ پہ جیم۔“

وہ اس کے پیچھے پیچھے گھر کے اندر داخل ہوا۔

”جیم بریڈ کیوں کھاؤ گے تم میں نے تمہارے لیے بڑے مزے کی چیز بنائی ہے۔“

”جی؟؟“

”اور ہاں۔۔۔ میں نے تمہارے لیے ایک بہت خوب صورت شرٹ بھی لی ہے۔ تم پہ بہت اچھی لگے گی۔“

”اس کی کیا ضرورت تھی؟“

”ضرورت کیوں نہیں تھی۔ مجھے تمہیں ایسے پرانے کپڑوں میں دیکھنا اچھا نہیں لگتا۔“

”کیا فائدہ سارا دن کبھی آپ کے۔ کبھی فیکٹری کے تو کبھی مہر میم کے کاموں میں الجھا رہوں گا۔ نئے کپڑوں کا تو حشر ہو کر رہ جائے گا۔“

”تم کل سے مہر کے ہاں نہیں جاؤ گے۔ نہ اس کا کوئی کام کرو گے۔“

”مگر اس سے تو میرا مقصد ادھورا۔ میرا مطلب ہے۔ میرا کام ادھورا رہ جائے گا اور جب تک کام پورا نہ ہوا وہ مجھے پیسے نہیں دیں گی۔“

”نہ دے۔ تجھے پیسے کی نہیں تمہاری فکر ہے۔“

”وہ کب سے؟“

بے ساختہ رومان کے لبوں سے پھسلا۔ اس نے سمارا کے متوقع رد عمل سے گھبرا کے آنکھیں بند کریں، جیسے بلی کو دیکھ کے کبوتر آنکھیں میچ لیتا ہے۔ مگر اگلے ہی لمحے اسے اپنے رخسار پہ سمارا کے ٹھنڈے لجلجے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا۔ اس نے گھبرا کے آنکھیں کھولیں۔

وہ اس کے بے حد نزدیک کھڑی محبت سے اس کے چہرے پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

”تب سے۔ جب سے تم نے میرے دل میں جگہ بنائی ہے۔“

”سمارا آنٹی؟“ وہ دہشت زدہ سا نظر آنے لگا۔

”اوں ہوں۔ کتنی بار کہا ہے ”آنٹی نہ کہا کرو۔“

”وہ۔۔۔ میم۔۔۔ میم۔۔۔ یہ آپ۔۔۔“

”نہیں! اب میں تمہاری میم نہیں ہوں۔ نہ تم میرے معمولی ملازم ہو۔ اب تم میری ہر چیز کے مالک ہو رومان۔“

”مالک۔۔۔ وہ بھی۔۔۔ ہر چیز کا؟؟“ اس کی آنکھیں اس سے زیادہ ابلنے سے انکار کر چکی تھیں۔

”ہاں ہر چیز۔۔۔ کیونکہ میں تم سے بہت جلدی شادی کرنے والی ہوں۔“

سمارا نے مسکرا کے انکشاف کیا۔ کچھ اس انداز میں جیسے وہ اسے کروڑوں کی لاٹری لگنے کی نوید سنا رہی ہو۔

”کیا شادی؟“ وہ کچھ ایسے ہراساں ہوا جیسے کسی نے اسے سزائے موت سنادی ہو۔

”نہیں۔۔۔“ وہ الٹے قدموں سرپٹ بھاگنے لگا۔

”رومان۔۔۔ رکو رومان۔“

☼ ☼ ☼

”تم نے مجھے بہت مایوس کیا ہے۔“ زینی نے مائر کے سامنے اپنی خفگی جتانی چاہی۔

”اور تم نے مجھے۔۔۔“ مائر نے بھی صاف گوئی سے کہہ دیا۔ وہ خود ناز و نعم میں پلا تھا۔ اسے کہاں عادت تھی دوسروں کے ناز اٹھانے کی۔

”میں نے کیا کیا ہے؟“ وہ چلائی۔ البتہ مائر نے یہی الفاظ اپنے مخصوص نرم لہجے میں دہرائے۔

”اور میں نے کیا کیا ہے؟“

”تم نے میری بات نہیں مانی ہی تو کہا تھا کہ یہ فنکشن کینسل کرا دو۔ تم اپنی ماما سے اتنی چھوٹی سی بات بھی نہیں منوا سکتے۔“

”کوئی وجہ بھی تو ہو۔ کیا میں ان سے جا کے یہ کہہ دوں کہ آپ یہ تقریب اس لیے ملتوی کر دیں کیونکہ زینی کو ڈر ہے ہم اس کے بجائے کسی اور کو لڑکی کو نہ پسند کر لیں۔“

”کیا؟ میں کسی اور لڑکی سے کیوں ڈروں گی۔ تم نے مجھے سمجھ کیا رکھا ہے۔ کل جتنی بھی لڑکیاں آ رہی ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بھی میرے برابر کی نہیں ہے۔ میرا ان سے کیا مقابلہ۔ تم نے یہ کہہ کر میری انسلٹ کی ہے۔“

اس کی مسلسل ناراضی اور چیخ و پکار سے اب مائر کو کوفت ہونے لگی تھی۔

”تم ہر بات کو ایشو کیوں بنا لیتی ہو؟“

”میں نہیں۔۔۔ تم بنا لیتے ہو۔“

وہ اسی وقت وہاں سے چل پڑی اور مائر نے بھی روکنے کی زحمت گوارا نہیں کی۔

☼ ☼ ☼

”سمارا کا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟“ مہر اندر ہی اندر بے حد مطمئن تھی کہ اب رومان مکمل طور پہ اس کی مٹھی میں آنے والا ہے۔

”جی۔۔۔ دماغ بھی۔۔۔ اور نیت بھی۔“

”تم فکر مت کرو۔ اور کوئی ضرورت نہیں ہے اس کے پاس دوبارہ جانے کی۔ اس گھر کو اپنا گھر سمجھ کے ہمارے ساتھ رہو۔“

”مگر میں کیسے۔۔۔ میرا مطلب ہے یہ مناسب نہیں۔“ وہ بھی اوپر اوپر سے تکلف جھاڑنے لگا ورنہ میشا کے کچھ اور قریب ہونے کا تصور اسے شاد کر رہا تھا۔

”تو کیا سمارا کی پیشکش قبول کرنا مناسب ہوگا؟“

”ہرگز نہیں۔“ وہ بدک اٹھا۔

”میں بھی نہیں چاہتی کہ تم اپنی زندگی برباد کرو۔ مجھے تم ہمیشہ سے اپنے لگے ہو اور اگر ساتھ رہنے میں جھجک رہے ہو تو انیکسی میں رہ لو۔“

"میرے خیال میں یہ بہتر رہے گا۔ شکریہ۔"

☼ ☼ ☼

مائر کے کمرے سے وہ اتنے خراب تیور لیے نکلی تھی کہ باہر ہال میں کارا سے اس کا سامنا نہ ہی ہوتا تو بہتر تھا۔ مگر قسمت کو بھی ایسے اتفاقات کرانے کا شوق ہوتا ہے جو بھس میں چنگاری ڈالنے کے مترادف ہوں۔

کارا نے اسے آتے دیکھ کے ایک ابرو بلند کیا۔ اس کے چہرے کے بنتے بگڑتے زاویوں کی پروا کیے۔

"زینی! ذرا بتانا تو۔۔۔ یہ کلر اسکیم۔"

"آپ مجھ سے پوچھنے کی فارمیلٹی میں کیوں پڑ رہی ہیں کارا آنٹی!" زینی نے بدتمیزی سے اس کی بات کاٹی۔ وہ ششدر رہ گئی۔

"یہ کیسے بات کر رہی ہو تم؟"

"ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔ ہر بات میں آپ ایسے ہی کرتی ہیں۔ چاہے بات میری ہو یا مائر کی۔ آپ پوچھتی ضرور ہیں مگر بعد میں فیصلہ آپ کا اپنا ہی ہوتا ہے تو جب ہونا وہی ہے جو آپ چاہتی ہیں تو پوچھنے کی زحمت بھی کیوں کرتی ہیں۔"

"تم میرے ساتھ بدتمیزی کر رہی ہو زینی۔"

"میں صرف آپ کو یہ بتا رہی ہوں کہ مجھ میں اتنی سیلف ریسپیکٹ ہے کہ میں اپنی انسلٹ ہوتے دیکھ کے آواز اٹھا سکوں۔"

وہ اپنی ہیل ٹک ٹک بجاتی وہاں سے نکل گئی۔ اور کارا کو اپنے کھولتے ہوئے خون کو اعتدال میں لانے میں کافی وقت لگا۔

☼ ☼ ☼

کارا نے مائر کو بتانے میں اور مائر نے سخت طیش کے عالم میں اسے فون کرنے میں ذرا وقت نہ لگایا۔

ییشا اپنے شرارتی لبوں میں مسکراہٹ دبائے ہوئے خاموشی سے ان کاموں میں لگی رہی جو کارا نے اس کے سپرد کیے تھے۔

"تم نے مام کے ساتھ مس بی ہیو کیا؟"

"اوہ۔۔۔ بہت جلدی بتا دیا انہوں نے۔ ابھی تو میں گھر تک پہنچی بھی نہیں۔" اس نے تنک کے کہا۔

"میں مام کے دل میں تمہارے لیے جگہ بنانے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم نے ان کی نظر میں اپنا سارا امیج ہی خراب کر دیا۔"

"ان کی نظر میں میرا امیج ٹھیک کب تھا؟ وہ سمجھتی ہیں کہ میں اتنی گری پڑی ہوں کہ تمہاری خاطر ان کی سب باتیں بھی برداشت کروں گی اور کسی ملازمہ کی طرح ان کے گھر کے معمولی کام بھی کروں گی۔"

"یہ بے کار کی بحث ہے۔ فی الحال میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ تم نے مام کے ساتھ جو بدتمیزی کی ہے اس کے لیے ان سے معافی مانگو۔"

"کیا؟ معافی؟ اور میں؟ سوچنا بھی مت۔" زینی نے ٹھک سے فون رکھ دیا۔

☼ ☼ ☼

مائر کی جھنجلاہٹ زینی کے فون بند کر دینے سے عروج پہ جا پہنچی۔

"عجیب اکڑ اور طنطنہ ہے۔"

وہ جھیل کے پاس کھڑا اس کی ساکت سطح پہ اپنی ساکت نگاہیں جما کر کھڑا تھا۔ اسے رہ رہ کے اپنی اس سے وہ پہلی ملاقات یاد آ رہی تھی۔ وہ ملاقات۔ جس میں وہ اسے سب سے اچھوتی لگی تھی اور وہ اب اس اچھوتے پن کو تلاشتا پھر رہا ہے مگر وہ بات اسے ڈھونڈے سے بھی نظر نہیں آتی۔

"پہلی ملاقات میں میں نے تمہاری صورت دیکھے بغیر ہی تمہیں دل دے دیا تھا۔ کاش کہ میں تمہاری صورت دیکھتا یا نہ دیکھتا مگر تمہارے دل کے اندر ضرور جھانک لیتا۔ تم جتنی خوبصورت ہو کاش تمہارا دل بھی اتنا ہی خوبصورت ہوتا۔"

وہ چپکے سے اپنے دل میں اس سے گلے کر رہا تھا جب عقب سے ییشا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پاس آ کے کھڑی ہو گئی۔

"موسم ٹھیک نہیں ہے، آپ کو گھر واپس جانا چاہیے۔"

"تو تم اتنے خراب موسم میں باہر کیوں ہو؟" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔

"میں بھی گھر ہی جا رہی ہوں۔"

"تم مام کی ہیلپ کے لیے یہاں روز اپنا ٹائم نکال کر آتی ہو۔ مام کو چاہیے تھا کسی سے کہہ کر تمہیں گھر ڈراپ کروا دیا کریں۔"

"وہ روز ایسا ہی کرتی ہیں۔ آج وہ کسی ڈرائیور کو کہنا بھول گئی تھیں۔ ان کا موڈ بھی بہت آف تھا۔"

"ہاں! ان کا موڈ زینی نے۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گیا۔ مگر ییشا نے موقع ہاتھ سے نہ جانے دیا۔

"ہاں! زینی کو ان کے ساتھ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یہ ٹھیک ہے اس کی نیچر ہی ایسی ہے مگر پھر بھی کارا آنٹی بڑی ہیں۔"

اس کے دل میں چھپے ہلکے سے گلے کو کچھ اور توانا کرنے کے بعد اس نے قدم آگے بڑھائے۔

"میں چلتی ہوں۔ دیر ہو رہی ہے۔"

"تم کیسے جاؤ گی؟" اسے فکر لاحق ہوئی۔

"جھیل کے راستے کشتی سے۔"

"مگر ابھی تو تم مجھے جھیل کے پاس کھڑے ہونے سے بھی منع کر رہی تھیں کہ موسم ٹھیک نہیں ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ مجھے عادت ہے۔"

وہ ہلکا سا مسکرائی تو مائر نے اپنی گاڑی کی جانب اشارہ کیا۔

"تم کہو تو میں تمہیں ڈراپ کر دیتا ہوں۔"

ایک لمحے کے لیے ییشا کا دل اچھل کے حلق میں آ گیا۔ آنکھوں میں تارے سے چمک اٹھے مگر اگلے ہی پل رومان کی تنبیہہ کانوں میں گونجی۔

"جتنا اس سے دور بھاگو گی۔ وہ اتنا ہی تمہاری جانب کھنچا چلا آئے گا۔"

یہ یاد کرتے ہی اس نے بڑی سختی سے اپنے دل کو جھڑک کر اس کے اصل مقام پہ بٹھایا اور چہرے پہ بے اعتنائی سی سجا کے کہنے لگی۔

"نہیں! اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"پلیز! تکلف نہیں کرو۔ میں بھی اس جانب ہی جا رہا ہوں۔"

مائر نے دوبارہ اصرار کیا اس کی جان عذاب میں آ گئی۔ دل تھا کہ اس سنہری موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہتا تھا اور دماغ تھا جو رومان کے مشورے پہ عمل کر کے اسے آزمانا چاہتا تھا۔ بالآخر اس نے دل پہ پتھر رکھ کے لہجہ کچھ اور سخت بناتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔۔۔ میں کشتی سے ہی جانا پسند کرتی ہوں۔"

اور قدم آگے بڑھا دیے۔ مگر عجیب مرے مرے انداز میں۔۔۔ اس کی پشت اب مائر کی جانب تھی۔ ورنہ وہ اس کے چہرے پہ صاف نظر آتے پچھتاوے اور افسوس کے تاثرات بھانپ لیتا۔ ست قدموں سے کشتی کی جانب بڑھتے اور پھر بیٹھتے ہوئے وہ مسلسل خود کو کوس رہی تھی کہ دماغ کی ماننے کی ضرورت کیا تھی بھلا۔

"اف۔۔۔ یہ کیا کیا میں نے۔۔۔ رومان کی باتوں میں آ گئی اور مائر کو انکار کر دیا۔ مائر کو؟ اور اس نے دوبار کہہ دیا اب اسے کیا ضرورت ہے تیسری بار آفر کرنے کی۔ اب پتا نہیں کبھی دوبارہ اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھنے کا موقع ملے یا نہ ملے۔ بھگتو ییشا۔ اب بھگتو۔"

بڑبڑاتے ہوئے اس نے چپو ابھی پانی میں اتارے ہی تھے کہ مائر کی آواز پہ چونکی۔

"ییشا۔۔۔ رکو۔"

اس نے نظر اٹھا کے سامنے دیکھا۔ حیران ہوئی۔ مائر اسی جانب بھاگتا آ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔

"کیا میں تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں۔ اس پہ؟" اس نے اجازت طلب ضرور کی۔ مگر ییشا کا جواب سننے سے پہلے وہ اس کے ساتھ بیٹھ چکا تھا۔ ییشا نے اپنی بے ساختہ خوشی کو چہرے پہ امڈ آنے سے بڑے جتن کر کے روکا تھا۔

وہ اکثر اسی راستے سے آتی تھی۔ مگر آج سے پہلے یہ جھیل اور یہ مناظر اسے اتنے حسین کبھی نہیں لگے تھے۔

"تم اپنی۔۔۔ اوہ سوری۔ آپ اپنی۔۔۔"
"تم مجھے ماژ کہہ سکتی ہو۔"
اس کی جھجک دیکھ کے ماژ نے فراخ دلی سے کہا۔
"تم اپنی گاڑی میں کیوں نہیں گئے؟؟"
"ایسے ہی، مجھے جھیل پسند ہے۔"
"اوہ۔۔۔" وہ بجھ گئی۔ سننا کچھ اور چاہتی تھی۔
"اور کشتی کا سفر کرنا بھی مجھے اچھا لگتا ہے۔"
"ہوں۔۔۔" زبردستی سی مسکراہٹ کے ساتھ سرہلا کے وہ دل ہی دل میں کہہ رہی تھی۔
(تمہیں میرے ساتھ جانا پسند ہے' یہ کہہ دوگے تو کیا جاتا ہے تمہارا)
اچانک ماژ اپنی جگہ سے اٹھ کے اس کے پاس آبیٹھا۔
"ویسے سچ سچ بتاؤں۔ اصل وجہ کچھ اور ہے۔ میں کچھ کہنے آیا تھا تمہارے پاس۔"
میشا پھر سے جی اٹھی۔ "کس وجہ سے؟"
اس وقت اس کی آنکھوں میں وہ سب جگنو اٹھکیلیاں کرتے اڑ رہے تھے جو رومان کی مٹھی سے آزاد ہوئے تھے۔
"وہ مجھے تم سے۔۔۔" وہ ہچکچا کے چپ ہوا۔
"بولو ناں۔" میشا کی بے تابی عروج پہ تھی۔
"تمہیں برا تو نہیں لگے گا نا؟؟"
"بالکل بھی نہیں۔ کہو تو۔۔۔"
"دراصل۔۔۔ زینی۔۔۔ وہ مجھ سے ناراض ہے۔ ہمارے درمیان کچھ تلخی ہو گئی تھی۔ میں اسے ابھی فون نہیں کرنا چاہتا۔ جانتا ہوں' وہ بات نہیں کرے گی۔ اس سے مجھے انسلٹ فیل ہوگی اور بات بڑھ جائے گی۔ لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ اس کی ناراضی طول پکڑے۔"
"تو۔۔۔!" میشا کا چہرہ اتر چکا تھا۔ وہ سپاٹ لہجے میں پوچھ رہی تھی۔
"اگر تم اسے بتاؤ کہ۔۔۔ کہ میں اس سے اتنے برے لہجے میں بات کرنے پہ شرمندہ ہوں۔ اور اسے منانا چاہتا ہوں۔ تو گیا۔۔۔ وہ میرا مطلب ہے۔"

میشا نے پتھرائے چہرے کے ساتھ سامنے دیکھ کر کشتی رو کی اور اترتے ہوئے کہا۔
"میں کوشش کروں گی۔"

☼ ☼ ☼

وہ روتے کرلاتے ہوئے کمرے کے چکر کاٹ رہی تھی۔
"میں اس کی اور زینی کی صلح کرادوں۔ جھوٹ کہتا ہے رومان۔۔۔ ماژ کبھی میری طرف نظر نہیں کرے گا۔ میں زینی کی خوب صورتی کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کبھی بھی نہیں' چاہے کچھ بھی کرلوں۔"
پھر وہ طیش کے عالم میں اٹھی۔
"میں ذرا اس سے پوچھوں تو سہی۔ اس کی بتائی کوئی بھی بات کام نہیں کر رہی۔ نکما۔۔۔"
اس کا رخ سیدھا انیکسی کی جانب تھا جہاں اب رومان کے ڈیرے تھے۔

☼ ☼ ☼

"میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا تھا ماژ! کہ زینی میرے الگ نہیں ہو سکتی اور وہی ہوا۔"
"ہام۔ اس کے اور میرے درمیان کوئی مس انڈر اسٹینڈنگ تھی۔ جس کی وجہ سے وہ اپ سیٹ تھی۔"
ماژ اگرچہ زینی سے خفا تھا پھر بھی اس کی جانب سے صفائی دینے لگا۔
"اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اب جب بھی کبھی وہ اپ سیٹ ہوگی میرے ساتھ مس بی ہیو کرے گی؟"
"ایسا نہیں ہے مام۔ زینی بہت اچھی لڑکی ہے بس غصے کی تھوڑی تیز ہے۔"
"جسے اپنی زبان اور اپنے غصے پہ کنٹرول نہ ہو۔ وہ کبھی اچھی بیوی ثابت نہیں ہو سکتی۔ ابھی تمہیں صرف اس کی خوب صورتی نظر آرہی ہے مگر شادی کے لیے لڑکی میں اور بہت کچھ ہونا چاہیے۔"
"آپ بھول رہی ہیں۔ میں نے اسے اس کا چہرہ دیکھے بغیر پسند کیا تھا۔ خوب صورتی کی بنا پہ شادی کرنے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

ماژ کی مسلسل حجت سے بالآخر کار زچ ہو اٹھی۔
"میں تمہیں صاف بتا رہی ہوں کہ تمہاری شادی اس سے کرنے کا اس وقت تک سوچوں گی بھی نہیں جب تک وہ کل کے فنکشن میں سب کے سامنے مجھ سے معافی نہیں مانگے گی۔"
"کیا؟ معافی؟" ماژ پریشان ہوا تھا۔
ابھی تو اسے منانے کا مرحلہ بھی سر نہیں کیا تھا' اوپر سے یہ نیا مطالبہ۔

☼ ☼ ☼

"جھوٹے ہو تم۔ تمہاری ساری باتیں بھی جھوٹی ہیں۔ تم نے جو کہا میں نے کیا۔ مگر ماژ اب بھی زینی سے ہی محبت کرتا ہے۔ کوئی رزلٹ نہیں نکلا تمہاری باتوں کا۔"
وہ روتے ہوئے کہہ رہی تھی اور رومان ہونٹوں پہ ہلکی ہلکی سی مسکراہٹ اور آنکھوں میں بے پناہ محبت لیے اسے دیکھتا جا رہا تھا۔ وہ محبت جسے محسوس کرنے سے میشا ابھی قاصر تھی۔ مگر مسکراہٹ سے چڑ ضرور گئی۔
"کمال ہے میں رو رہی ہوں اور تمہاری مسکراہٹیں ہی قابو میں نہیں آرہیں۔ کیا دیکھ رہے ہو؟"
"دیکھ رہا ہوں۔ تم سچ کہتی ہو۔ تم ہو کیوٹ۔"
تعریف سن کے میشا رونا بھول بھال گئی اور ہتھیلیوں کی پشت سے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔
"ہے ناں! ہوں تو۔۔۔"
رومان کی مسکراہٹ دگنی چوگنی ہو گئی۔
"مگر ماژ کو نظر کیوں نہیں آتا؟" اس نے پیر پٹخ کے کہا۔
"آتی ہو نظر۔۔۔ تب ہی تو اس نے تمہارا نام پوچھا۔ تم پہ توجہ دی۔ یہ سب میری باتوں پہ عمل کرنے کا رزلٹ ہی تو ہے اور جب اس نے تمہیں ڈراپ کرنے کا کہا تو میرے کہنے پہ تم نے انکار کیا اس وجہ سے تو وہ تمہارے پیچھے کھنچا چلا آیا۔"

"ہاں آیا۔ مگر میں نے بتایا تو ہے کہ بعد میں کیا ہوا؟ کیا فائدہ ہوا تمہاری باتوں پہ عمل کرنے کا؟؟"
"فائدہ اس لیے نہیں ہوا میشا! کیونکہ تم نے میری باتوں پہ عمل کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ اور حرکتیں بھی کیں۔" اب وہ بے حد سنجیدہ نظر آرہا تھا۔
"کیسی حرکتیں؟"
"تم نے جھوٹ بولا۔ گندی والی سازشیں اور سیاستیں کھیلنے کی کوشش کی۔ دو لوگوں کے دل ایک دوسرے کے خلاف کرنے چاہے۔ اس لیے تمہارا کام بنتے بنتے رہ گیا۔"
میشا نے شرمندگی اور تاسف سے سر جھکا لیا۔
رومان کو اس پہ بے حد پیار آیا۔ اور وہ نرمی سے اس کے سر کو تھپک کر بولا۔
"اگر تم واقعی دل سے شرمندہ ہو تو ابھی بھی کچھ نہیں بگڑا۔ کل کے فنکشن میں تم ایک اور کوشش کر سکتی ہو۔"
"وہ کیا؟"
"اب تمہیں ایک اور بات گرہ سے باندھنی ہے۔ تمہیں ماژ کے سامنے خود کو بالکل ان پریڈکٹ ایبل (توقع کے خلاف) ثابت کرنا ہے۔"
"وہ کیسے؟"
"اگر وہ تمہیں بھولی بھالی سمجھتا ہے تو اچانک اس کے سامنے کوئی گہری بات کر جاؤ۔"
"کتنی گہری؟"
وہ اپنی آنکھیں پوری طرح کھولے ایسے سوال پہ سوال کر رہی تھی کہ وہ بالآخر چڑ گیا۔
"کنویں جتنی اور غور سے سنو۔ اس کے سامنے ویسی بن کے کبھی مت آؤ جیسی زینی ہے۔ زینی سے بالکل مختلف بلکہ الٹ۔ ذرا ہٹ کے اتنا الگ کہ وہ چونک جائے۔"

☼ ☼ ☼

جیسے رومان میشا کی کلاس لے رہا تھا ویسے ہی مرزینی کو سبق پڑھا رہی تھی۔

"وقت پڑنے پہ انسان گدھے کو بھی باپ بنا لیتا ہے۔ اگر ماژ کو خوش کرنے کے لیے تم کارا کی تھوڑی بہت خوشامد کر لو۔ ایک سوری کہہ لو تو کیا فرق پڑتا ہے۔"

"اور کسی کو پڑے نہ پڑے۔ زینی کو پڑتا ہے۔" زینی نے نخوت سے اپنے ابرو تیکھے کرتے ہوئے کہا۔

مہر نے اسے لتاڑ کے رکھ دیا۔ "اپنے آپ کو کوئی توپ چیز سمجھنا چھوڑ دو۔ تمہارے پاس ہے کیا۔ اس شکل و صورت کے علاوہ۔"

"ماما۔" اس نے سخت برا مانا۔

"سچ ہے یہ۔ اور کیا ہے تمہارے پاس، جس پہ تم اترا سکو۔ یہ سڑا ہوا بوسیدہ کھنڈر مکان۔ ایک بوڑھی دادی۔ جو مرتے مرتے یہ کھنڈر بھی ہم سے چھین کے کسی اور کے نام کر جائے گی۔ اور وہ ہر روز کھانے میں جاتا قارم۔ ایسے میں اگر ماژ جیسا لڑکا قسمت سے تمہیں مل ہی گیا ہے تو اسے اللہ کا احسان جانو۔ اور یہ نخرے چھوڑ دو ورنہ وہ ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"وہ میرے ہاتھ میں ہے ہی کب؟ اس کی سب ڈوریں تو اس کی ماں کے ہاتھ میں ہیں۔"

"گلاب کے ساتھ کانٹے تو ہوتے ہی ہیں۔ کارا کو بھی تم ایسا ہی کانٹا سمجھو۔ اور برداشت کرو۔ میری مانو تو ابھی بات زیادہ نہیں بگڑی۔ اس سے ملو اور کچھ بھی کر کے منا لو تاکہ وہ شام کے فنکشن میں تمہیں اپنانے کا اعلان کر دے۔"

مہر کے سمجھانے بجھانے کا زینی پہ خاطر خواہ اثر نظر آ رہا تھا۔ وہ تقریباً" رضامند لگ رہی تھی۔ مہر نے لوہا گرم دیکھ کر ایک اور ضرب لگائی۔

"یہ لو پکڑو فون۔ کرو اسے اور ابھی ملنے جاؤ۔"

اور ٹھیک ایک گھنٹے بعد وہ ماژ کے ساتھ تھی۔

"تو تم نے اپنی ناراضی ختم کر ہی لی۔"

ماژ مسکرایا۔ اور وہ اترائی۔

"کیا کروں۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔"

"میں بھی۔ کل رات مجھ پہ بہت بھاری گزری۔ تمہاری ناراضی نے مجھے بہت بے چین رکھا۔"

"اتنی محبت کرتے ہو مجھ سے تو میری بات مان لینے میں کیا حرج تھا۔"

زینی نے اسے اپنے سامنے ڈھیر ہوتے دیکھا تو ایک بار اور کوشش کرنا چاہی۔

"زینی۔۔۔ تم مجھ سے کچھ بھی ایسا کرنے کو کہو۔ جس کا تعلق صرف مجھ سے ہے تو میں فوراً" مان لوں، مگر جس معاملے میں مام شامل ہیں اس میں میں کیا کر سکتا ہوں۔ ایک ایسا فنکشن جسے مام نے ارینج کیا ہے اور جس کے دعوت نامے بہت سے لوگوں کو جا چکے ہیں اسے صرف ایک دن پہلے۔ میں بغیر کسی وجہ کے کیسے کینسل کرا دیتا۔"

زینی نے اس بار بھی دال گلتے نہ دیکھی تو جبراً" مسکرا دی۔

"میں سمجھ گئی ہوں۔ اسی لیے تو بات کو بڑھانے کے بجائے تم سے ملنے آ گئی ہوں اور میں کارا آنٹی کو سوری کہنے پہ بھی تیار ہوں۔"

"واقعی؟" ماژ کے سینے سے ایک بڑا بوجھ ہٹ گیا۔

"ہاں۔ صرف اور صرف تمہارے لیے۔ چلیں؟"

"کہاں؟"

"تمہارے گھر۔ کارا آنٹی سے سوری کہنے۔"

زینی کی بات پہ ماژ کو احساس ہوا۔ مرحلہ ابھی آسان نہیں ہوا۔

"مگر ابھی تو۔ میرا مطلب ہے شام کو تم فنکشن میں تو آ ہی رہی ہو۔۔۔ وہیں سوری کہہ دینا۔"

"کیا؟ سوری کہنے کے لیے وقت کچھ نامناسب نہیں ہو گا؟ میں اتنے مہمانوں میں کیسے سوری کہوں گی؟"

"زینی! دراصل۔۔۔ دراصل مام کی شرط ہے کہ تم سب لوگوں کے سامنے انہیں سوری کہو گی۔"

زینی ششدر رہ گئی۔

"سب لوگوں کے سامنے۔"

☼ ☼ ☼

جب سے میشا کو پتا چلا کہ زینی اور ماژ کی ناراضی ختم ہو گئی ہے اور وہ دونوں پھر ملنے گئے ہیں تو اس کی بے تابی عروج پہ پہنچ گئی۔ رومان کے پڑھائے سارے سبق بھک سے ذہن سے اڑ گئے اور وہ شرمندگی کا احساس جو اس نے جھوٹ بولنے پہ دلایا تھا وہ بھی زائل ہو گیا۔

اب اس کا ذہن تیزی سے کوئی اور راستہ نکال رہا تھا۔

"پلیز کارا آنٹی! کچھ تو لیں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

اس نے نڈھال پڑی کارا کو جوس پیش کیا۔

"مجھ سے ماژ کی پریشانی دیکھی نہیں جا رہی ذرا سی لڑکی نے اسے پاگل کر کے رکھ دیا ہے۔"

"زینی کی تو عادت ہے۔ ایسے ہی پاگل کر کے رکھ دیتی ہے لڑکوں کو۔ پھر انہیں اس کے علاوہ کوئی اور نظر ہی نہیں آتا۔"

میشا کی بات پہ کارا تو بری طرح چونکی ہی۔۔۔ سیڑھیاں اترتا ماژ بھی وہیں ٹھٹھک کے رک گیا۔

"مطلب۔۔۔ ماژ سے پہلے وہ کسی اور کو۔"

"زیادہ نہیں۔۔۔ بس دو تین۔"

میشا نے بھول پن سے پلکیں پٹ پٹائیں۔

"دو تین!"

"جی کارا آنٹی۔۔۔ ایک سال میں بس صرف دو تین۔ اس سے زیادہ نہیں۔۔۔ بری لڑکی نہیں ہے زینی۔"

کارا کے چہرے پہ تو ہوائیاں اڑی ہی۔۔۔ ماژ بھی واپس پلٹ گیا۔

☼ ☼ ☼

زینی بڑی تپ کے گھر لوٹی تھی۔ ماژ نے مطالبہ ہی ایسا کیا تھا کہ جو اس کے لیے بالکل بھی قابل قبول نہیں تھا۔

"سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔۔ میں اس کی مام سے سوری کہنے پہ مان کیا گئی۔ اب مجھے اتنے مہمانوں کے سامنے شرمندہ کرانا چاہتا ہے اور وہ کارا آنٹی۔۔۔ ایسی ایسی شرطیں رکھ رہی ہیں۔ ہونہہ۔۔۔ میں نے بھی ان کا بیٹا ان سے چھین کے نہ دکھایا تو میرا نام بھی زینی نہیں ہے۔"

اس کی مسلسل بڑبڑاہٹ پہ امی نے اکتاہٹ بھرے انداز میں کہا۔

"تم اس سے لڑنے گئی تھیں یا اسے منانے؟"

"اب وہ منائے گا مجھے۔۔۔ میں تو اسے فون نہیں کرنے والی۔ وہ سمجھے گا اتنی ہی مر رہی ہوں تا میں اسے پانے کے لیے یا اس کے علاوہ میرے پاس کوئی۔"

کہتے کہتے وہ رکی پھر اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"آئیڈیا۔۔۔ اب میں اس پہ یہی ظاہر کروں گی کہ وہ اکیلا نہیں ہے میری زندگی میں بلکہ اس جیسے تو چار پانچ لائن میں لگے ہوئے ہیں میری ایک نظر کے منتظر پھر اسے احساس ہو گا کہ میں کیا چیز ہوں۔"

عین اسی وقت ماژ کا فون آ گیا۔

امی نے افسوس بھرے انداز میں سر ہلایا اور فروٹ سلاد کے پیالے میں گم ہو گئی۔

"ہیلو۔۔۔" زینی نے ٹھہرے لہجے میں کہا۔

"زینی! میں تم سے جو پوچھوں اس کا صحیح صحیح جواب دینا۔"

"جلدی بولو ماژ! میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

"میں بہت الجھن میں ہوں۔ دل کہتا ہے یہ بات غلط ہو گی۔ تم ایسی ہو ہی نہیں سکتیں۔۔۔ مگر میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا ہوں تب یقین آئے گا دل کو۔"

ماژ کی بے چینی اور اضطراب اس کے ہر لفظ سے جھلک رہا تھا۔

"اوفوہ۔۔۔ جلدی کہو ناں ماژ۔۔۔ سعد میرا ویٹ کر رہا ہو گا۔"

"کون سعد؟" وہ چونکا۔

"میرا دوست۔" زینی کے لہجے میں یکایک شیرینی بھری۔

"ابھی تک تو صرف دوست ہی ہے مگر وہ کافی عرصے سے مجھے پسند کرتا ہے۔ وہ تو میں نے ہی کبھی پازیٹو رسپانس نہیں دیا۔ کس کس کی محبت کا جواب محبت

سے دوں..... صارم ہے' ڈینی ہے' زوہیب ہے۔ اچھے تو سب ہی ہیں مگر شادی تو مجھے کسی ایک سے ہی کرنا ہے۔ ہیلو ہیلو مائز! تم نے کچھ پوچھنا تھا مجھ سے۔"

وہ پکارتی رہ گئی مگر دوسری جانب سے فون بند ہو چکا تھا۔ مائز جو پوچھنا چاہتا تھا اس کا جواب اسے مل گیا تھا۔

"ہونہہ..... دیکھا امی! کیسے جل گیا..... اب پتا چلا اسے۔"

☼ ☼ ☼

کارا کا دل خوشی سے جھوم اٹھا مگر اوپری دل سے مائز سے ہمدردی بھی دکھائی تھی۔

"میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا۔"

"مجھے یقین نہیں آ رہا تھا۔ دل اب بھی نہیں مانتا کہ وہ۔" اسے پھر سے کشمکش کا شکار دیکھ کے کارا نے جلدی سے کہا۔

"مائز! اس عمر میں دل ایسے دھوکے کھاتا ہی ہے۔ اب تم زیادہ مت سوچو نکلو اس موڈ سے۔ شام کو بہت سے مہمان آنے والے ہیں۔"

پھر میشا کو نیپکنز کا ڈھیر ہال کی طرف لے جاتے دیکھ کے روکنے لگی۔

"میشا! میں نے شام کی پارٹی کے لیے تمہارا ڈریس بنوایا ہے ریکا سے کہہ کر منگوا لو۔"

پل بھر کے لیے میشا کا دل بلیوں اچھلا..... مگر پھر فوراً بے نیازی ظاہر کرنے لگی۔

"تھینک یو کارا آنٹی ..... لیکن اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"

"ضرورت کیوں نہیں ہے جو بھی ہے۔ تم ہو تو اس فیملی کا ایک حصہ ..... اور تمہاری گرینی میری آنٹی ہیں۔ مجھے اتنا خیال تو کرنا ہے تمہارا..... ویسے بھی میں نہیں چاہتی پارٹی میں آئے لوگ تمہیں اس طرح کے کپڑوں میں دیکھ کے کچھ کہیں اور تمہیں برا لگے۔"

"مجھے برا نہیں لگتا آنٹی! کیونکہ میں نہیں سمجھتی لباس ہی انسان کی پہچان ہوتا ہے بلکہ مجھے یہ برا لگتا ہے کہ مجھے اچھا لگنے کے لیے کسی سے مانگ کے کچھ پہننا پڑے..... میں جیسی ہوں ویسی رہنا پسند کرتی ہوں۔"

بظاہر سرسری انداز میں کہتے ہوئے اس نے ایک دزدیدہ نظر مائز پہ ڈالی۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ رومان کتنا سچ کہتا تھا..... اور ہاں رومان نے سچ کہا تھا۔

وہ واقعی چونکا ہوا لگ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

زینی مسلسل فون کو گھورے جا رہی تھی جو کب سے خاموش پڑا تھا۔

"نہیں آئے گا اب اس کا فون۔"

امی نے مزید خون جلایا۔

"تم چپ رہو منحوس شکل، منحوس باتیں۔"

"منحوس تم خود ہو..... اپنی بات تم نے خود بگاڑی ہے کیا ضرورت تھی مائز سے یہ سب کہنے کی۔"

"تمہیں کیا۔ تم جاؤ جا کے ٹھونسو کچھ۔"

زینی اس وقت سب سے بے زار لگ رہی تھی ..... امی سے تو حد سے زیادہ جبکہ امی آج اتنا ہی ستانے کے موڈ میں تھی۔

"تمہیں شکر کرنا چاہیے کہ مائز کسی اور کے دھوکے میں ہی سہی..... مگر تم پہ توجہ تو دے رہا ہے اور تم اس پہ بھی نخرے دکھا رہی ہو۔"

زینی بری طرح چونکی۔

"کیا مطلب؟ کسی اور کے دھوکے میں؟ وہ صرف اور صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"میں سب جانتی ہوں زینی۔" وہ خباثت سے مسکرائی۔

کچھ دیر کے لیے تو زینی گنگ سی ہو گئی۔ پھر غرا اٹھی۔

"منہ بند رکھو اپنا..... خبردار جو یہ بات تم نے دوبارہ کسی سے کہی..... اصل میں تم مجھ سے جیلس ہو رہی ہو..... مائز جیسا لڑکا مجھ سے محبت کرتا ہے۔ میں کارا فیملی کا حصہ بننے جا رہی ہوں میری ساری زندگی شہزادیوں کی طرح گزرنے والی ہے اور تم..... تم ساری

عمر اسی کھنڈر میں گزارنے والی ہو..... رومان جیسے پھٹیچر کے ساتھ۔"

"زینی۔" امی کے دل پہ گھونسہ پڑا..... رومان کے ساتھ زندگی اس بوسیدہ مکان میں گزارنے کے خیال سے نہیں بلکہ اپنی ہی سگی بہن کے لہجے، نظروں، الفاظ غرض ہر ہر انداز سے جھلکتی حقارت اور نفرت دیکھ کے۔

"یہی سچ ہے امی! اور تم ہو بھی اسی قابل۔"

امی روتے ہوئے وہاں سے چلی گئی اور زینی نے دوبارہ اپنی منتظر نظریں فون پہ جما دیں۔

☼ ☼ ☼

میشا گلدان میں پھول سجاتے ہوئے ہولے ہولے گنگنا رہی تھی۔

"تم ہر وقت اتنی خوش کیسے رہ لیتی ہو؟"

مائز نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"پتا نہیں خوشیاں خود ہی مجھے تلاشتی رہتی ہیں اور پھر آ کے میرے گلے لگ جاتی ہیں۔"

مائز کو اس پہ رشک سا آ گیا۔

"تم بہت لکی ہو۔"

اور پھر پاس سے گزرتے ایک ملازم کو روکا۔

"ایک کافی..... تم کافی پیو گی میشا؟"

"ہاں مگر کولڈ کافی..... دل چاہ رہا ہے۔"

"او کے..... ایک کولڈ کافی..... ایک بلیک کافی۔"

ملازم کے آگے بڑھ جانے کے بعد اس نے دوبارہ میشا سے سوال کیا۔

"تم نے مام کو انکار کیوں کیا؟ وہ پیار سے تمہیں وہ ڈریس دے رہی تھیں گفٹ لینے سے منع نہیں کرتے۔"

"میں گفٹ بہت شوق سے لیتی ہوں۔ اچھا لگتا ہے مجھے تحفے لینا اور دینا بھی..... مگر میں وہی تحفے لیتی ہوں جیسے جواب میں دے بھی سکوں۔ کارا آنٹی اپنی حیثیت کے مطابق دے رہی تھیں۔ میں وہ لیتی تو جواب میں ان کو ویسا ہی تحفہ کیسے دیتی بھلا....."

"تم دیکھنے میں بہت معصوم لگتی ہو..... مگر باتیں اپنی عمر سے بڑی کرتی ہو۔"

وہ مسکرا اٹھا تھا اس کا فلسفہ سن کر۔

"کیا سمجھ داری کی باتیں کرنے والے معصوم نہیں ہوتے۔"

"تمہاری عمر کیا ہے؟"

"ستاسی۔" میشا نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا؟ ستاسی.....؟"

"ہاں انیس میری اور اڑسٹھ گرینی کی..... انہوں نے اپنے اڑسٹھ سالوں کی ساری سمجھ مجھے دے دی ہے۔"

اس نے سفید جھوٹ بولا۔ ورنہ پر شکوہ خانم بے چاری کی حسرت ہی رہی ساری عمر..... کہ وہ اس کو کچھ ایسا گھول کے پلا دیں جس سے وہ تھوڑی سی ذمے دار اور سمجھ دار ہو جائے۔ وہ تو بس رٹے رٹائے جملے بول رہی تھی۔ رومان کے کہنے کے مطابق۔

"کاش تمہاری گرینی اس میں سے تھوڑی بہت زینی کو بھی دے دیتیں۔"

مائز نے سرد آہ بھری۔ دل پھر سے بوجھل ہو گیا۔

میشا نے زینی کے ذکر پہ دانستہ بے نیازی ظاہر کی اور پھول ترتیب دیتی رہی۔

ملازم نے دونوں کے سامنے کافی پیش کی۔

"تمہاری کولڈ کافی میشا۔"

مائز نے اسے ہاتھ جھاڑ کے وہاں سے اٹھتے دیکھا تو توجہ دلائی۔

"نہیں..... مجھے نہیں پینی اب۔"

"مگر تمہارا دل چاہ رہا تھا۔"

"اب نہیں چاہ رہا۔ جس چیز پہ بہت دل آیا ہو' اسے چھوڑ دینا یا اس سے بچ کر نکلنے کا بھی اپنا ہی ایک مزا ہے۔"

وہ مائز کو الجھن میں ڈال کے چلی گئی۔

وہ کھوئے کھوئے انداز میں اپنے سامنے رکھے دونوں طرح کی کافی کے پیالوں کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے

کولڈ کافی اٹھالی اور بلیک کافی اسی طرح سامنے پڑی دھواں چھوڑتی رہی۔ وہ بلیک کافی جسے پینے کا مائر کا بہت دل چاہ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

امی کے دل پہ رومان کی باتوں سے بہت چوٹ لگی تھی۔

وہ باغیچے میں موتیا کے جھنڈ کے پاس بیٹھی گھٹنوں میں سر دیے ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ رومان کی نظر پڑی تو اس کے پاس چلا آیا۔

"امی..... کیا ہوا؟"

پکارنے پہ بھی اس نے سر نہ اٹھایا تو پوچھ بیٹھا۔

"بھوک لگی ہے کیا؟"

بس اتنا پوچھنا غضب ہو گیا۔ وہ پھٹ پڑی۔

"تم بھی دوسروں کی طرح یہ سمجھتے ہو کہ میں اس دنیا میں صرف کھانے کے لیے آئی ہوں۔ بھوک اور پیاس کے علاوہ مجھے کوئی فیلنگز ہو ہی نہیں سکتیں۔"

اس کی لہو رنگ آنکھیں۔ ہچکیوں کی زد میں آیا وجود

رومان پگھل کے رہ گیا۔ اور قدموں کے بل اس کے پاس زمین پہ بیٹھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں نے ایسا کب کہا امی۔"

"مگر زینی نے کہا..... اس نے کہا، مجھے کوئی چپڑاسی سا غریب مسکین سا لڑکا ہی سوٹ کرے گا۔ کیونکہ میری یہی اوقات ہے اور مجھے اس سے زیادہ اونچے خواب دیکھنے ہی نہیں چاہئیں۔"

"کوئی کسی کو خواب دیکھنے سے نہیں روک سکتا۔ تم خواب دیکھو امی..... جو تمہارا دل چاہے، تم ویسے خواب دیکھو۔ کسی کو حق نہیں ہے تمہاری آنکھوں سے خواب چھیننے کا۔"

"لیکن صرف خواب دیکھنے سے کیا ہوتا ہے، کون سا میرے خواب پورے ہو سکتے ہیں۔"

"کیوں نہیں ہو سکتے؟"

"کوئی مجھ سے محبت کیوں کرے گا۔ کیا ہے مجھ میں؟"

"جس کو تم سے محبت ہو گی۔ وہ خود ہی تم میں کچھ نہ کچھ ڈھونڈ لے گا..... اور دیکھ لینا امی..... اس دنیا میں کوئی نہ کوئی ایسا ضرور ہو گا جو صرف تمہارے لیے ہے اور جس کو صرف تم سے محبت ہو گی اور تمہیں صرف اس کے ہی خواب دیکھنے چاہئیں۔"

نجانے وہ اتنے جگنو کہاں سے لاتا تھا۔ سدا اس کی مٹھی جگنوؤں سے بھری رہتی تھی کسی کو آس کے تھمانا۔ کسی کو امید کے، کسی کو خواب کے، جو جگنو بچ جاتے۔ ان کو اپنی آنکھوں کی پتلیوں میں سمو کے پھرتا رہتا۔

☼ ☼ ☼

مائر اداس سی نظروں سے لان کا جائزہ لے رہا تھا جہاں رات کی تقریب کی تیاریاں چل رہی تھیں۔ اس کا دل نجانے کس دھند میں گھنایا ہوا تھا۔ ایک عجیب سا ملال اس پہ طاری تھا۔

کچھ کھو دینے کا.....

یا شاید نہ پانے کا.....

"تم اداس ہو؟" میشا اس کے پاس آ کے کھڑی ہو گئی۔

"ہاں..... کچھ کچھ۔"

"کیونکہ زینی نہیں آ رہی اس لیے؟" میشا کے لہجے میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکا سا رشک اور حسد جھلکنے لگا۔

"نہیں۔" مائر کا جواب خلاف توقع تھا۔

"تو پھر؟"

"پتا نہیں۔ مجھے لگتا ہے، جس کی مجھے تلاش ہے، وہ میں پا کے پھر سے کھو دیتا ہوں۔ بار بار۔"

"ہو سکتا ہے جسے تم پاتے ہو، وہ اصل میں وہ ہو ہی ناں..... جس کی تمہیں تلاش ہے اسے تم نے اصل میں کبھی پایا ہی نہ ہو۔"

میشا نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں واقعی ٹھیک کہہ رہی ہو تم..... کبھی کبھی میں

بھی اسی الجھن میں پڑ جاتا ہوں۔ مجھے شک سا ہوتا ہے کہ۔"

کہتے کہتے وہ رکا اور بات بدل دی۔

"تم ابھی تک تیار کیوں نہیں ہوئیں؟"

"ٹھیک ہوں میں ایسے ہی۔"

"بہت سے لوگ آ رہے ہیں۔"

"مگر وہ سب میرے لیے تھوڑا ہی آ رہے ہیں اور کیا میں اچھی نہیں لگ رہی؟"

"نہیں تو..... لگ رہی ہو بہت۔"

وہ مبہم سا مسکرایا..... مگر وہ اس پہ بھی خوش ہو گئی۔

"کیا لگ رہی ہوں! کیوٹ ناں؟"

مائر کھو سا گیا..... بے ساختہ ذہن کے پردے پہ جھیل کے پانیوں پہ لرزتا وہ عکس جھلملا گیا۔

"میں بہت کیوٹ ہوں ناں؟"

وہ مزید غور سے اسے دیکھنے لگا جو اپنی دھن میں کہتی جا رہی تھی۔

"ویسے بھی اتنا تیار ہونے کا کیا فائدہ..... ایک تو یہ پارٹی میرے لیے نہیں ہو رہی اور دوسرا کیا پتا، ہوتی بھی ہے یا نہیں؟"

"کیا مطلب؟ کیوں نہیں ہو گی؟"

مائر نے چونک کے پوچھا تو وہ سٹ پٹا گئی اس کی کسی ہر بات کا کوئی مطلب بھی ہو..... یہ ضروری تھوڑا ہی ہوتا ہے۔ ایسے ہی بے دھیانی میں ہانک لگائی تھی..... حسب عادت اور حسب معمول۔

"کیا پتا کسی بھی وجہ سے کینسل ہو جائے۔"

اس نے بات بنا کے ٹالا۔

☼ ☼ ☼

"اوہ..... سو سیڈ۔"

کارا اندر کسی سے فون پہ بات کرتے ہوئے خاصی سوگوار سی لگ رہی تھی۔

مائر نے اندر داخل ہوتے ہوئے بغور دیکھا۔

"ہاں۔ یہ تو ہے..... ظاہر ہے ایسے میں تقریب کیسے ہو سکتی ہے۔"

اس نے فون رکھتے ہوئے مائر کو اطلاع دی۔

"تمہارے فادر کے کزن کی وائف کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔"

"اوہ....."

"ہمیں جانا ہو گا مائر۔"

"اور وہ پارٹی.....؟"

"اوہ ہاں..... وہ تو کینسل ہی سمجھو..... مگر سب کو انفارم بھی کرنا ہو گا۔ ایسا کرتی ہوں میں تعزیت کے لیے جاتی ہوں۔ تم یہ سب سنبھال لو۔"

مائر حیران پریشان سا کھڑا تھا۔ اسے میشا کی بات یاد آ رہی تھی۔

"کیا پتا، کسی بھی وجہ سے پارٹی کینسل ہو سکتی ہے۔"

وہ الٹے قدموں باہر پلٹا، اسے ابھی اسی وقت میشا سے ملنا تھا مگر وہ اب وہاں نہیں تھی اور وہ جانتا تھا۔ میشا اسے کہاں ملے گی۔ وہ اسی وقت جھیل کے کنارے جا پہنچا۔ اندازہ درست نکلا، وہ چہرے پہ زمانے بھر کی کوفت اور بے زاری سجائے پانی میں پیر ڈالے بیٹھی تھی۔

"تو..... کتنی بور بور باتیں کی ہیں میں نے۔ رومان نے بھی کیسی عجیب عجیب فضول باتوں کے رٹے لگوائے ہیں۔ مجھے ایسا لگ رہا تھا جیسے میرے اندر کوئی بوڑھی روح گھس گئی ہو اور فائدہ کیا ہوا، وہ وہاں پارٹی انجوائے کریں گے اور میں، میں یہاں اکیلی..... زینی نہیں تو کوئی اور لڑکی آ جائے گی۔ مائر کی زندگی میں۔"

اس کی بڑبڑاہٹ اس وقت تھمی۔ جب اس نے عقب سے مائر کی پکار سنی۔

"میشا.....؟" میشا نے پلٹ کر دیکھا۔

"تم کیا ہو میشا! کوئی جادوگرنی؟"

مائر کے پوچھنے پہ اس نے ترنت جواب دیا۔

"کوئی نہیں جی..... جادوگرنیاں کوئی اتنی حسین ہوتی ہیں۔"

اس کے کہنے پہ مائر ایک بار پھر سے کھو سا گیا۔ جھیل کے پانیوں پہ سفر کرتی ایک گم گشتہ آواز فاصلے

طے کرتی پھر سے اس کی سماعتوں تک آن پہنچی۔

"جادوگرنیاں کوئی اتنی حسین ہوتی ہیں؟"

وہ ابھی اس پہیلی کو سلجھانے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ میشا نے سوال داغ دیا۔

"تم یہاں جھیل پہ کیا کر رہے ہو؟ تمہیں تو اس وقت اپنے گھر پہ ہونا چاہیے تھا۔"

"تمہاری بات سچ ثابت ہوئی ..... پارٹی واقعی کینسل ہو گئی ہے۔"

میشا کا منہ حیرت کے مارے کھلے کا کھلا رہ گیا۔

ماژ نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔

"اچھا ہے اس بہانے میں آج یہاں کا چپہ چپہ دیکھ لوں گا۔ تم مجھے دکھاؤ گی یہ وادی؟"

میشا نے مسکرا کے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

☼ ☼ ☼

رومان اپنے بازو کو تکیہ بنائے تنکوں کے بستر پہ لیٹا ایسے مسکرا رہا تھا جیسے ریشم پہ محو استراحت ہو۔ یہ مسکان میشا کے تصور کی دین تھی۔ اسے رہ رہ کے وہ گھڑیاں یاد آ رہی تھیں جب اس نے میشا کو دکھانے یا دوسرے لفظوں میں متاثر کرنے کے لیے جگنو پکڑ کے مٹھی میں قید کیے تھے۔

"آنکھیں بند کرو۔"

اس نے کہا تھا اور میشا نے فٹ انکار کر دیا تھا۔

"کوئی نہیں جی۔ گرینی نے مجھے بہت سمجھ داری کی باتیں بتائی ہیں کہ کبھی اکیلے میں کسی جوان لڑکے کے سامنے آنکھیں بند مت کرنا..... دیکھو ناں۔ رات کا وقت ہے۔ جنگل ہے۔ ہم اکیلے ہیں اوپر سے میں کیوٹ اور تم بدتمیز بھی ہو۔ میری آنکھیں بند دیکھ کے تم نے مجھے پیار کر لیا تو؟"

یہ بات یاد آتے ہی رومان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی اس نے پیار سے سرگوشی کی۔

"جھلی۔"

☼ ☼ ☼

"تم نے تو بہت سی خوب صورت جگہیں دکھا دیں

اب میری باری ہے۔ اتنی حسین جگہ دکھانے والا ہوں تمہیں اور ہاں ابھی مڑ کے مت دیکھنا۔"

ماژ نے اس کا ہاتھ پکڑ کے گاڑی سے اتارا..... میشا کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

"سچی؟ کون سی جگہ ہے؟"

"پہلے اپنی آنکھیں بند کرو۔"

"آنکھیں بند کروں۔" میشا ماژ کی فرمائش پہ کچھ گم صم ہو گئی۔

"مگر گرینی کہتی ہیں کہ۔" وہ کہتے کہتے چپ ہو گئی۔

"کیا کہتی ہیں گرینی؟ آنکھیں بند کرنے سے منع کرتی ہیں' وہ کیوں؟"

ماژ اس منطق پہ حیران تھا۔

"وہ کہتی ہیں اگر میں نے آنکھیں بند کیں تو تم ....." کہتے کہتے رک کر اس نے شرما کے نگاہ نیچی کر لی۔

"لو لو ناں..... کیا میں؟"

"نہیں..... کچھ نہیں۔"

میشا نے یہ کہہ کر ہولے سے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس کے چہرے سے ہیجان ظاہر ہو رہا تھا۔ پلکیں کپکپانے لگیں۔ لبوں کی پنکھڑیاں لرزنے لگیں ..... پھر ماژ کے ہاتھ اس کے شانوں پہ ٹھہرے..... میشا نے آنکھیں کچھ اور زور سے میچ لیں۔ دل جیسے پسلیوں پہ دستک دینے لگا۔

دھڑ..... دھڑ..... دھڑ۔

شانوں پہ ٹھہرے ماژ کے ہاتھوں نے اسے بڑی نرمی اور آہستگی سے موڑا۔

"اب آنکھیں کھولو۔" ماژ کے مدھر نرم لہجے پہ میشا کا دھڑ دھڑاتا دل کپکپاتا وجود ساکت سا ہو گیا۔

"کھولو میشا....."

"بس؟ کھول دوں آنکھیں؟"

اس کے لہجے میں مایوسی سی آ گئی۔

"ہاں ....." ماژ کے جواب پہ اس نے آنکھیں کھولیں اور حیرت سے اس کے چہرے پہ نظر جما دی۔

"اوں ہوں۔ مجھے نہیں' وہاں سامنے دیکھو کتنا حسین منظر ہے۔"

ماژ نے اس کا چہرہ انگلی کی پور سے چھو کر سامنے آبشار کی جانب کیا۔

"ہوں....." میشا کے انداز سے بے دلی ظاہر تھی۔

"کیا ہوا؟ اچھا نہیں لگا؟"

"اچھا ہے۔"

"اوہ..... تمہارے لیے تو اس میں کوئی نئی بات نہیں ہو گی..... پتا نہیں کتنی بار دیکھ چکی ہو گی..... یہی سوچ رہی ہو ناں۔"

"نہیں..... میں کچھ اور سوچ رہی تھی۔"

"کیا؟"

"یہی..... یہی کہ..... کہ گرینی نے کتنا جھوٹ بولا مجھ سے۔"

اس نے ہونٹ لٹکا لیے۔

☼ ☼ ☼

زینی کو جیسے ہی تقریب کے ملتوی ہونے کی خبر ملی اس نے موقع سے فائدہ اٹھانے کا سوچا اور فوراً" کارا مینشن چلی آئی۔

"فنکشن میں تو میں کبھی بھی کارا آنٹی کو سوری نہ کہتی..... مگر یہ موقع اچھا ہے وہ تو ہیں نہیں..... میں ماژ سے یہی کہوں گی کہ میں اس کی بات مان کے یہاں آئی ہوں۔ صاف مکر جاؤں گی کہ مجھے کیا پتا فنکشن نہیں ہو رہا۔"

دل ہی دل میں اپنی تدبیروں پہ شاد ہوتی زینی نے ایک ملازمہ کو روک کر پوچھا۔

"ماژ کہاں ہے؟"

"وہ تو بہت دیر سے گھر پہ نہیں ہیں۔"

"کارا آنٹی کے ساتھ گیا ہے؟" اسے فکر لاحق ہوئی۔

"نہیں! میڈم کے جانے سے پہلے ہی نکل گئے تھے۔" زینی نے شک بھرے انداز میں پھر سے پوچھا۔

"کس کے ساتھ؟"

"پتا نہیں۔"

مگر ملازمہ کے جواب سے بھی اسے تسلی نہیں ہوئی۔ وہ وہیں بے چینی سے چکر کاٹنے لگی۔

☼ ☼ ☼

ماژ میشا کی کسی بات پہ کھل کے ہنس رہا تھا اور وہ اسے نہ چاہتے ہوئے بھی مسحور سی ہو کے تک رہی تھی۔

"میں کبھی اتنا نہیں ہنسا میشا تم بہت مزے کی باتیں کرتی ہو۔"

"میں جو کرتی ہوں۔ دل سے کرتی ہوں۔"

"عرصے بعد مجھے تمہارے جیسی دوست ملی ہے۔"

اب کافی دیر کے بعد میشا کو رومان کی ہدایتوں پہ عمل کرنا یاد آیا۔

"مگر دوستی کبھی بھی یک طرفہ نہیں ہوتی۔ ہاں محبت ضرور یک طرفہ ہو سکتی ہے جیسے تمہیں زینی سے ہے۔"

اس نے سرسری سا کہتے ہوئے آگے قدم بڑھائے اور ماژ کے ذہن میں اس کی بات کا بس پہلا حصہ اٹک گیا۔

"دوستی یک طرفہ کیسے ہے؟"

"وہ ایسے کہ تم مجھے اپنی دوست کہہ رہے ہو..... میں نہیں۔ جب تک میں تمہیں اپنا دوست نہ کہہ دوں' دوستی کیسے ہو سکتی ہے۔"

"میشا۔" حیران پریشان ماژ نے اسے روکنا چاہا۔

"مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ اجنبی بنی چلتی جا رہی تھی۔

"ہاں تو میں چھوڑ آتا ہوں ناں۔"

وہ اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر بازو سے تھام کر اسے گاڑی کی جانب لے گیا جیسے اس کے انکار کا ڈر ہو۔

پھر راستے میں دوبارہ گفتگو کا سلسلہ وہاں سے جوڑا۔

"کیا تم واقعی اس دوستی کو یک طرفہ سمجھتی ہو؟"

"ہاں۔ ابھی تک تو....."

"اور تم نے یہ بھی کہا کہ زینی سے میری محبت بھی یک طرفہ ہے؟"

"ہاں..... وہ تو خیر ہے ہی۔"

اس کی حالت دیکھ کے میشا کو اتنا مزا آ رہا تھا کہ اپنی مسکراہٹ اس سے چھپانے کے لیے منہ ہی پھیر لیا۔

"کیا تمہیں واقعی ایسا لگتا ہے؟" وہ پریشان ہوا تھا۔

"ہاں..... تمہیں نہیں لگتا کیا؟"

اب میشا نے اس کے چہرے کے تاثرات جانچنا چاہے۔

وہاں ہنوز الجھن سی تھی۔

"پتا نہیں..... شاید..... شاید نہیں۔"

پھر اس کے لہجے میں ایک اعتماد سا جھلکا۔

"مگر مجھے یہ ضرور پتا ہے کہ میری تم سے دوستی یک طرفہ نہیں ہے یا نہیں ہونی چاہیے۔ تم کیا کہتی ہو؟"

"ہوں..... سوچوں گی۔" کتنی دقت ہو رہی تھی اسے اپنے اندر کی خوشی چھپانے میں۔

"ابھی بھی سوچنے کی ضرورت ہے؟"

"ہاں..... کم از کم ایک رات۔"

میشا نہ خود کو زیادہ امتحان میں ڈالنا چاہتی تھی۔ نہ اسے اس لیے بس ایک رات کی مہلت پہ اکتفا کیا۔

"ٹھیک ہے۔ پھر صبح میں تمہارا انتظار کروں گا۔"

اس نے سیف کالج کے بالکل سامنے گاڑی روکی۔ میشا سیڑھیوں پہ قدم جما جما کے اوپر جانے لگی۔ مگر جیسے ہی مائر کی گاڑی گلی کا موڑ مڑی..... وہ انیکسی کی جانب بھاگ گئی۔

"پہلے رومان کو تو بتا کے آؤں۔"

☼ ☼ ☼

مائر کے ہونٹوں سے سارے راستے مسکراہٹ جدا نہیں ہوئی..... میشا کی سنگت میں گزارے لمحات اسے تتلی کے پروں جیسا ہلکا پھلکا کر رہے تھے..... مگر گھر کے اندر قدم دھرتے ہی وہ حیران رہ گیا۔

زینی اس کی منتظر تھی۔

"زینی..... تم۔"

"مجھ سے رہا نہیں گیا مائر! میں نے سوچا بلاوجہ کی ضد میں تمہیں کھو نہ دوں میں..... اس لیے تمہاری بات مانتے ہوئے کارا آنٹی سے سوری کہنے آئی تھی۔ مگر پتا چلا وہ تو ہیں ہی نہیں ورنہ میں تو صرف تمہارے لیے آئی تھی۔ تمہارا کہنا کیسے ٹال سکتی تھی میں۔"

"کیوں نہیں ٹال سکتی تھیں۔"

"کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے مائر۔"

مائر ہلکا سا مسکرایا۔

"یعنی وہ غلط کہتی تھی کہ میری تم سے محبت یک طرفہ ہے۔"

"کون؟" وہ چونکی۔

"کچھ نہیں۔ چلو میں تمہیں واپس گھر چھوڑ آؤں۔"

اور راستے میں زینی نے کچھ اور میٹھی میٹھی باتیں کر کے اس کے دل سے باقی کے سارے گلے بھی دھو ڈالے۔

☼ ☼ ☼

"میں اتنی خوش ہوں۔ اتنی خوش ہوں..... اتنی خوش کہ مجھ سے خوشی سنبھالی نہیں جا رہی۔"

وہ دونوں بازو کھولے گول گول گھومتے ہوئے ستاروں بھرے آسمان کو دیکھتی جا رہی تھی۔

اور رومان اس کی آنکھوں میں جگمگ کرتے تاروں کو دیکھتا جا رہا تھا۔

"تو اس نے کہہ دیا کہ وہ تم سے شادی کرے گا؟" وہ رومان کے سوال پہ گھومتے گھومتے رک گئی۔

"نہیں! یہ تو نہیں کہا۔"

"تم سے محبت کرتا ہے۔ یہ تو کہا ہی ہوگا۔"

"نہیں..... یہ بھی نہیں۔" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

"تو؟"

"اس نے پورے چار گھنٹے میرے ساتھ گزارے۔ رومان..... پورے چار گھنٹے..... اور ابھی وہ اور بھی کچھ وقت میرے ساتھ گزارنا چاہتا تھا..... مجھ سے دوستی کو اور مضبوط کرنا چاہتا تھا۔"

"اور تم اس پہ خوش ہو گئیں؟"

"ہاں! مگر اس خوشی میں بھی میں آپے سے باہر نہیں ہوئی۔ مجھے تمہاری ساری باتیں یاد تھیں۔ میں نے اس پر بالکل بھی ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھے اس کا ساتھ کتنا اچھا لگ رہا ہے۔ وہ مجھ سے کل پھر ملنا چاہتا ہے۔"

"تم نے تو فوراً "ہاں" کر دی ہوگی۔" رومان کے لہجے سے نادانستہ حسد چھلک پڑا۔

"نہیں! قسم سے..... مگر منع بھی نہیں کیا۔ یہ کہا کہ میں صبح فون کر کے بتاؤں گی۔"

"اور تم اسے صبح بالکل فون نہیں کرو گی۔" رومان نے تنبیہہ کی۔

"مگر وہ میرے فون کا..... میرے جواب کا انتظار کر رہا ہوگا۔"

"کرنے دو..... لینے دو اسے انتظار اور بے چینی کا مزا۔" ایسے کہتا ہوا وہ میشا کو حد سے زیادہ کٹھور لگا۔

"کوئی نہیں جی۔ وہ مزا نہیں۔ تکلیف ہوتی ہے۔"

"محبت میں تکلیف ہی تو مزا دیتی ہے۔"

"اوہو وو..... آئے بڑے۔" میشا نے اسے منہ چڑایا۔ "تمہیں کیسے پتا تم نے کی ہے محبت۔ تم نے کیا ہے بھی انتظار۔ تمہیں ملا ہے تکلیف میں مزا؟"

میشا کے سوال کے جواب میں رومان کی آنکھوں میں ایک ہلکا سا درد اور ہونٹوں پہ ایک بھیگی بھیگی سی مسکان تھی۔

"میں تو کروں گی اسے فون۔" وہ اپنی ضد پہ اڑی تھی۔

"یہ مناسب وقت نہیں ہے میشا۔" رومان نے اسے سمجھانا چاہا۔

مگر اس پہ اثر ہو تب ناں۔

"جی نہیں..... یہی ہے مناسب وقت۔ کیا تب کہوں اسے جب وہ مجھ سے مایوس ہو کر کسی اور کی طرف....."

"توبہ..... انسان ہے یا تھالی کا بینگن۔" رومان نے اس کی بات کاٹ کر اکتاہٹ سے کہا.....

میشا کو غصہ آ گیا۔

"کیا بولا تم نے؟"

"ٹھیک ہی تو کہا ہے۔ ایک لڑکی کے ذرا ادھر ادھر ہونے سے فوراً "دوسری جانب لڑھک جاتا ہے۔"

"خبردار..... مائر کو کچھ نہ کہنا۔"

"کہوں گا۔ سوچو 'زینی اس سے ناراض ہے۔ وہ بجائے اسے منانے کے اس سے اپنی غلط فہمی کو دور کرنے کے۔ تمہارے ساتھ چار گھنٹے گھومتا پھرتا رہا۔"

"ہاں تو کیا اس فضول لڑکی کے لیے جوگ لے لیتا؟ اور بات سنو میں تو اب صبح تک کا انتظار بھی نہیں کرنے والی..... ابھی اسے فون کر کے بتانے والی ہوں کہ میرے دل میں بھی اس کے لیے وہی فیلنگز ہیں جو اس کے دل میں میرے لیے ہیں۔"

"یعنی تم یہ بتانا چاہتی ہو اسے کہ....."

گاڑی کے ہارن پہ دونوں بات کرتے کرتے رک گئے۔

گیٹ کے نزدیک مائر زینی کو اپنی گاڑی سے اتار رہا تھا۔ دونوں کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

فائزہ افتخار

اک نئی سنڈریلا

سیف اللہ کاروبار کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔ وہ نیپال کے دورے پر گئے تو واپسی پر میشا ان کے ساتھ تھی۔ وہ ان کے دوست کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تو سیف اللہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ سیف اللہ کی والدہ پر شکوہ خانم نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا مگر ان کی بیوی مہر نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ ناراض ہو گئی اور دونوں بیٹیوں زینی اور ایمی کو ساتھ لے کر میکے چلی گئی۔ سیف اللہ نے اپنی سیکریٹری کارا کو چھوڑ کر مہر سے پسند کی شادی کی تھی۔ وہ مہر کی جدائی میں راتوں کو جاگنے لگا۔ دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر مہر واپس آ گئی مگر وہ میشا کو اس گھر سے نکال نہیں سکی کیونکہ وہ مکان پر شکوہ خانم کے نام تھا۔ اور وہ میشا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ مہر نے میشا کی تعلیم چھڑا دی۔ کیونکہ کاروبار مہر کے نام تھا۔ وہ میشا پر پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پر شکوہ خانم میشا کو گھر ہی میں پڑھانے لگیں۔ انہیں میشا کے خوابوں سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اس کے خواب پراسرار ہوتے تھے اور اکثر سچے بھی ہوتے تھے۔

علاقے میں میلہ لگا تو مہر، ایمی اور زینی جوش و خروش کے ساتھ وہاں جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ میشا بھی جانا چاہتی تھی۔ مگر مہر اور زینی نے اسے روک دیا۔

ناولٹ

میشا نے تہیہ کرلیا کہ خواہ سب سے چھپ کر سہی، میلے میں ضرور جائے گی۔ میشا نے پُرشکوہ خانم کی پرانی ساڑھی اور مہر کے کمرے کے پردے کاٹ کر ایک خوب صورت لباس تیار کیا اور چہرے پر بھونڈے انداز میں میک اپ تھوپ لیا تاکہ کوئی اسے دیکھے بھی تو پہچان نہ سکے۔ کانوں میں اس نے زینی کے بُندے پہن لیے۔

میشا میلے میں گئی تو اسے وہاں دیر ہوگئی۔ اسے مائر نامی ایک نوجوان ملا۔ میشا نے اسے گھر تک ساتھ چلنے کا کہا مگر اسے اپنا نام، پتا نہیں بتایا۔ وہ مائر کو اپنے ساتھ کشتی میں لے گئی۔ میشا کشتی سے اتری تو اس کا ایک بندا کشتی میں گر گیا۔ اس کے جانے کے بعد مائر نے وہ بُندا سنبھال کر رکھ لیا۔ میشا نے اپنی بے ساختہ باتوں سے اسے متاثر کیا تھا۔

مہر نے کارا کو دعوت پر بلایا کیونکہ وہ اس کے بیٹے مائر سے اپنی کسی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ مائر دعوت پر آیا تو میشا بیماری کے باعث اس سے مل نہیں سکی۔

زینی نے وہ بُندا جو اس رات میشا نے پہنا ہوا تھا، اپنے دوپٹے میں بروچ کے طور پر لگایا تو مائر اسے وہی لڑکی سمجھا جو اسے فیسٹول میں ملی تھی۔

کارا نے خاندان اور قرب جوار کی تمام لڑکیوں کو اپنے گھر مدعو کیا تاکہ مائر شادی کے لیے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلے۔ پرشکوہ خانم کا گھرانہ بھی مدعو تھا۔ مگر وہ لوگ میشا کو ساتھ نہیں لے گئیں۔

میشا گھر میں تنہا بیٹھی رو رہی تھی کہ اچانک وہاں رومان آگیا۔ اس نے اپنا تعارف پری زاد کی حیثیت سے کرایا۔ رومان نے پارٹی میں جانے کے لیے میشا کے لباس کا انتظام بھی کردیا۔ زینی نے وہ بُندا لان میں پھینک دیا تھا۔ رومان نے وہ اٹھا کر میشا کے دوپٹے میں لگادیا اور اسے دعوت میں لے گیا۔ میشا دعوت میں پہنچی تو مائر اسے دیکھ کر چونک گیا۔

چھٹی قسط

آنسو سے زیادہ نہ سننے کی تاب تھی میشا میں نہ دیکھنے کی۔ وہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ پلٹ گئی۔ نگاہوں کے آگے سب منظر دھندلے سے ہو رہے تھے۔

رومان تشویش سے اس کے پیچھے لپکا۔

"میشا۔۔۔ رُکو میشا۔۔۔!"

وہ نہیں رکی تو رومان نے آگے بڑھ کر اسے بازو سے پکڑ کے تھاما جسے میشا نے جھٹکا دے کر چھڑانا چاہا۔

"چھوڑو مجھے۔" اور جب کامیاب نہیں ہوئی تو دوسرے ہاتھ سے اسے مارنے لگی۔

"تم برے ہو۔۔۔ گندے ہو تم۔۔۔ مجھے تم پہ اب بالکل بھی بھروسا نہیں ہے۔ تمہاری ہر بات جھوٹی اور غلط نکلتی ہے۔ دفع ہو جاؤ میرے سامنے سے۔ تم میرے لیے کچھ نہیں کرسکتے۔ کوئی مدد نہیں کرسکتے میری۔ چلے جاؤ اپنے فیری لینڈ میں۔ جاؤ۔ بہت برے ہو تم۔ جاؤ۔۔۔ جاؤ۔"

اس کے ہاتھ اور زبان مسلسل چل رہے تھے اور رومان نے اسے بالکل بھی نہیں روکا۔

نہ مارنے سے۔۔۔ نہ بولنے سے۔

وہ چپ چاپ مار کھاتا اسے دیکھتا رہا۔ میشا کا دوسرا بازو اس نے ابھی بھی مضبوطی سے تھام رکھا تھا اور جب میشا بولتے بولتے اور اسے مارتے مارتے ہلکان سی ہوگئی تو اس تو نڈھال ہو کے اس نے اپنا ماتھا رومان کے سینے سے ٹکایا اور سسک کے رونے لگی۔

"برا میں نہیں ہوں میشا! بری یہ محبت ہے۔"

رومان نے اس کے سر کو ہولے سے تھپتھپاتے ہوئے دکھ بھرے لہجے میں کہا۔

"میں اس تک پہنچتے پہنچتے پیچھے کیوں رہ جاتی ہوں رومان۔۔۔ بتاؤ نا۔" وہ روتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا میشا کہ نیت صاف رکھ کے اسے پانے کی کوشش کرو۔ اس میں ملاوٹ نہ کرو۔ تم نے پھر سے تو کوئی گڑبڑ نہیں کی؟"

اس کے سوال پہ میشا نے روتے روتے سسکی سی بھری اور اس کے سینے سے اپنا سر اٹھا کے دیکھا۔ اس

کی آنسوؤں سے بھری آنکھوں میں شرمندگی عود کر آئی جسے محسوس کرکے رومان نے افسوس سے کہا۔

"یعنی کی ہے؟"

وہ لب کچلتے ہوئے سر جھکا کے ذرا ایک قدم پیچھے ہٹ کے کھڑی ہوگئی۔

☼ ☼ ☼

"اب تو مجھے سو فیصد یقین ہوگیا ہے کہ مائر کبھی مجھ سے ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔" زینی نے لہجے میں فخر سمو کے کہا۔ "چاہے میں کچھ بھی کرلوں۔ بس میرے دو آنسو یا ایک پیار بھری مسکراہٹ اسے چاروں شانے چت کرسکتی ہے۔ اتنا پیار کرتا ہے وہ مجھ سے۔"

"تم سے؟ یا اس سے؟ جس سے وہ جھیل پہ ملا تھا؟"

ایمی کے طنزیہ سوال پر وہ غصے سے چلا اٹھی۔

"شٹ اپ ایمی! وہ صرف اور صرف مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"تم اسے بھی دھوکا دے رہی ہو اور خود کو بھی۔"

"اور تم کیا کررہی ہو؟ مجھے بلیک میل؟ میں تمہیں وارننگ دے رہی ہوں۔ اپنا منہ بند رکھو اور دوبارہ یہ ذکر مت کرنا۔ سمجھیں۔"

زینی نے اسے خوں خوار نظروں سے گھورا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تم نے کتنی غلط حرکت کی ہے میشا۔" رومان کچھ کچھ ناراض لگ رہا تھا۔ اور وہ کچھ کچھ شرمندہ سی۔۔۔

"پہلے تو تم نے صرف دو لوگوں میں مس انڈراسٹینڈنگ پیدا کرنے کے لیے جھوٹ بولا تھا اور اس بار کسی کو دوسرے کی نظر سے گرانے کے لیے جھوٹ بولا بلکہ اس کے کردار پہ کیچڑ بھی اچھالی۔ تمہیں احساس ہے کہ یہ کتنی غلط بات ہے؟"

اس کی لعنت ملامت پہ میشا نے منہ ہی منہ میں بدبدا کے صرف اتنا کہا۔ "سوری۔"

"مجھ سے نہیں۔۔۔ اللہ سے کہو۔ کیونکہ دوسروں پہ بہتان لگانا اللہ کو پسند نہیں ہے۔ اسی لیے تمہارا کام بنتے بنتے بگڑ جاتا ہے۔ اپنی نیت صاف رکھو میشا۔ اس میں کھوٹ نہ آنے دو پھر جو چاہوگی وہ ہو جائے گا۔"

اس کے تسلی دینے پہ بھی میشا کے دل سے نہ غبار دور ہوا نہ چہرے سے مایوسی کے سائے ہلکے ہوئے۔ اس نے فقط ایک نظر رومان کو دیکھا اور پھر مرے مرے قدموں کے ساتھ گھر کی جانب جانے لگی۔ اس بار رومان نے اسے روکنے کی کوشش نہیں کی بلکہ دکھ اور ہمدردی بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"کھوٹ تو شاید میری نیت میں بھی ہے تب ہی تو میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرپا رہا۔ میشا۔۔۔ میں نے سچ کہا تھا۔ محبت بہت بری ہے۔ یہ میری تم سے محبت ہی ہے جو تمہیں پانے کی خواہش بھی نہیں کرتی۔ مگر تمہیں کسی اور کو پانے بھی نہیں دے رہی۔"

☼ ☼ ☼

مائر زینی کے ساتھ ہو کے بھی اس کے ساتھ نہیں تھا۔ نجانے کیوں جب بھی اسے میشا کے ساتھ گزارے گزشتہ روز کے خوشگوار پل یاد آتے تھے تو وہ بوجھل اور شرمندہ سا ہو جاتا تھا۔ اسے ایک بے چینی سی گھیر لیتی تھی۔ سوچ کر کہ وہ اس معصوم اور سادہ دل سی لڑکی کو یہ کہہ کر آیا تھا کہ وہ اسے فون کرے گا۔ یہ جاننے کے لیے کہ وہ اسے سچی دوستی کے قابل سمجھتی ہے یا نہیں مگر اب اس دوستی کا اعتراف زینی کے سامنے کرنے سے گھبرا رہا تھا۔ زینی کی فطرت سے واقف جو تھا اور پھر میشا کے ساتھ اس کا جو رویہ تھا اس کی جھلک بھی کئی بار ملاحظہ کرچکا تھا۔ نہیں چاہتا تھا میشا محض اس کی وجہ سے زینی یا مہر کے زیر عتاب آئے اس لیے فون کرنے سے اس نے گریز کیا۔ اسے اندازہ تھا کہ زینی کو کبھی یہ بات اچھی نہیں لگے گی کہ وہ میشا کی جانب بڑھے یا میشا سے اس کی دوستی ہو۔

☼ ☼

میشا نے سب جانتے بوجھتے ہوئے بھی سارا دن اور

ساری رات اس کے فون کا انتظار کیا۔

بوجھل دل اور اترے ہوئے چہرے کے ساتھ وہ دھلے ہوئے کپڑے تار پہ پھیلا رہی تھی جب رومان اس کے عقب میں آکر کھڑا ہو گیا۔

"تم ابھی تک اداس ہو؟" وہ کل والی اداسی کے غلبے سے نکل چکا تھا۔

"نہیں! مجھے تو بہت خوش ہونا چاہیے... ناچنا گانا چاہیے..."

وہ البتہ کل کی طرح ہی اکھڑی ہوئی تھی۔

"بالکل! تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے۔"

"تم پاگل ہو گیا؟"

"نہیں! میں نہیں، تم پاگل لگو گی اگر یہ روتا بسورتا چہرہ اور آنسو بھری آنکھیں لے کر مائر کے سامنے گئیں اس پہ یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ تمہیں اس کی وجہ سے کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ یاد رکھو میشا! اس پہ یہ کبھی ظاہر نہ ہونے دینا کہ تم اس کی وقتی توجہ کا کوئی اور مطلب سمجھی ہو۔ اس کے سامنے ایسے رہو جیسے تمہیں اس بات کی بالکل پروا نہ ہو کہ وہ زینی سے محبت کرتا ہے یا اس سے شادی کرنے والا ہے۔ اس کے سامنے کبھی کمزور مت پڑو۔"

"کہنا آسان ہے۔ مگر کرنا بہت مشکل۔"

"اتنا بھی نہیں۔ جب کوئی ضبط کرنے پہ آئے تو بس کر گزرتا ہے۔" رومان کی جگنو بھری آنکھوں میں ستارہ ٹوٹا تھا۔

"تم جانتی ہو، وہ کون سی چیز ہے جس نے مائر کو زینی کی جانب دوبارہ پلٹنے پہ مجبور کیا؟"

"کون سی چیز؟"

"جیلسی... حسد... رقابت... جیسے ہی اسے احساس ہوا کہ زینی کی زندگی میں اس کے علاوہ کوئی اور بھی ہے یا ہو سکتا ہے، وہ گھبرا گیا۔ تم بھی یہ احساس مائر کے دل میں جگا سکتی ہو۔"

"تو... الٹے مشورے تو کوئی تم سے سنے۔" میشا نے پہلے اسے تیکھی نظر سے گھورا پھر ہونٹ لٹکائے۔

"میں کیسے دلاؤں یہ احساس؟ میری زندگی میں تو کوئی اور ہے ہی نہیں۔"

"احمق لڑکی... زینی کو بھی اور کوئی منہ لگانے پہ تیار نہیں ہے۔ جھوٹ بولا تھا اس نے۔ ڈراما کیا تھا۔ کچھ سمجھیں۔"

"ہوں..." اب میشا واقعی سمجھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

ایمی ہمیشہ کی طرح آج بھی وہیں اسی درخت سے ٹیک لگائے بیٹھی رو رہی تھی۔ وہ مسکرایا اور اس کے پاس آکے بولا۔

"چاکلیٹ لاؤں تمہارے لیے۔"

"نہیں چاہیے۔" وہ ہتھیلی کی پشت سے آنسو صاف کرکے بولی۔

"کیوں؟ ڈائٹنگ؟"

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔ میں زینی جیسی تو پھر بھی نہیں بن سکتی۔"

"اللہ نہ کرے جو تم زینی جیسی بنو۔ تم جیسی بھی ہو۔ بہت اچھی ہو۔"

"تم میرا دل رکھنے کے لیے ایسی باتیں کرتے ہو۔"

"کاش... میں تمہارا دل رکھ سکتا۔ مگر کیا کروں میرے پاس اتنی جگہ نہیں ہے۔"

اس کے سادہ سے انداز میں کہی بات نے ایمی کو پھر سے غصہ دلا دیا۔

"پھر سے مذاق اڑا رہے ہو میرا؟"

"قسم سے نہیں... میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ میں پہلے ہی کسی کا دل رکھ چکا ہوں اور ایک وقت میں ایک ہی دل رکھ سکتا ہوں۔ اتنی ہی جگہ ہے میرے سینے میں ورنہ خوشی خوشی رکھ لیتا تمہارا دل بھی۔"

ایمی کا منہ مایوسی سے لٹک گیا۔

"اچھا... مطلب... تم کسی اور سے محبت کرتے ہو؟ اور ماما کا خیال ہے وہ تم سے میری..."

کہتے کہتے وہ تو رک گئی۔ مگر پلکوں پہ سجے دو آنسوؤں کو گرنے سے نہ روک سکی جن کو رومان نے اپنی انگلی کی پور پہ چن لیا اور مسکرا کے کہا۔

"اف... یہ آنسو... یاد رکھو ایمی! ابھی بھی اس کے لیے آنسو نہ بہاؤ جو تمہارے لیے آنسو نہ بہا سکے۔ ان کو سنبھال کے رکھو۔ اس کے لیے جو تمہارے پیار میں آنسو بہا سکے۔"

"مجھے نہیں لگتا اس دنیا میں کوئی ایسا ہوگا۔"

اس کے لہجے میں محرومیاں تھیں۔ رومان نے تسلی دی۔

"ہوگا... ضرور ہوگا... یہیں کہیں۔"

☼ ☼ ☼

یہ زینی کی غلط فہمی تھی کہ اب وہ جب چاہے مائر کو تسخیر کر سکتی ہے اور اس کے آنسو ہر بار اس کو موم کر سکتے ہیں۔ مگر اس کا یہ گمان کچھ مرجھا سا گیا تھا کیونکہ پچھلے دو دن سے وہ متواتر مل رہے تھے مگر ہر بار مل کے بھی اسے لگتا تھا وہ مائر سے نہیں ملی۔ مائر تو جیسے کہیں کھو گیا تھا۔ اس کے ساتھ ہوتے ہوئے بھی ساتھ نہیں ہوتا تھا۔

وہ جھنجلانے لگی۔ چڑنے لگی۔

اور اس جھنجلاہٹ اور چڑچڑے پن نے رنگ دکھانا ہی تھا کیونکہ دوسری جانب مائر تھا جس کا اپنا مزاج ہمیشہ آخری سرے پہ ہوتا تھا۔

"ہنی مون کے لیے کہاں جائیں گے؟" وہ بار بار اسے اس موضوع کی طرف لا رہی تھی جتنا وہ اس سے بدک رہا تھا۔

"ابھی سے میں کیا بتاؤں؟ بعد میں دیکھیں گے۔"

اس کی بے زاری نے زینی کو غصہ دلا دیا۔ "تمہارا موڈ بدلا بدلا سا ہے مائر۔"

"ایسا نہیں ہے۔ شاید تھکا ہوا ہوں۔"

"اگر تمہیں مجھ سے محبت ہے تو میرے ساتھ سے تمہیں تھکن نہیں محسوس ہونی چاہیے۔"

"زینی! یہ کیا بات ہوئی؟"

اس کے ماتھے کی ناگوار شکنیں زینی کو تاؤ دلا گئیں۔

"میں سمجھ گئی... یہ سب کارا آنٹی کی وجہ سے ہے۔"

"زینی پلیز... مام کو درمیان میں مت لاؤ۔"

"میں نہیں لا رہی۔ وہ خود آ رہی ہیں درمیان میں۔ جب سے وہ واپس آئی ہیں تم ایسے ہی پیش آ رہے ہو میرے ساتھ۔ لگتا ہے انہوں نے پھر سے تمہیں میرے خلاف بھر دیا ہے۔"

"وہ ایسا کیوں کریں گی زینی! تم بلا وجہ وہم کر رہی ہو۔ مام ایسی نہیں ہیں۔"

"وہ ایسی ہی ہیں۔ میری ماما نے مجھے بتایا ہے کہ ان کی نیچر ہی ایسی ہے۔"

"او گاڈ... امہر آنٹی کے ان کے بارے میں ایسے خیالات ہیں۔ تب ہی تم ان کے لیے اتنی غلط رائے رکھتی ہو۔"

"میری مام غلط نہیں کہتیں۔ تم بھی بہت جلد کارا آنٹی کا اصل روپ دیکھ لو گے۔" اس کی یہ بات مائر کے صبر کو دبانے تک لے آئی۔

"تمہیں تو ابھی میری مام ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔ تم اپنے دل میں ان کے خلاف اتنا کچھ بھر کے بیٹھی ہو۔ شادی کے بعد کیسے ایڈجسٹ کرو گی؟"

"تمہاری مام یہ شادی ہونے دیں گی۔ تب نا... میں جانتی ہوں۔ ان کی پوری کوشش ہے یہ شادی نہ ہو۔"

"اور مجھے لگتا ہے اگر یہ شادی نہ ہوئی تو اس کی سب سے بڑی وجہ تم ہو گی۔ اگر ہمارا بریک اپ ہوا تو اس کی وجہ مام کا نہیں، تمہارا رویہ ہوگا۔"

"بریک اپ؟ اب بھی تم کہتے ہو، کارا آنٹی کا تمہارے اس بدلتے رویے سے کوئی تعلق نہیں ہے؟ کل وہ واپس آئی ہیں اور آج تم بریک اپ کی بات کر رہے ہو۔ جا رہی ہوں میں۔"

وہ جانے کے لیے پلٹی اور مائر نے پیچھے سے پکار کر کہا۔

"اس بار میں تمہیں منانے نہیں آؤں گا زینی!"

☼ ☼ ☼

رومان ڈسٹنگ کرتے ہوئے اپنی جمائیاں روکنے کی

کوشش کر رہا تھا کیونکہ پرشکوہ خانم ایک ضخیم کتاب میں سے کچھ پڑھ کے اسے سنا رہی تھیں بالالفاظ دیگر اس کی معلومات میں اضافہ کر رہی تھیں۔ جس کا وہ قطعی خواہش مند نہیں تھا۔

"تم دھیان سے کیوں نہیں سن رہے لڑکے؟"

آخر انہوں نے اس کی بے توجہی محسوس کر کے کہا۔

"آپ مجھے یہ سب سنا کیوں رہی ہیں؟"

وہ ناگوار تاثرات چھپانے کی رتی بھر بھی کوشش نہیں کر رہا تھا۔

"تم بالکل میشا جیسے ہو۔ کہانیاں جتنی مرضی سنا دو اسے۔ بور نہیں ہوگی مگر کام کی بات بتانے لگو تو کانوں پہ ہاتھ رکھ لے گی۔ بہت عادتیں ملتی ہیں تم دونوں کی۔"

"کاش عادتوں کے ساتھ ساتھ ستارے بھی ملتے ہوتے۔"

اس نے بے حد آہستگی سے زیر لب کہا تھا۔ ان تک الفاظ تو نہیں پہنچ سکے مگر وہ اس کی نظروں کا مبہم مفہوم ضرور بھانپ گئیں۔ وہ نظریں جو دیوار پہ آویزاں میشا کی تصویر پہ مرکوز تھیں۔

پرشکوہ خانم کا ذہن ان نظروں سے الجھ سا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

زینی سے تلخ کلامی کر کے آنے کے بعد وہ خود کو ہلکا پھلکا محسوس کر رہا تھا اور گھر آتے ہی اپنے فون سے میشا کے گھر کا نمبر ملاتے ملاتے وہ ٹھٹک کے رکا۔

"تو کیا میں زینی کی قربت سے اس لیے خائف ہو رہا تھا کہ اس کی ناراضی کے ڈر کی وجہ سے مجھے میشا سے گریز کرنا پڑ رہا تھا۔ کیا اس لیے دانستہ یا نادانستہ میں نے اسے خود سے دور کیا تاکہ میں کسی طرح دوبارہ میشا سے رابطہ کر سکوں۔"

وہ اپنی ادھیڑبن سے تب نکلا جب فون کے دوسری جانب میشا کی آواز سنائی دی۔

"ماژ؟ خیریت؟" اس کا لہجہ اکھڑا اکھڑا تھا۔ وجہ وہ جانتا تھا۔

"مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنا ہے۔ ملنا چاہتا ہوں۔"

"میرے لیے بغیر کسی وجہ کے نکلنا بہت مشکل ہوتا ہے ماژ! کئی بہلنے ہوتے ہیں۔"

"مجھ سے ملنے کے لیے کیا یہ وجہ کافی نہیں ہے کہ میں ملنا چاہتا ہوں۔"

اور یہ سن کے میشا کی وہ ساری دیواریں ڈھے گئیں جو اس نے رومان کی ہدایت پہ اپنے ارد گرد کھڑی کی تھیں۔

"کہو..." وہ ہتھیار ڈالنے کے انداز میں بولی۔

"کیا ہم صبح مل سکتے ہیں؟"

"صبح؟ مشکل ہے۔"

"پلیز میشا! بس تھوڑی دیر کے لیے۔"

"ٹھیک ہے۔ دیکھتی ہوں کچھ..."

اور اس کی مزاحمت دم توڑ گئی۔ فون بند کرتے ہی اس کے چہرے پہ خوشی بھری مسکراہٹ آگئی کچھ دیر کے لیے اس نے زینی کے وجود کو یکسر فراموش ہی کر دیا۔

علی الصبح وہ گھاٹی کے اوپر سے پھول توڑ کے لا رہی تھی جب گھر کے بالکل سامنے ماژ کو اپنے انتظار میں پایا۔

"جنگل سے آرہی ہو؟ ڈر نہیں لگتا اکیلے جانے سے؟"

"نہیں تو... لگتا تب بھی جاتی... اتنا پیار ہے مجھے ان پھولوں سے کہ ان کے لیے کہیں بھی جا سکتی ہوں۔"

"کیا کرتی ہو ان پھولوں کا؟"

"سجاتی ہوں۔"

"کہاں؟"

ماژ نے اوپر اپنے کمرے کی کھڑکی سے جھانکتی زینی کو دیکھ لیا تھا اس لیے بلاوجہ بات کو طول دینے لگا۔

"کہیں بھی۔ جہاں بھی یہ سجے ہوئے اچھے لگیں۔"

وہ ماژ کے اس سوال در سوال کا مقصد نہ جان پا رہی تھی۔

"میں بتاؤں یہ پھول سب سے اچھے کہاں سج کے لگیں گے۔"

"ہاں... بتاؤ۔" میشا کے کہنے پر ماژ نے اس کے ہاتھ میں تھمی ٹوکری سے ایک پھول اٹھایا اور اس کے بالوں میں سجانے لگا۔

"یہاں... ان پھولوں کی اس سے اچھی جگہ کوئی اور ہو ہی نہیں سکتی۔"

میشا کے لیے یہ انتہائی غیر متوقع تھا اس لیے وہ اپنی بے ساختہ امنڈ آنے والی مسکراہٹ اور خوشی کو چھپا نہ پائی۔ باوجود رومان کی سب ہدایتیں پلو سے باندھنے کے... بالکل اسی طرح جیسے زینی یہ چھپا نہیں پا رہی تھی کہ وہ کتنی جل بھن رہی ہے۔ ماژ نے ایک بار پھر کن اکھیوں سے زینی کو دیکھا اور میشا کا ہاتھ تھاما...

"جھیل پہ چلیں..."

"ہاں... چلو..."

اور ابھی وہ اس کے ساتھ چند قدم ہی آگے چلا ہوگا کہ اس کے فون پہ زینی کی کال آگئی۔ وہ ہلکا سا مسکرایا پھر بڑے اجنبی سے انداز میں پوچھا۔

"ہاں بولو زینی... کیا بات ہے؟"

"ماژ! تم یہ ٹھیک نہیں کر رہے۔"

دوسری جانب سے وہ چلائی تھی۔

میشا نے ایک نظر ماژ کے چہرے کو دیکھا اور پھر خود کو اس گفتگو سے لاتعلق ظاہر کرتے ہوئے اپنی گود میں رکھی ٹوکری کے پھول گننے لگی۔ یونہی بلاوجہ...

"تم تو جیسے بہت ٹھیک کر رہی ہو اور میں نے کیا کیا ہے؟ بات کو تم نے بڑھایا تھا زینی۔"

"تم مجھے غصہ دلا دیتے ہو تو میرے منہ سے بھی کچھ الٹا سیدھا نکل جاتا ہے مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ تم اس وجہ سے میرے سامنے کسی اور کے ساتھ..."

ماژ نے فون کان سے ہٹایا۔ مگر لائن کاٹے بغیر ہی میشا سے کہنے لگا۔ صرف اور صرف زینی کو سنانے کے لیے۔

"میشا! تم ڈسٹرب ہو رہی ہوگی ان بار بار آنے والی کالز سے... میں ایسا کرتا ہوں شام تک کے لیے فون آف کر دیتا ہوں۔ ٹھیک ہے۔"

"ماژ... تم شام تک اس کے ساتھ رہنے والے ہو؟"

دوسری جانب سے زینی کی چیخ سن کر ماژ کے اندر سکون سا اتر آیا۔

☼ ☼ ☼

"اتنا مزا آیا۔ اتنا مزا آیا۔ اس نے بتایا' اسے میرا ساتھ کتنا اچھا لگتا ہے۔ میرے ساتھ باتیں کرنا اچھا لگتا ہے۔ میں اچھی لگتی ہوں۔ اور جب زینی کو پتا چلا تو اس کا وہ حال ہوا کہ کیا بتاؤں۔ میں نے اتنی دور تک اس کے چلانے کی آواز سنی تھی۔"

وہ رات کو مزے لے لے کر رومان کو بتا رہی تھی۔ جس کے چہرے پہ تاسف صاف نظر آرہا تھا۔

"اور اسے بتایا کس نے۔"

"ظاہر ہے! ماژ نے..." وہ بولی۔

"تمہیں پتا ہے میشا! تمہارے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟"

"ہاں پتا ہے۔ پیار ہو رہا ہے۔" وہ آنکھیں میچ کے کہہ رہی تھی۔ "مجھے ماژ سے اور ماژ کو مجھ سے..."

"احمق لڑکی! جو تم ماژ کے ساتھ کرنے جا رہی تھیں' وہ تمہارے ساتھ کر رہا ہے اب..."

"وہی تو... میں اس سے محبت کرتی ہوں۔ وہ بھی اب مجھ سے محبت کرنے لگا ہے۔"

"ڈفر... تم بھول رہی ہو کہ میرے کہنے پہ تم اسے رقابت اور حسد کا مزا چکھانے والی تھیں یہ بتا کر کہ تم کسی کو پسند کرتی ہو۔ تاکہ اس کے دل میں چبھن پیدا ہو۔ اور یہی وہ کر رہا ہے اب۔ زینی پہ یہ ثابت کرے کہ وہ اس کے مقابلے میں تمہیں اہمیت دیتا ہے تاکہ زینی مجبور ہو کے اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔ اور تم کتنی آسانی سے کٹھ پتلی بن گئیں۔ میشا وہ زینی کو منانے کے لیے تمہیں استعمال کر رہا ہے۔"

میشا منہ کھولے حیرت سے سنتی رہی۔ اس نے رومان کی بات جھٹلانے کی کوشش بھی نہ کی۔ بس ٹوٹے ہوئے لہجے میں اتنا کہا۔

"رومان! مجھے تو لگتا تھا۔ زینی بس مائرہ سے شادی کرنا چاہتی ہے کسی بھی طرح۔ تو کیا وہ سچ مچ اس سے محبت کرتی ہے۔"

"ایسا کیوں لگا تمہیں؟"

"دیکھو ناں! وہ مائرہ سے محبت کرتی ہے تب ہی تو اتنا جلی مجھے اس کے ساتھ دیکھ کے۔ ابھی بھی مجھے ایسے گھور رہی تھی جیسے کچا چبا جائے گی۔ گرینی ساتھ نہ ہوتیں تو وہ شاید مجھے مار ہی دیتی۔ نفرت تو وہ مجھ سے پہلے بھی کرتی تھی مگر آج اس کی آنکھوں میں دس گنا زیادہ نفرت تھی۔ اس لیے ناں کہ مائرہ اس کے بجائے مجھ سے۔۔۔ نہیں رومان! یہ مائرہ سے اس کی محبت ہے جو مجھ سے حسد کر رہی ہے۔"

"نہیں۔۔۔ یہ محبت نہیں ہے۔"

"کیوں۔۔۔ کیوں نہیں ہے؟"

"جس سے محبت کی جائے اسے کسی کے ساتھ دیکھ کے دکھ ہوتا ہے شاید حسد اور جلن بھی محسوس ہوتی ہو مگر محبت کی جلن میں انسان اندر ہی اندر خود جل کے بھسم ہو جاتا ہے۔ دھواں باہر نہیں نکلتا۔"

"میں سمجھی نہیں۔" اس کے سر کے اوپر سے گزر گئی رومان کی یہ منطق۔

"زینی! تمہیں مائرہ کے ساتھ دیکھ کے جلی۔ مگر اس حسد میں دکھ ہوتا تو محبت ثابت ہوتی۔ اس کے حسد میں صرف غصہ اور نفرت ہے۔ ہارنے کا غصہ۔۔۔ اور پیچھے رہ جانے کی تلملاہٹ۔"

"اگر اسے سچی محبت ہوتی، تو کیا کرتی۔"

رومان بے ساختہ کہنے والا تھا۔

"وہی، جو میں کر رہا ہوں۔"

مگر بروقت اس نے خود کو روک لیا اور اپنے دل کی آواز کو کچھ اور الفاظ کا پیراہن پہنا دیا۔

"سچی محبت۔۔۔ جس سے سچی محبت ہو، اس کے دل میں کسی اور کی جگہ بنتے دیکھ کے دل میں کسک تو ہوتی ہے۔ دکھ بھی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو بھی آجاتے ہیں۔ بے چینی سی ہوتی ہے۔ مگر لب سے آہ نہیں نکلتی۔ بس سب کچھ برا برا سا لگنے لگتا ہے۔ کسی اور سے تو نہیں۔ ہاں اپنے آپ سے ضرور نفرت ہو جاتی ہے، ہم کیوں اس قابل نہیں کہ اس کی نظر میں سما سکیں۔"

"مطلب جلن ہوتی ضرور ہوتی ہے۔"

"ہاں مگر بھسم کر دینے والی نہیں۔ میٹھی میٹھی سی کسک۔۔۔ ہلکا ہلکا دھواں۔"

"تم کیسی فضول اور مشکل سی باتیں۔۔۔"

بے زاری سے منہ بناتے ہوئے میشا کہہ رہی تھی جب رومان کی جیب سے جھانکتی چاکلیٹ پہ اس کی نظر پڑی۔

"واؤ۔۔۔ چاکلیٹ۔۔۔ میرے لیے لائے تھے؟"

اس نے ہاتھ بڑھا کے اس کی جیب سے چاکلیٹ نکال لی جو اگلے ہی پل رومان نے واپس اچک لی۔

"اوں ہوں۔ تمہارے لیے نہیں ہے۔ ادھر دو۔ یہ میں امی کے لیے لایا تھا۔"

"امی کے لیے کیوں؟" اسے برا لگا تھا۔

"کیونکہ اسے پسند ہے۔"

"مجھے بھی پسند ہے۔"

"تمہیں بھی لادوں گا۔ مگر یہ امی کی ہے۔ صرف امی کی۔"

اس نے چاکلیٹ دوبارہ جیب میں رکھ لی۔ میشا کچھ نہ بولی مگر دل میں ایک میٹھی میٹھی سی کسک اور جلن ضرور تھی۔

اور آس پاس اٹھتا۔۔۔ ہلکا سا دھواں۔۔۔

اندر کہیں چھپ کے بیٹھی محبت اوٹ سے دیکھتی مزے لیتی مسکرا رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

مرے مرے بوجھل قدموں کے ساتھ وہ گھر کے اندر داخل ہوئی۔ اس کی سمجھ سے قاصر تھا کہ ایک ذرا سی چاکلیٹ نہ ملنے پہ وہ اتنی افسردہ کیوں ہو رہی ہے۔

"اونہہ۔۔۔ بڑا آیا چاکلیٹ نہ دینے والا۔ سمجھتا کیا ہے خود کو۔ کہیں کا۔۔۔ مجھے کیا کمی ہے چاکلیٹ کی۔۔۔ ابھی مائرہ سے کہوں تو ڈھیر لگا دے میرے سامنے۔"

اس نے تصور میں مائرہ کا لایا ڈھیر دیکھنا چاہا۔ مگر دل ہنوز اسی معمولی سی چاکلیٹ کے لیے ہمک رہا تھا جو رومان نے اس سے واپس چھین لی تھی۔

اندر مہر زینی کے بھڑکانے پہ اس پہ برسنے کے لیے تیار تھی۔ چاہ کے بھی وہ مائرہ والی بات زبان پہ نہیں لا پا رہی تھی کہ اس میں سبکی تو اپنی بیٹی کی ہی تھی کہ سب جانتے تھے، مائرہ اسے پسند کرتا ہے، اب کیسے سب کے سامنے اعتراف کیا جائے کہ مائرہ اس کے بجائے میشا کو۔۔۔ اس لیے دل کی بھڑاس اور طریقوں سے نکالی جا رہی تھی۔

"سارا دن بھی تم گھر سے باہر رہتی ہو اور راتوں کو بھی تمہارے چکر ہی ختم نہیں ہوتے۔ کیا کر رہی تھیں تم اتنی رات کو باہر۔ اور خبردار جواب کوئی من گھڑت بہانہ بنایا تو۔"

میشا اندر ہی اندر اتنی الجھی ہوئی تھی کہ مہر کو ترخ سے جواب بھی نہ دے پائی۔ البتہ پر شکوہ خانم اس کی مدد کو آگے بڑھیں۔

"تمہارے پاس بھی بس بہانے ہوتے ہیں مہر! کسی نہ کسی بات کو وجہ بنا کے میشا کو ڈانٹتی رہتی ہو۔"

"اور آپ اسے شہہ دیتی رہتی ہیں۔ یہ میری کچھ نہیں لگتی۔ مگر میرے گھر میں تو رہتی ہے۔ کچھ اونچ نیچ ہو گئی تو باتیں مجھے بھی سننی پڑیں گی۔ اسے اتنی ڈھیل مت دیں۔"

"اور جو ڈھیل تم نے زینی اور امی کو دے رکھی ہے وہ تمہیں نظر نہیں آتی۔ زینی سارا سارا دن مائرہ کے ساتھ گھومتی پائی جاتی ہے اور امی چوبیس گھنٹے رومان کے گرد منڈلاتی رہتی ہے۔ مانا دونوں لڑکے اچھے اور شریف ہیں مگر لوگ کیا کہیں گے؟"

ان دونوں کو بحث میں الجھا چھوڑ کے میشا اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی۔

"ان کی بات اور ہے۔ مائرہ اور زینی کی کچھ دن تک منگنی ہو جائے گی۔"

مہر نے دانستہ میشا کو سنانے کے لیے کہا۔ اور اوپر جاتے جاتے وہ پل بھر کے لیے ٹھٹک کے رکی بھی۔ تلملاہٹ اور جھنجلاہٹ نے اس کے پورے وجود کو گھیرے میں بھی لے لیا تھا۔ مائرہ اور زینی کا نام ایک ساتھ سننا ذرا برداشت نہیں ہوا۔

"ان کے لیے تو اچھا ہی ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ وقت گزاریں تاکہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں۔"

میشا کا ٹھٹک کے رکنا ہی مہر کو تسکین دے گیا۔ ابھی تو اس نے میشا کے ماتھے کی شکنیں اور نگاہوں میں لپکتے شعلے بھی دیکھنے تھے۔ میشا ایک گہرا سانس لے کر خود کو ٹھنڈا کرتی اگلا قدم زینے پہ رکھنے ہی والی تھی کہ مہر کی اگلی بات نے اسے جھنجوڑ کے رکھ دیا۔

"امی اور رومان کے بارے میں بھی اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان دونوں کے لیے بھی میں نے یہی سوچا ہے کہ ان کی شادی کر دی جائے۔"

وہ ایک جھٹکے سے مڑی۔۔۔

اب ماتھے پہ شکنیں نہیں۔ پورے وجود پہ لرزہ تھا۔ جھنجلاہٹ یا تلملاہٹ نہیں۔۔۔ شکست خوردگی کا احساس غالب تھا۔ اس کی ٹانگیں بے جان سی ہو گئیں۔ جیسے آگے بڑھنے سے انکاری ہوں۔

وہ ساری رات اس نے ایک خالی پن کے ساتھ گزاری۔

خالی خالی ذہن۔۔۔

خالی خالی دل۔۔۔

☼ ☼ ☼

مائرہ صبح صبح زینی کو اپنے کمرے کے باہر دیکھ کے حیران رہ گیا۔

زینی کو مہر نے پٹی پڑھا کے بھیجا تھا کہ اسے اتنی جلدی ہار نہیں ماننی چاہیے اور مائرہ کو میشا سے دور کرنے

کے لیے بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے مائز!" وہ یکسر بدلی ہوئی لگ رہی تھی۔

"مجھے کسی سے ملنے جانا ہے۔ دیر ہو رہی ہے۔" بدل تو وہ بھی گیا تھا۔

"بس! تھوڑی دیر۔"

"او کے! میں ایک کال کر کے بتا دوں اسے۔ جس سے مجھے ملنے جانا تھا ورنہ وہ پریشان ہوگی۔"

محض زینی کو مزید جلانے تڑپانے کے لیے اس نے سیف کاٹیج کا نمبر ملایا۔ صفائی میں مصروف یشا نے ریسیور اٹھایا اور خلاف توقع اکھڑے لہجے میں اس کی وارفتگی کا جواب دیا۔

"ہاں بولو۔ ذرا جلدی۔ مجھے بہت سے کام ہیں۔"

اور مائز جس نے جان بوجھ کے زینی کے سامنے بہت زیادہ والہانہ پن سے اسے مخاطب کیا تھا۔ کچھ ٹھٹک سا گیا مگر زینی کی موجودگی کی وجہ سے سوال نہ کر پایا۔

"تم تیار ہو؟ سوری! تمہیں انتظار کرنا پڑ رہا ہے۔ میں بس آ ہی رہا ہوں۔"

"نہیں! تم مت آؤ۔ میں نہیں مل سکتی۔"

اس بار لہجہ صرف اکھڑا ہوا اور اجنبی ہی نہیں صاف صاف بے زار بھی محسوس ہو رہا تھا۔

مائز چاہتے ہوئے بھی وجہ دریافت نہ کر پا رہا تھا اور اس کی کوشش تھی اس کی یک طرفہ گفتگو سے زینی کو بس یہی اندازہ ہو کہ دونوں کے درمیان بہت دوستانہ اور بے تکلفانہ گفتگو ہو رہی ہے۔

"کیا ہوا' مجھے تو بتاؤ۔ مجھ سے تو تم سب کچھ شیئر کرتی ہو۔"

"نہیں! ابھی تم میرے لیے اتنے اہم نہیں ہو کہ میں تم سے سب کچھ شیئر کروں۔"

اب تو مائز کو پختہ یقین ہو گیا کہ کچھ ہے ضرور... مگر اس نے کمال مہارت سے بات پلٹی۔

"ہاں... بالکل... میرے لیے بھی تم بہت اہم... بہت خاص ہو یشا۔"

جہاں زینی یہ سن کے اندر ہی اندر بھڑک کر خاک ہو گئی وہیں یشا ضبط نہ کر سکی اور تراخ سے کہا۔

"وہ تو مجھے اندازہ ہے۔ میں واقعی بہت اہم ہوں۔ میں نہ ہوں تو تم زینی کو اپنے تک کھینچ کے کیسے لاؤ گے؟"

اس نے کھٹ سے فون رکھ دیا۔

اس بار تو مائز کے ہاتھوں کے توتے ہی اڑ گئے۔ حواس باختگی کو چھپاتے ہوئے اس نے دزدیدہ نظروں سے زینی کو دیکھا اور بمشکل مسکرا کے کہا۔

"ہاں... یشا ملتے ہیں پھر۔"

☼ ☼ ☼

"ہاں یار ابھی ملتی ہوں تم سے۔ ہونہہ..." وہ غصے میں تیز تیز ہاتھ چلاتی بوچا لگا رہی تھی۔

"نہیں ملنے والی اس سے بھی۔ سمجھ کیا رکھا ہے مجھے۔ میں کیا اتنی فالتو ہوں جو یہ مجھے زینی کو جلانے کے لیے استعمال کرے گا۔ میں بھی کیسے بدھو بن گئی اس کے ہاتھوں۔ رومان ٹھیک کہتا تھا۔"

دل جو غصے سے ابل رہا تھا یکایک رومان کے نام سے بھر آیا۔ اور وہ سب وہیں چھوڑ کے بازوؤں میں منہ چھپا کے رو پڑی۔

وہ اپنے آنسوؤں کی وجہ خود نہیں جانتی تھی۔

☼ ☼ ☼

زینی مہر کے سکھائے اسباق پہ پوری طرح عمل کرتے ہوئے کارا کے سامنے تابعدار سی بنی کھڑی تھی۔

"پتا نہیں آنٹی! مجھے کیا ہو گیا تھا ورنہ مجھے تو آپ ہمیشہ اپنی ماما جیسی لگتی ہیں۔ بلیو می! آپ کو ناراض کرنے کے بعد سے اب تک میں سو نہیں سکی۔ نہ کچھ کھایا پیا۔ آپ جب تک مجھے معاف نہیں کریں گی میں نہ یہاں سے جاؤں گی۔ نہ کچھ کھاؤں پیوں گی۔"

وہ لیچڑ پن سے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے کہہ رہی تھی اور کارا الجھن کے عالم میں تھی کہ اس کی باتوں کا یقین کرے یا جھاڑ کے رکھ دے۔ اس نے اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش بھی کی۔

"او کے زینی... تم بہت زیادہ...؟"

"نہیں آنٹی نہیں..." اس نے گرفت اور مضبوط کر دی۔ رونے بھی لگی۔ "جب تک آپ کھلے دل سے معاف نہیں کرتیں۔ میں نہیں جاؤں گی یہاں سے۔ نہ آپ کے ہاتھ چھوڑوں گی۔ بلکہ میں تو پیروں میں بھی پڑ جاؤں گی۔"

اس کے رونے سے بالآخر کارا ذرا نرم پڑ گئی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔ میں نے تمہیں معاف کیا۔ تم بھی سب بھول جاؤ۔"

"آپ جو کہیں گی۔ میں وہی کروں گی۔ بس آپ بتا دیں کہ آپ کو میری کون کون سی بات بری لگتی ہے' کون کون سی عادت ناپسند ہے۔ میں وہ سب چھوڑ دوں گی اور... اور آنٹی... آپ کو اگر مائز سے میری دوستی بھی پسند نہیں ہے تو میں وہ بھی چھوڑ دوں گی۔"

اس بار وہ کارا کو چونکانے میں کامیاب ہو ہی گئی۔

"زینی!"

"جی آنٹی... میں سچ کہہ رہی ہوں۔ آپ بے شک آزما کے دیکھ لیں۔ مجھے وہ محبت نہیں چاہیے جو ایک ماں کے خواب توڑ کے یا اس کا دل دکھا کے ملے۔"

لو جی۔ اب تو کارا نے ڈھیر ہونا ہی تھا۔ یہ معرکہ سر کرنے کے بعد وہ مائز کے سامنے تھی۔ اترا اترا کے کہتے ہوئے۔

"دیکھا تم نے زینی کا کمال۔"

مائز خود حیران تھا۔ اپنی ماں کے یکسر بدلے خیالات دیکھ کے۔

"تم بہت عجیب ہو زینی۔"

"تمہارے لیے میں کچھ بھی کر سکتی ہوں مائز! ویسے بھی تمہاری ماں میرے لیے اتنی ہی قابل احترام ہیں جتنی تمہارے لیے۔ مجھے تمہارے ساتھ ساتھ ان کی خوشی کا بھی خیال ہے۔"

"تم نے یہ سب میرے لیے کیا ہے لیکن اگر ماں نے واقعی تم سے کہا کہ تم میرا خیال دل سے نکال دو... تو...؟"

"تو میں سچ مچ ایسا ہی کروں گی۔ تم پہ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ میں تم سے کتنی محبت کرتی ہوں۔ مگر میں جانتی ہوں کارا آنٹی کبھی ایسا نہیں کریں گی۔ وہ تمہاری ماں ہیں۔ ان کو بھی تو تمہاری خوشی اور محبت کا خیال ہوگا۔ وہ مجھے تم سے دور کیسے کر سکتی ہیں۔"

"ہاں! تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ ابھی ابھی ماں نے مجھ سے یہی کہا ہے۔"

"کیا کہا ہے؟" زینی نے بے تابی سے پوچھا۔

"یہی کہ اب انہیں میری پسند پہ کوئی اعتراض نہیں ہے۔ وہ تمہیں بطور بہو قبول کر رہی ہیں۔"

یہ اطلاع دیتے ہوئے مائز کے انداز میں نہ کوئی خوشی تھی نہ بشاشت۔ مگر زینی جیسے پھر سے جی اٹھی۔

"سچ!" اور پھر کچھ سوچ کے اسے ٹٹولنے لگی۔

"اور... اور وہ یشا...؟"

وہ بری طرح چونکا۔ "یشا؟"

"اسے کیوں لائے تم درمیان میں؟"

زینی کو گویا پھر سے سارے حقوق مل گئے تھے اس سے بازپرس کرنے کے۔

"ایسا کچھ نہیں ہے' وہ کیوں آئے گی درمیان میں۔ وہ صرف ایک اچھی دوست ہے۔"

"میں جانتی تھی' وہ کچھ اور ہو بھی نہیں سکتی نہ کچھ اور ہونے کے قابل ہے۔"

وہ طمانیت سے مسکرائی۔ مائز کو یشا کا ذکر اس انداز میں خاصا ناگوار گزر رہا تھا مگر وہ اچانک ہی پھر سے ناگواری کا اظہار کر کے کوئی تلخی اور بدمزگی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جو لڑکی اس کی محبت میں اور اس کی ماں کی عزت و تکریم میں اتنا آگے جا سکتی ہو' اس کے ساتھ درشتی سے پیش آنا مائز کی نفیس طبیعت کو گوارا نہیں تھا۔

"ویسے ایک بات کہوں۔ وہ تمہاری دوست بننے کے لائق بھی نہیں ہے۔"

"ہم کیوں کسی اور کو ڈسکس کر رہے ہیں؟"

مائز کو اس کا منہ بند کرنے کا اور کوئی طریقہ سمجھ میں نہیں آیا تو وہ اس کا بازو تھام کے باہر لے جانے لگا۔

"اتنے عرصے بعد ہمارے دل ایک دوسرے سے صاف ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ وقت ایک دوسرے کے ساتھ گزارنا چاہیے۔"

☼ ☼ ☼

واپس آکے زینی نے مزے لے لے کرانچی اور ماثر کی کچھ سچی، کچھ جھوٹی باتیں سنائیں۔ مخاطب امی اور مہر تھے۔ مگر درپردہ وہ یہ سب میشا کو سنا رہی تھی جو ذرا فاصلے پہ بیٹھی پردوں کی ترپائی کررہی تھی۔

"آپ یونہی فکر کررہی تھیں ماما! میں نے کہا تھا ناں کہ ماثر میری محبت میں پوری طرح پاگل ہے۔"

"مجھے تم پہ بھی بھروسا ہے اور ماثر کی محبت پہ بھی یقین ہے۔ بس کارا کی جانب سے دھڑکا تھا۔"

مہر نے اس کی نظر اتارتے ہوئے کہا۔

"ماثر کے ساتھ ساتھ اب وہ بھی میری مٹھی میں ہیں۔"

زینی نے میشا کو گھورتے ہوئے کہا۔ جو بظاہر کام میں مگن تھی مگر کپکپاتے ہاتھ اور ڈبڈباتی آنکھیں ظاہر کررہی تھیں کہ اس پہ کیا گزر رہی تھی۔ زینی چاہتی تو اپنے اندر کی کھولن اس پہ نکالنے کے لیے اسے پیٹ کے رکھ دیتی۔ حلیہ بگاڑ دیتی اس کا۔ مگر مجبور تھی۔ نہیں چاہتی تھی کہ اس کی کوئی بھی ایسی حرکت کارا یا ماثر کے علم میں آئے۔ جس سے اس کی حیثیت ان کی نظر میں کم ہوجائے۔

"اور ماثر کو اب میرے علاوہ کوئی اور نظر آئے گا بھی نہیں۔" اس نے پورے وثوق سے کہا۔ بلکہ درپردہ میشا کو جلایا۔

"پہلے تو نظر آیا تھا۔" امی نے جل کے کہا۔ "میں نے سنا ہے تمہاری چار دن کی ناراضی میں اس نے کسی اور لڑکی سے ملنا شروع کردیا تھا۔"

میشا کا ہاتھ ذرا سا کانپا اور سوئی اس کی انگلی کی پور میں چبھ گئی۔

"وہ لڑکی۔ وہ تو کوئی بہت ہی چیپ اور چیکو لڑکی تھی۔ گھٹیا۔ ہوتی ہیں ایسی بھی۔ موقع کی تلاش میں رہتی ہیں ہروقت کہ کب کسی کے گلے کا ہار بنیں۔ وہ بھی زبردستی۔"

زینی کے لہجے اور نظروں میں میشا کے لیے تپش تھی۔ جسے میشا کا وجود با آسانی محسوس کررہا تھا۔

ماثر کو اکیلا پاکے خود اپنے آپ کو پیش کررہی تھی۔ مگر ماثر کا یہ اسٹینڈر کہاں ہے کہ وہ ہرایری غیری لڑکی کو منہ لگائے۔ وہ تو بس اس کی حماقت اور خوش فہمیاں انجوائے کررہا تھا۔

☼ ☼ ☼

میشا کب سے گود میں سر چھپائے روئے جارہی تھی۔ اس کے حزن میں شریک ماتم ہوتے املتاس کے پتے اس کے اردگرد گرتے جارہے تھے۔

اپنے نزدیک آہٹ محسوس کرکے بھی اس نے سر نہیں اٹھایا۔ وہ اس آہٹ کو بخوبی پہچانتی تھی۔

اور جیسے ہی رومان نے اس کے برابر بیٹھتے ہوئے اسے پکارا۔ "میشا۔"

وہ سر اٹھائے بغیر آنسوؤں سے رندھی آواز میں بولی۔ "مجھے رونے سے مت روکنا رومان۔"

"تم اس کے لیے رو رہی ہو جو کبھی تمہارا تھا ہی نہیں۔ ہم نے ہر کوشش کرکے دیکھ لی۔ اور میں بھی یہی چاہتا تھا کہ تم خود کو اور اسے اچھی طرح آزمالو تاکہ تمہیں یہ افسوس نہ رہے کہ تم اسے پانے کے لیے کچھ نہ کرسکیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ جو آپ کے نصیب میں ہو وہ بنا کوشش کیے مل جاتا ہے۔ وہ تمہارا ہوتا تو میرے مشوروں پہ عمل کیے بنا ہی تم اس کو پالیتیں۔"

"میں اس لیے نہیں رو رہی کہ میں اسے پا نہیں سکی۔ میں اس لیے رو رہی ہوں کہ میں نے اسے پانے کے لیے یہ سب کرنے کی کوشش ہی کیوں کی؟ میں نے کیوں خود کو اتنا گرایا؟ ایک شخص کے لیے خود کو بے عزت کیا؟"

"ایسا کیوں سوچ رہی ہو۔ تم نے جو کیا۔ محبت میں کیا۔ محبت میں سب چلتا ہے۔"

رومان کو ماثر کے لیے نہ اداس ہونے پہ ایک اطمینان ہوا۔ مگر محض اس شرمندگی سے اسے نکالنے کے لیے تسلی دینے لگا۔

"نہیں۔۔۔ میں نے محبت میں نہیں۔ یہ سب خواہش میں کیا۔ ایک ہینڈسم سے لڑکے کی محبت اور توجہ پانے کی خواہش۔ ایک بڑے گھر کی بہو بننے کی خواہش، ساری زندگی عیش سے گزارنے کی خواہش سنڈریلا بننے کی خواہش۔"

"وہ تو تم ہو۔۔۔ سنڈریلا" رومان مسکرایا۔ مگر وہ پھر سے رو پڑی۔

"نہیں۔ نہیں ہوں میں سنڈریلا۔ میں سنڈریلا نہیں ہوں۔ میں چیپ ہوں۔ چیکو ہوں۔ گھٹیا ہوں۔"

وہ خود کو کوستی جانے لگی تو رومان نے اس کا ہاتھ تھام کے اپنی جانب کھینچا۔

"مت کہو خود کو ایسے۔۔۔ مجھے تکلیف ہوتی ہے۔"

"زینی ٹھیک کہتی ہے۔ میں نے جان بوجھ کے ماثر کے گلے کا ہار بننا چاہا۔ موقع دیکھ کے اس کی قسمت کو اس سے چھیننا چاہا۔ میں بہت گندی۔ بہت بری ہوں"

روتے روتے وہ رومان کے سینے سے لگ کر سسکنے لگی۔ رومان کو لگا اس نے کچھ دیر اور اس کی محبت کو اپنے اندر چھپانے کی سعی کی تو اس کا دل پھٹ جائے گا۔ اس کے بال سہلاتے ہوئے اس نے کرلا کے کہا۔

"میشا۔ مت روؤ۔۔۔ پلیز۔ مت روؤ۔ تمہارے آنسو مجھے ختم کررہے ہیں۔" اس کے لہجے میں کچھ تھا شاید۔

یا اس کے لمس میں۔۔۔

یا پھر اس کی دھڑکن میں۔ جو اس وقت میشا کی سماعتوں کے بے حد نزدیک تھیں۔

اس نے فوراً اپنا سر اس کے سینے سے اٹھا کے بغور اس کا چہرہ دیکھا۔ جواب فوراً ہی معمول کے مطابق تھا۔ اپنے مخصوص لاپروا انداز میں مسکراتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"دیکھو ناں۔ اتنی سردی میں تم نے اپنے آنسوؤں سے میری شرٹ گیلی کردی ہے۔ نمونیے سے ختم ہوجاؤں گا میں۔ پلیز مت روؤ۔"

میشا شرمندہ سی ہوکے اس سے الگ ہوئی اور آنسو صاف کرتی گھر کے اندر کی جانب جانے لگی۔ رومان نے مسکرا کے اپنی شرٹ سے میشا کا بال اٹھایا اور جیب میں رکھ لیا۔

☼ ☼ ☼

زینی نے کارا کی رائے اپنے بارے میں کیا بدلی۔ دونوں گھروں میں شادی کی تاریخ کے بارے میں بھی مشورے ہونے لگے۔ تیاریاں عروج پہ تھیں۔ پر شکوہ خانم کے دل میں فطری طور پہ زینی کے لیے بھی محبت تھی۔ بہرحال وہ بھی ان کی پوتی۔۔۔ ان کا خون تھی۔ مگر دانستہ انہوں نے خود کو ان سب تیاریوں اور گہما گہمی سے الگ تھلگ رکھنا مناسب جانا۔۔۔ شاید میشا کی دل آزاری کے خیال سے۔۔۔

اس وقت بھی وہ مضمحل سی نظر آتی گرینی کے پیروں کا مساج کررہی تھی۔ انہوں نے بغور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم ماثر اور زینی کی شادی کی وجہ سے پریشان ہو؟"

"نہیں تو گرینی۔" مگر اس کا لہجہ چغلی کھا گیا۔

"تم کل سے بہت بجھی بجھی اور اداس ہو۔ باربار تمہاری آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں۔"

"وہ کسی اور وجہ سے ہیں۔" اس نے منہ پھیرلیا۔

"میں سب جانتی ہوں میشا۔ مجھ سے کیا چھپانا۔ میں تمہارے خوابوں سے بھی واقف ہوں اور اس بات سے بھی کہ تم نے اپنے وہ سب خواب ماثر کے حوالے سے سچے کرنے چاہے تھے لیکن بیٹا! قسمت پہ کوئی زور نہیں ہوتا۔ جس کا بندھن اوپر جڑ جائے۔ ہم نیچے والے اسے بدل نہیں سکتے۔"

"جی گرینی! اور میں نے انہیں بدلنے کی جو ناکام کوششیں کی تھیں۔ میں اصل میں ان پہ ہی شرمندہ اور دکھی ہوں۔ کاش میں نے یہ بات پہلے سمجھ لی

ہوتی۔"

"کیا تمہارے جذبات تم تک رہے یا تم نے انہیں ماڑ تک بھی پہنچایا؟"

پتا نہیں ان کے لہجے میں کون سے خدشے چھپے ہوئے تھے کہ میشا چونک گئی۔

"جی؟"

"میرا مطلب ہے۔ تم نے اس پہ اپنی محبت ظاہر تو نہیں کردی۔ اور کہیں اس نے اس سے فائدہ اٹھا کے دل لگی کرنے کی کوشش تو نہیں کی۔"

"نہیں گرینی۔ ایسا تو نہیں ہے۔"

"چلو پھر ٹھیک ہے ورنہ زینی کے حوالے سے اس کا ہم سے اور تم سے بھی ایک رشتہ جڑنے والا ہے۔ کہیں کوئی عمر بھر کا مسئلہ نہ پیدا ہو جاتا۔ اور سنو۔۔۔ کہیں تمہاری کسی بات سے اسے یہ تو نہیں لگا کہ تمہارا دل ٹوٹا ہے۔ یا تم نے اس پہ جتانے کی کوشش کی ہو کہ اس شادی سے یا اس کی بے توجہی سے تم ہرٹ ہوئی ہو۔"

"نہیں گرینی! اور کبھی ظاہر بھی نہیں کرنا چاہوں گی میں۔ میں کبھی بھی اسے اس بات کا احساس نہیں دلانا چاہتی۔"

یہ سن کے پرشکوہ خانم نے ایک طمانیت اور تشکر بھرا سانس لیا۔

"شکر ہے۔ میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔"

"کیسا اندازہ گرینی؟"

"مجھے ڈر تھا کہ کہیں تم کو ماڑ سے محبت تو نہیں ہو گئی۔ محبت اور وہ بھی اس کم عمری کی محبت۔۔۔ اور پھر یک طرفہ محبت۔ تمہیں سنبھلنے میں بہت وقت لگتا۔ مگر شکر ہے، تمہیں اس سے محبت نہیں تھی۔ صرف وقتی کشش تھی۔ بالکل۔"

"یہ آپ کیسے کہہ سکتی ہیں؟" وہ ان کے وثوق بھرے انداز پہ حیران ہوئی۔

"کیونکہ تمہیں اس سے اپنا دکھ، اپنی تکلیف شیئر کرتے ہوئے جھجک محسوس ہوتی ہے جبکہ انسان جس سے محبت کرتا ہے۔ ہمیشہ اسی کے کاندھے پہ سر رکھ کے اپنے آنسو بہاتا ہے۔"

میشا کے ان کے پیروں پہ گردش کرتے ہاتھ تھم سے گئے۔۔۔ وہ پل، وہ ساعت نظروں کے سامنے جھلملا اٹھی جب وہ رومان کے سینے پہ سر رکھے اپنے اندر کے سب دکھ آنسوؤں کی صورت میں بہا رہی تھی۔

گھبرا کے وہ اٹھی اور باہر جانے لگی۔

"کیا ہوا میشا؟"

☼ ☼ ☼

شومئی قسمت وہاں سے نکلتے ہی اس کی نظر باغیچے میں خوش گپیاں لگاتے رومان اور ایمی پہ جا پڑی۔

وہ سلگ کے رہ گئی۔

رومان کی مسکراہٹ۔۔۔ اور ایمی کی کھلکھلاہٹ اسے زہر لگ رہی تھی۔

کچھ دیر کھڑی وہ کھا جانے والی نظروں سے ان دونوں کو دیکھتی رہی پھر ایمی کے جاتے ہی رومان کے پاس آگئی۔

"تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے، جو ہر وقت اس موٹی کے ساتھ کھڑے گپیں لگاتے رہتے ہو؟"

"ہاں۔۔۔ اس وقت تو واقعی کوئی کام نہیں تھا۔ ویسے بھی فارغ وقت میں اگر میں کوئی نیکی کما لیتا ہوں تو تمہارا کیا جاتا ہے۔"

"کون سی نیکی۔۔۔ کسے بنا رہے ہو؟ تمہیں لگتا ہے میں کچھ نہیں جانتی۔۔۔ مہر ماما نے سب کو بتا دیا ہے تمہارے اور ایمی کے بارے میں۔"

"ایسا کیا بتا دیا ہے، جو میں نہیں جانتا۔"

وہ ذرا حیران ہوا۔۔۔ اس انکشاف پہ نہیں۔۔۔ میشا کی غیر معمولی ناراضی اور غصے پہ۔ "اور کچھ بتایا بھی ہے تو تم اتنی پریشان کیوں ہو اس بات پہ؟"

"میں کیوں پریشان ہوں گی، پریشان تو مہر ماما اور ایمی کو ہونا چاہیے جو تم سے شادی کے بارے میں سوچ رہی ہیں۔"

اب رومان کو اس کی پریشانی کی وجہ جان کے ہنسی آ گئی۔

"کیوں؟ کیا برائی ہے مجھ میں۔۔۔ مجھ سے شادی کیوں نہیں ہو سکتی ایمی کی؟"

"یہ تم پوچھ رہے ہو؟ تم نہیں جانتے کیا کہ ایمی ایک انسان ہے۔۔۔ ایک عام انسان اور تم پرے۔"

رومان سناٹے میں آگیا۔ میشا اسے طعنہ دے کر چلی بھی گئی اور وہ کتنی دیر یہی سوچتا رہا کہ وہ یہ بات بھول کیسے گیا کہ اس نے میشا کو اپنے بارے میں کون سی کہانی سنائی تھی۔

وہ بھول گیا تھا۔۔۔ مگر میشا نہیں بھولی تھی۔

"کیا پتا تھا یہ مذاق اتنا لمبا ہو جائے گا اور الٹا گلے پڑ جائے گا۔ وہ تو واقعی مجھے انسان نہیں کسی اور دنیا کا سمجھ رہی ہے۔ حد ہے معصومیت کی۔"

اس کی جس معصومیت پہ رومان فدا ہوا تھا، وہ آج اسے زہر لگ رہی تھی۔

"اب تو اسے اصل بات بتانا ہی ہوگی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔"

☼ ☼ ☼

اس کی خود سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیوں اتنی بھڑک اٹھی تھی رومان پہ۔۔۔

"جس سے سچی محبت ہو اس کے دل میں کسی اور کی جگہ بنتے دیکھ کے کسک تو ہوتی ہے دکھ بھی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں آنسو بھی آجاتے ہیں۔۔۔ بے چینی سی ہوتی ہے مگر لب سے آہ نہیں نکلتی۔۔۔ بس سب کچھ برا برا سا لگنے لگتا ہے۔ کسی اور سے تو نہیں۔۔۔ ہاں اپنے آپ سے شکایت ضرور ہو جاتی ہے کہ ہم کیوں اس قابل نہیں کہ اس کی نظر میں سما سکیں۔"

رومان کی باتیں یاد آنے پہ میشا نے اپنے دل پہ ہاتھ رکھا اور خود سے سوال کیا۔

"اگر ایسی جلن صرف محبت میں محسوس ہوتی ہے تو مجھے رومان کو ایمی کے ساتھ دیکھ کے یہ جلن اور تکلیف کیوں ہوتی ہے۔"

اس بار جواب گرینی نے دیا۔

"انسان جس سے محبت کرتا ہے اس کے کاندھے پہ سر رکھ کے اپنے آنسو بہاتا ہے۔"

ایسا جواب، جو اس کے اندر مزید سوال جگا گیا۔

"مجھے بھی ہر دکھ۔۔۔ ہر تکلیف میں ایک وہی کیوں یاد آتا ہے؟ کیا میں اس سے۔۔۔ نہیں نہیں۔۔۔ ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔"

اسے خود سے بے زاری محسوس ہونے لگی۔ کیوں سوچ رہی تھی وہ ایسا۔

☼ ☼ ☼

"ماما! آپ ایمی کے لیے اتنی جلدی کوئی فیصلہ نہ کریں۔ میری ماڑ سے شادی ہونے دیں۔۔۔ شاید کوئی اچھی فیملی کا لڑکا ایمی کو پسند کر ہی لے۔۔۔ دنیا میں کیا نہیں ہوتا۔ شاید کوئی معجزہ ہو جائے۔"

اپنی جانب سے زینی نے مہر کو بڑے خلوص سے مشورہ دیا تھا مگر ایمی تلملا اٹھی۔

"تمہیں کیا تکلیف ہے۔"

"بہن ہوں تمہاری۔۔۔ تمہیں رومان جیسے ٹٹ پونجیے اور گھسیارے کے ساتھ زندگی گزارتے دیکھ کے مجھے افسوس ہوگا۔"

"خبردار جو اس کے بارے میں کچھ الٹا سیدھا بولا؟"

"بس کرو تم دونوں، جب دیکھو چونچیں لڑاتی رہتی ہو۔۔۔ ایمی تم یہی سوچ لو کہ زینی اب کچھ دنوں کی مہمان ہے۔"

"اوہ ریئلی! کچھ دنوں کی مہمان! مرنے والی ہے یہ۔"

"شٹ اپ۔" زینی دھاڑی۔

"زینی! تم بھی اسے مت اکسایا کرو۔۔۔ اسے رومان پسند ہے اور مجھے بھی اتنے اونچے خواب اسے مت دکھاؤ جن کی تعبیر اسے نہیں مل سکتی۔"

مہر نصیحت کر کے چلی گئی۔۔۔ مگر زینی نے شغل جاری رکھا۔

"ہاں۔۔۔ یہ بھی ہے۔ تمہیں رومان جیسے فٹ پاتھیے، یتیم، مسکین کے علاوہ کس نے منہ لگانا ہے۔"

"میں نے تمہیں منع کیا ہے کہ اس کے بارے میں بکواس نہ کرنا۔"

"ہائے اللہ..... نہیں سنا جاتا تم سے؟ کہیں محبت وحبت تو نہیں ہو گئی اس سے؟" زینی نے بات کر کے قہقہہ لگایا۔

"ہاں ہو گئی ہے تو؟"

"کم آن امی..... محبت کرنے سے پہلے کچھ دیکھ تو لینا تھا۔"

"محبت کرتے ہوئے کچھ دیکھا نہیں جاتا۔"

"مگر میں نے تو دیکھ بھال سوچ سمجھ کے مائر سے محبت کی ہے۔"

"تم نے مائر سے محبت کی کب ہے۔"

"اوکے نہیں کی..... کیا فرق پڑتا ہے..... اس نے تو کی ہے اور بات یہ ہے۔ شادی اس سے کرنی چاہیے جو آپ سے محبت کرتا ہو۔"

"غلط فہمی ہے تمہاری..... اس نے بھی تم سے نہیں اس لڑکی سے محبت کی ہے جسے وہ جھیل پہ ملا تھا اور جس کا فائدہ تم اٹھا رہی ہو اور تمہاری یہ شادی بھی ایک دھوکا ہے۔ کسی اور کا حق ہے جو تم نے چھینا ہے۔"

"مائر پہ صرف میرا حق ہے..... کوئی دھوکا نہیں دیا میں نے اسے۔"

زینی حلق پھاڑ کے چلائی۔

"بیشا اس کے لائق نہیں ہے وہ تو اتفاق سے اس رات جھیل پہ وہ بیشا سے۔"

بات کرتے کرتے اس نے امی کی باہر کو ابلتی آنکھیں دیکھیں تو رک گئی۔

"اوہ..... تو وہ لڑکی بیشا ہے جس سے مائر محبت کرتا ہے۔"

امی اب جا کے معاملے کی تہہ تک پہنچی..... اس سے پہلے وہ صرف آدھے سچ سے واقف تھی۔

☼ ☼ ☼

رومان پر شکوہ خانم کے کمرے کی جانب آرہا تھا اور وہ سوپ کا خالی پیالا لے کر وہاں سے نکل رہی تھی۔

"بیشا..... مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔"

"مجھے نہیں سننی۔"

بیشا کو اس سے نہیں اپنی ان سوچوں سے گھبراہٹ محسوس ہو رہی تھی جو اسے آج کل گھیرے رکھتی تھیں۔ وہ رومان سے نہیں..... اس احساس سے گریز کرنا چاہ رہی تھی جو اس پہ حاوی ہوتا نظر آرہا تھا۔

"بہت ضروری بات ہے بیشا..... اب تمہارے لیے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ میں۔"

"پلیز رومان..... میں نے کہا ناں..... مجھے اس وقت بہت سے کام ہیں۔ بالکل بھی وقت نہیں ہے۔"

وہ کترا کے تیزی سے آگے نکل گئی..... جیسے اس کے قرب سے یا اس کے سحر سے بچنا چاہ رہی ہو..... مگر رومان کی سمجھ سے اس کا یہ گریز بالاتر تھا۔

وہ اندر ہی اندر ابھتا پر شکوہ خانم کے پاس آیا..... ان کے لیے لائبریری سے کچھ کتابیں لایا تھا۔ انہوں نے رومان کے چہرے کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"اسے بتا کیوں نہیں دیتے۔" وہ بری طرح چونکا۔

"کسے؟ کیا بتانا ہے؟"

"تم جانتے ہو رومان..... کہ میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

رومان نے نظر چرا لی۔

"ڈرتے ہو؟"

"جی..... ڈرتا ہوں۔" اس کے لبوں کے گوشے سے بڑی مبہم سی مسکان چھلکی۔

"انکار سننے سے؟"

"نہیں اس کا دل ٹوٹنے کے خیال سے اسے کتنا برا لگے گا کہ وہ ہمیشہ سے ایک شہزادے کے خواب دیکھتی آئی ہے۔ ایک محل میں راج کرنے کے اور ایک بنجارہ اس کی طلب کر رہا ہے..... میں اس کے خواب پورے نہیں کر سکتا..... مگر مجھے اس کے خواب اس سے چھیننے کا حق بھی نہیں ہے۔"

وہ اس بے وجہ جان کے مسکرا اٹھیں۔

"اور اگر میں یہ کہوں کہ میری جہاں دیدہ آنکھوں نے اس کے خوابوں میں تمہارا عکس دیکھ لیا ہے تو؟"

"جی؟"

"ہاں۔ اور مجھے لگتا ہے اب تمہیں اس سے دل کی بات کہنے میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"میں اتنا خوش نصیب نہیں ہوں۔ ویسے بھی دل کی بات نہ بتانے کی ایک وجہ اور بھی ہے اور پلیز وہ مت پوچھیے گا مجھ سے وہ میں ابھی نہیں بتا سکتا۔"

☼ ☼ ☼

"تم اتنے خوش نظر نہیں آرہے مائر! جتنا خوش تمہیں ہونا چاہیے۔"

کارا نے اس کے اترے ہوئے چہرے کو دیکھ کر کہا تو وہ بمشکل مسکرایا۔ محض اس کی تسلی کے لیے۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے مام۔"

"لگتا ہے اب تک مجھ سے ناراض ہو۔ جبکہ اب میں دل سے تمہاری خوشی میں خوش ہوں۔ مجھے احساس ہو گیا ہے کہ مہر سے اپنی دیرینہ رقابت کی وجہ سے شاید میں بلاوجہ زینی سے بیر باندھے بیٹھی تھی ورنہ وہ اتنی بری لڑکی بھی نہیں ہے۔"

"جی.....!" وہ فقط اتنا کہہ پایا۔

"اوہ..... ہاں میں نے تو ڈرائیور کو بھیجا تھا مہر کی طرف۔ آج ان سب کو لنچ پہ بلایا ہے تاکہ شادی کی ڈیٹ فائنل کر دی جائے۔"

یہ سنتے ہی وہ اچانک اٹھ کھڑا ہوا۔

"ڈرائیور کو رہنے دیں..... میں لے آتا ہوں۔"

"مائر! زینی یہیں آرہی ہے۔ میں نے مہر سے کہا ہے کہ اسے ساتھ لے کر آئے۔ ایسی بھی کیا بے تابی۔"

کارا کے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کیے نفیس مذاق پہ بھی مائر کی سنجیدگی پہ کوئی اثر نہ ہوا۔ وہ چابیاں اٹھاتا باہر نکل گیا۔ کارا حیرت سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

"زینی! تم اپنی حرکتوں سے باز آؤ گی کہ نہیں۔"

زینی وہاں جانے کے لیے کیل کانٹے سے لیس ہونے والی تیاریاں کر رہی تھی جب امی چیختی چنگھاڑتی وہاں داخل ہوئی۔ غصے سے اس کی حالت ابتر ہو رہی تھی..... مگر زینی کے سکون میں رتی برابر فرق نہ پڑا۔

"اب کیا تکلیف ہے تمہیں؟"

"تم مسلسل ماما کو رومان کے خلاف بھڑکا رہی ہو۔ اس کے بارے میں الٹی سیدھی بکواس کر کے ان کی رائے بدلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ چاہتی کیا ہو تم؟"

"تم اتنا بھی نہیں سمجھتیں؟ ظاہر ہے کہ میں نہیں چاہتی تمہاری شادی اس سے ہو۔ وہ بالکل بھی اس قابل نہیں ہے۔ ہے کیا اس کے پاس نہ فیملی بیک گراؤنڈ..... نہ گھر نہ تعلیم نہ کوئی کیریئر نہ جاب نہ پیسہ اور نہ ہی شکل وصورت۔"

"یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے۔"

"کیسے نہیں ہے یہ میرا مسئلہ..... میری شادی مائر سے ہونے والی ہے مائر سے اور یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ ایک بہن کی شادی تو مائر جیسے شخص سے ہو اور دوسری کی رومان جیسے شخص سے۔ لوگ تو ہنسیں گے ہی..... مذاق بھی بنائیں گے مگر مائر اور کارا آنٹی کو بھی برا لگ سکتا ہے۔ وہ کیا سوچیں گے امی۔"

"انہیں برا کیوں لگے گا؟" یہ نکتہ امی کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

"کیونکہ میرے اور تمہارے شوہر کا آپس میں بھی کوئی رشتہ بنتا ہو گا۔ جیسے بدقسمتی سے تمہارا اور میرا رشتہ ہے۔ تم ایک معمولی بلکہ گھٹیا ترین شخص کو مائر کے مقابلے پہ لانا چاہتی ہو نہ یہ مائر کو قبول ہو گا نہ میں برداشت کروں گی۔"

وہ کاجل اور گھرا کرنے لگی اور امی خلاف توقع اس کا منہ نوچنے کے بجائے گہرے گہرے سانس لیتے ہوئے نفرت بھری نظروں سے اسے دیکھتی کچھ اور سوچ رہی تھی۔

"مطلب یہ ہے کہ اب تم میری شادی کبھی بھی اور کسی سے بھی نہیں ہونے دو گی کیونکہ مائر کے مقابلے میں لانے کے لیے اس جیسا شخص تو مجھے کبھی مل ہی نہیں سکتا..... نہ میرے پاس تمہارے جیسا حسن ہے نہ یہ مکاری..... میری زندگی سے رومان کو دور کرنے

کے بجائے تم ماڑ کو کیوں نہیں اپنی زندگی سے دور....."

اور یہی سوچتے سوچتے اسے بالآخر ایک راہ سوجھ ہی گئی۔

☼ ☼ ☼

ماڑ گیٹ کے پاس گاڑی کھڑی کر کے تیزی سے اس کی جانب بڑھا مبادا وہ اسے دیکھ کے اندر نہ چلی جائے جبکہ وہ تو آیا ہی اس سے ملنے۔ بلکہ بات کرنے تھا۔

"ییشا..... مجھے تم سے کچھ کہنا ہے ییشا..... رکو۔"

وہ بادل نخواستہ رکی۔

"جھوٹ یا سچ.....؟" اس کے بے تاثر چہرے پہ بجی دو آنکھیں تاثرات سے پر تھیں۔

"میں نے تم سے کبھی کوئی جھوٹ نہیں بولا ییشا۔"

اب کے وہ کچھ بولی تو نہیں..... مگر اس کے ہونٹوں پہ بڑی بے ساختہ سی مسکراہٹ آئی تھی..... کچھ جتاتی ہوئی، جس پہ ماڑ خجل سا ہو گیا۔

"مجھے احساس ہے کہ میں نے انجانے میں تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں کیا۔"

"اچھا.....؟ واقعی؟ مجھے تو ایسا کچھ محسوس نہیں ہوا۔" دل کی کسک کو چھپا کے اس نے بے اعتنائی ظاہر کی۔

"میں تمہارے جذبات کے ساتھ کھیلا۔" اس نے شرمندگی سے اعتراف کیا۔

"تمہیں غلط فہمی ہو رہی ہے۔ میرے جذبات کے ساتھ کھیلنا اتنا آسان نہیں ہے کہ کوئی بھی اس میں کامیاب ہو سکے۔ نہ ہی میرے جذبات کوئی راستے میں پڑے ہوتے ہیں۔"

"بہرحال..... پھر بھی مجھے شرمندگی ہے۔ میں نے جان بوجھ کے ایسا نہیں کرنا چاہا تھا مگر میں، میں تم سے معافی مانگ کر دل ضرور ہلکا کرنا چاہتا ہوں۔"

اس پر ییشا نے بڑے ناز سے دونوں بازو سینے پہ باندھے اپنی صراحی دار گردن اٹھائی اور شاہانہ انداز میں کہا۔

"ٹھیک ہے..... مانگو پھر۔"

"کیا؟" وہ بھونچکا رہ گیا۔

"معافی..... تمہیں معافی مانگنی ہے ناں تو مانگو۔"

وہ ہچکچا سا گیا..... ساری عمر کبھی کسی سے معافی نہیں مانگی تھی..... پھر اسی ہچکچاہٹ کے ساتھ بولا۔

"سوری ییشا! میری وجہ سے تم ہرٹ ہوئیں..... میں شرمندہ ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔"

ییشا کچھ دیر اسے دیکھتی رہی..... کل تک وہ اسے بہت خاص۔ بہت ہی خاص لگتا تھا اور اب اس کے سامنے چہرے پہ ندامت اور ہونٹوں پہ معذرت بھرے الفاظ لیے کتنا عام سا لگ رہا تھا۔

"جاؤ..... معاف کیا۔"

اس نے سرد لہجے میں کہہ کر قدم بڑھا دیے۔ ماڑ اس کے پیچھے جانا چاہتا تھا..... پتا نہیں کیوں..... حالانکہ اس کے پاس کہنے کو اب اور کچھ نہیں رہا تھا..... مگر اندر سے نکلتی امی، زینی اور مہر کو دیکھ کے وہیں رک گیا۔

ییشا صنوبر کے تنے سے ٹیک لگائے ان تینوں کو ماڑ کے ساتھ جاتے دیکھ رہی تھی رومان پاس آ کے کھڑا ہو گیا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں ییشا..... کہ تمہارے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔"

"مگر میں خود نہیں سمجھ پا رہی کہ میرے دل پہ کیا گزر رہی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"مجھے بہت مایوس..... بہت اداس، بہت دکھی ہونا چاہیے تھا مگر میں نہیں ہوں۔ جس سے شادی کرنے کے لیے میں مری جا رہی تھی..... اس کی شادی کسی اور سے ہونے جا رہی ہے..... جس سے مجھے محبت تھی، وہ کسی اور کی زندگی میں شامل ہونے جا رہا ہے..... مگر مجھے اپنے دل میں کسی خالی پن کا احساس کیوں نہیں ہو رہا رومان۔"

اس کی بات سن کے رومان کے چہرے پہ خوشی کا تاثر اور ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔

"شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ تمہارا دل خالی نہ ہو.....

اس میں کسی اور کی سلطنت ہو۔"

ییشا نے چونک کے اسے دیکھا..... رومان کی مسکراتی آنکھوں کے جگنو اس کے اندر پھیلے اندھیرے میں راستہ بنانے لگے۔ روشنی کی شعاعیں جیسے خود اپنی جگہ بناتی ان سوالوں کے جواب تلاشنے لگیں۔ جو اس اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے تھے۔ وہ اس روشنی کے پھوٹتے ہی پھر سے گھبرا اٹھی۔

اسے نہیں چاہیے تھے جواب.....

وہ ان سوالوں کو اندھیرے میں ہی رکھنا چاہتی تھی اس لیے گھبرا کے اندر کی جانب بھاگنے لگی۔ اور وہ جو تمہید باندھنے کے لیے مناسب الفاظ ڈھونڈ رہا تھا کہ ایسے کسی انداز میں بات شروع کرے جس سے ییشا کی ناراضی کا اندیشہ کم سے کم ہو۔ اسے روکتا ہی رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"لگتا ہے ان بچوں کا بندھن اوپر لکھا جا چکا ہے۔" مہر نے مسکرا کے کارا سے کہا۔

"بالکل..... ہم نے تو بس رسمی فرض ادا کرنا ہے ورنہ جہاں بچے خوش..... وہاں ہم بھی خوش۔"

آج تو کارا بھی خوش دلی کے ریکارڈ توڑ رہی تھی بالکل ایسے جیسے زینی شرمانے کے ریکارڈ توڑ رہی تھی۔..... سر جھکائے، ہونٹوں پر مسکراہٹ لیے نیچی نظریں ابھی اس کے ڈرامے پہ لعنت بھیجتی چپکے سے ان سب کے درمیان سے اٹھی۔ اس کا رخ ماڑ کے کمرے کی جانب تھا جو اوپر بیٹھا نیچے ہونے والے اپنی زندگی کے سب سے اہم فیصلے سے لاتعلق نظر آ رہا تھا۔

"ماڑ..... مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے۔ بلکہ بتانی ہے۔"

"زینی کے بارے میں؟" ماڑ نے اندازہ لگایا۔

"ہاں اور ییشا کے بارے میں بھی۔ اب تم سوچو کہ وہ کون سی بات ہو سکتی ہے جو ییشا اور زینی دونوں کے بارے میں ہے۔"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو امی؟"

"تم زینی کو تب سے چاہتے ہو ناں جب اس سے پہلی بار ملے تھے۔"

"ہاں۔" اس اعتراف کے بعد اس کی الجھن اور بوجھل پن ہمیشہ کی طرح مزید بڑھ گیا۔ یہی گرہ تو کھل نہ پائی تھی ابھی۔

"پارٹی میں..... یا ہمارے گھر؟"

"کیا تمہیں کبھی زینی نے یہ نہیں بتایا کہ ہم پہلی بار جھیل پہ ملے تھے۔"

"اور لگتا ہے، تمہیں کبھی زینی نے یہ نہیں بتایا کہ تم جھیل پہ اس سے نہیں..... ییشا سے ملے تھے۔"

"ییشا سے؟"

وہ بری طرح چونکا۔

"ہاں وہ لڑکی ییشا تھی..... جس کی تم صورت تو نہ دیکھ پائے۔ مگر اسے دل دے دیا اور زینی نے تمہارے سامنے یہ ثابت کر دیا کہ وہی اصل میں وہ لڑکی ہے۔ جبکہ اس رات....."

"امی!" زینی اندر آتے ہوئے زور سے چلائی۔

☼ ☼ ☼

ییشا پر شکوہ خانم کے سامنے کھانا لگاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"آپ کو کارا آنٹی کے ہاں جانا چاہیے تھا۔ شادی کی ڈیٹ فکس ہوتے ہوئے آپ کی موجودگی ضروری تھی کرینی۔"

"اتنی ضروری ہوتی تو میرے انکار کے بعد مہر ایک بار تو اصرار کرتی..... ویسے بھی میں تمہیں اکیلا چھوڑ کے نہیں جانا چاہتی تھی۔"

"کیونکہ آپ کو ڈر تھا کہ میں صدمے سے خودکشی نہ کر لوں۔" اس نے اداس سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"نہیں..... ڈر میرے دل سے نکل چکا ہے۔" وہ بھی طمانیت سے مسکرائیں۔

"کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ تم اس سے محبت نہیں کرتیں۔ بس اب یہ ثابت ہونا رہ گیا ہے کہ تم جس سے محبت کرتی ہو..... وہ۔" ان کی بات پوری

ہونے سے پہلے ہی میشا گھبرا کے کہہ اٹھی۔

"میں صرف آپ سے محبت کرتی ہوں گرینی صرف آپ سے۔"

وہ ہنس پڑیں۔ "لیکن خوابوں میں تم مجھے تو سفید گھوڑے پہ آتا نہیں دیکھتی ہو گی۔"

خواب کے ذکر پہ میشا کھو سی گئی.... پر شکوہ خانم نے اسے گہری نظر سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ویسے رومان بہت اچھی ہارس رائیڈنگ کرتا ہے۔"

میشا نے جواب دینا ضروری نہ سمجھا.... اور ان کی پلیٹ میں میٹھا نکالنے لگی۔ پر شکوہ خانم نے بات مزید آگے بڑھائی۔

"بہت لکی ہو گی وہ لڑکی جو اس سے محبت کرے۔ جو اس کی محبت پائے جس سے رومان کی شادی ہو.... ہے ناں۔"

اب وہ برداشت نہ کر سکی اور تلخی سے بولی۔

"ایسی کوئی لڑکی کم از کم اس دنیا میں تو نہیں ہو گی۔"

"کیا مطلب؟"

ان کے پوچھنے پہ وہ ان کے قریب کھسک آئی اور کانوں کے پاس آ کے رازداری سے کہا۔

"آپ کو نہیں پتا گرینی.... رومان کیا ہے۔"

وہ بے حد حیران تھیں.... اس کی بات پہ بھی اور انداز پہ بھی۔

"کیا ہے رومان؟"

"وہ انسان نہیں ہے۔" میشا نے سرگوشی کی۔

"کیا؟ انسان نہیں ہے تو کیا ہے؟"

"پرا.... پرا ہے وہ.... پرستان سے آیا ہے اور پلیز گرینی! آپ نے یہ بات کسی کو بتانی نہیں ہے۔ رومان نے کہا تھا جتنے لوگوں کو یہ راز پتا چلتا جائے گا۔ اس کی جادوئی طاقتیں ویسے ہی ایک ایک کر کے کم ہوتی جائیں گی۔ بے چارہ۔ آج آپ کو پتا چلا ہے ناں تو اس کی ایک اور جادوئی طاقت چلی گئی ہو گی اور ہاں پلیز رومان کو بھی نہ بتائیے گا کہ اس کا راز میں نے آپ کو بتا دیا ہے، وہ ناراض ہو گا اور مجھے وعدہ خلاف بھی سمجھے گا۔"

پر شکوہ خانم پہ حیرت کا غلبہ اتنا شدید تھا کہ وہ اس سے ایک بھی سوال نہ کر سکیں۔

☼ ☼ ☼

ماز ہکا بکا کھڑا اپنے سامنے کھڑی امی اور زینی کو ایک دوسرے کے ساتھ گتھم گتھا دیکھ رہا تھا۔

"تم میری بہن نہیں ہو.... دشمن ہو۔"

"اور تم نے جو میرے ساتھ کیا ہے، وہ کوئی دشمن بھی نہیں کرتا.... ماز! تم اس کی بکواس پہ بالکل یقین کرنا۔"

"سچائی کب تک چھپی رہ سکتی ہے۔ ماز! تم اس رات میشا سے ملے تھے، اسی کے بندے تمہارے پاس رہ گئے تھے اور اسی کی باتوں نے تمہارے دل میں محبت جگائی تھی۔ اسی کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے تم غلط لڑکی کے چکر میں پھنس گئے تھے۔"

امی نے اس کی مٹھی سے اپنے بال چھڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ سچ ہے زینی؟" بہت مشکل سے ماز کچھ کہنے کے قابل ہو سکا۔

"جھوٹ بول رہی ہے یہ۔" وہ بپھر گئی۔

"تو ٹھیک ہے ماز! تم اس سے وہ سب باتیں پوچھو.... جو تم دونوں کے درمیان اس رات ہوئی تھیں.... اس ڈریس کا کلر پوچھو جو اس لڑکی نے پہنا ہو گا۔ یہ کچھ نہیں بتائے گی اور پھر میشا سے پوچھنا۔"

امی کے کہنے پر آخر زینی چلا اٹھی۔

"ہاں.... تھی وہ میشا.... میں نہیں تھی مگر اس سے کیا ثابت ہوتا ہے محبت تو تمہیں مجھ سے ہے ماز! وعدے تو تم نے مجھ سے کیے ہیں شادی تو ہم دونوں کی ہو رہی ہے۔"

(آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

فائزہ افتخار

سیف اللہ کاروبار کے سلسلے میں اکثر بیرون ملک جاتے رہتے تھے۔ وہ نیپال کے دورے پر گئے تو واپسی پر یشا ان کے ساتھ تھی۔ وہ ان کے دوست کی بیٹی تھی۔ اس کے والدین کا ایک حادثے میں انتقال ہو گیا تو سیف اللہ اسے اپنے ساتھ لے آئے۔ سیف اللہ کی والدہ پرشکوہ خانم نے کھلے دل سے اس کا استقبال کیا مگر ان کی بیوی مہر نے اسے قبول نہ کیا۔ وہ ناراض ہو گئی اور دونوں بیٹیوں، زینی اور ایمی کو ساتھ لے کر میکے چلی گئی۔ سیف اللہ نے اپنی منگیتر کارا کو چھوڑ کر مہر سے پسند کی شادی کی تھی۔ وہ مہر کی جدائی میں راتوں کو جاگنے لگا۔ دو سال بعد اس کا انتقال ہو گیا۔

اس کے انتقال پر مہر واپس آگئی مگر وہ یشا کو اس گھر سے نکال نہیں سکی کیونکہ وہ مکان پرشکوہ خانم کے نام تھا۔ اور وہ یشا کو اپنے ساتھ رکھنا چاہتی تھیں۔ مہر نے یشا کی تعلیم چھڑا دی۔ کیونکہ کاروبار مہر کے نام تھا۔ وہ یشا پر پیسہ خرچ کرنا نہیں چاہتی تھی۔ پرشکوہ خانم یشا کو گھر ہی میں پڑھانے لگیں۔ انہیں یشا کے خوابوں سے ڈر لگتا تھا کیونکہ اس کے خواب پراسرار ہوتے تھے اور اکثر سچے بھی ہوتے تھے۔

علاقے میں میلہ لگا تو مہر، ایمی اور زینی جوش و خروش کے ساتھ وہاں جانے کی تیاری کرنے لگیں۔ یشا بھی جانا چاہتی تھی۔ مگر مہر اور زینی نے اسے روک دیا۔

ناولٹ

میشا نے تہیہ کرلیا کہ خواہ سب سے چھپ کر سہی' میلے میں ضرور جائے گی۔ میشا نے پُرشکوہ خانم کی پرانی ساڑھی اور مہر کے کمرے کے پردے کاٹ کر ایک خوب صورت لباس تیار کیا اور چہرے پر بھونڈے انداز میں میک اپ تھوپ لیا تاکہ کوئی اسے دیکھے بھی تو پہچان نہ سکے۔ کانوں میں اس نے زینی کے بُندے پہن لیے۔

میشا میلے میں گئی تو اسے وہاں دیر ہوگئی۔ اسے مائز نامی ایک نوجوان ملا۔ میشا نے اسے گھر تک ساتھ چلنے کا کہا مگر اسے اپنا نام' پتا نہیں بتایا۔ وہ مائز کو اپنے ساتھ کشتی میں لے گئی۔ میشا کشتی سے اتری تو اس کا ایک بندا کشتی میں گر گیا۔ اس کے جانے کے بعد مائز نے وہ بُندا سنبھال کر رکھ لیا۔ میشا نے اپنی بے ساختہ باتوں سے اسے متاثر کیا تھا۔

مہر نے کارا کو دعوت پر بلایا کیونکہ وہ اس کے بیٹے مائز سے اپنی کسی بیٹی کی شادی کرنا چاہتی ہے۔ مائز دعوت پر آیا تو میشا بیماری کے باعث اس سے مل نہیں سکی۔

زینی نے وہ بُندا جو اس رات میشا نے پہنا ہوا تھا' اپنے دوپٹے میں بروچ کے طور پر لگایا تو مائز اسے وہی لڑکی سمجھا' جو اسے فیئر میلے میں ملی تھی۔

کارا نے خاندان اور قرب جوار کی تمام لڑکیوں کو اپنے گھر مدعو کیا تاکہ مائز شادی کے لیے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرلے۔ پُرشکوہ خانم کا گھرانہ بھی مدعو تھا۔ مگر وہ لوگ میشا کو ساتھ نہیں لے گئیں۔

میشا گھر میں تنہا بیٹھی رو رہی تھی کہ اچانک وہاں رومان آگیا۔ اس نے اپنا تعارف پری زاد کی حیثیت سے کرایا۔ رومان نے پارٹی میں جانے کے لیے میشا کے لباس کا انتظام بھی کردیا۔ زینی نے وہ بُندا لان میں پھینک دیا تھا۔ رومان نے وہ اٹھا کر میشا کے دوپٹے میں لگادیا اور اسے دعوت میں لے گیا۔ میشا دعوت میں پہنچی تو مائز اسے دیکھ کر چونک گیا۔

ساتویں اور آخری قسط

"شادی ہو نہیں رہی... ہو رہی تھی اور اب کبھی نہیں ہوگی۔" مائز کے پھٹ پڑنے پہ وہ ٹھنڈی پڑ گئی۔

"نہیں... نہیں مائز۔"

"نفرت ہو رہی ہے مجھے تمہارے جیسی جھوٹی لڑکی سے۔"

☼ ☼ ☼

پُرشکوہ خانم اور میشا دونوں حیران تھیں کہ ان تینوں کی واپسی اتنی جلدی اور اس انداز میں کیوں ہوئی ہے۔ مہر مسلسل انہیں کوس رہی تھی۔ وہ دونوں متواتر ایک دوسرے کو طعنے دے رہی تھیں اور مارنے کو لپک رہی تھیں اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد زینی کے رونے کی آواز بلند ہوتی تھی۔

میشا اتنی بددل تھی کہ اس نے وجہ جاننے کی کوشش بھی نہ کی بلکہ دروازہ زور سے بند کرلیا کہ ان کی آوازیں ہی اس کے کانوں تک نہ پہنچیں۔

صبح سارا گھر نیند میں ڈوبا تھا جب وہ اپنے پسندیدہ مقام جھیل پہ چلی آئی اور یہ دیکھ کے حیران رہ گئی کہ مائز اس سے پہلے وہاں موجود تھا۔

"میں جانتا تھا تم مجھے یہیں ملوگی۔"

"پہلے مجھے شک ہو رہا تھا۔ اب یقین ہوگیا ہے کہ رات کو پھر سے تمہارے اور زینی کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔"

"ہاں... اور کس بات پہ ہوا ہے... جانتی ہو؟"

"نہیں... اور مجھے جاننے سے دلچسپی بھی نہیں۔" وہ جانے کے لیے مڑی۔

"رکو میشا..."

مائز کے پکارنے پر اس نے پلٹ کے دیکھا۔ وہ ایک پھول توڑ رہا تھا۔

"اوہ... اب سمجھی... مگر ابھی تو زینی ہمیں نہیں دیکھ رہی۔"

"کیا مطلب..." وہ میشا کا طنز نہ سمجھ سکا۔

"اس دن کی طرح آج بھی تم زینی کو جلانے کے لیے میرے بالوں میں پھول لگانا چاہتے ہو۔ مگر سوری مائز...! یہ تمہارا اور زینی کا ذاتی معاملہ ہے۔ تم روز روز لڑو گے تو کیا ہر بار ایسے ہی مجھے استعمال کروگے۔ کوئی اور طریقہ تلاش کرو اسے منانے کا۔"

وہ نہ طنز کر رہی تھی۔ نہ اس کے لہجے میں کوئی گلہ تھا۔

"اب سب جھگڑے... سب غلط فہمیاں دور ہو گئی ہیں میشا۔ بلکہ وہ جھوٹا تعلق ہی ختم ہوگیا ہے جو زینی نے دھوکے سے جوڑا تھا۔ میں اس کی حقیقت جان گیا ہوں اور یہ بات بھی کہ اس رات مجھے جھیل پہ وہ نہیں... تم ملی تھیں۔"

"تمہیں کس نے بتایا!" وہ حیران سی رہ گئی۔

"میرا دل تو بہت پہلے سے گواہی دے رہا تھا' اسی لیے تو بار بار تمہاری جانب کھنچتا تھا۔ اب ثبوت بھی مل گیا۔ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا میشا۔"

"بتادیتی تو تم یقین کرتے؟"

"اب سچ جاننے کے بعد میں کیسے خود کو یہ کہنے سے روکوں کہ میں نے اس ملاقات میں ہی تمہیں دل دے دیا تھا۔ بس میں تمہیں پہچان نہیں پایا تھا۔ میں اب اپنی غلطی سدھارنا چاہتا ہوں۔ تم سے شادی کرکے... بولو... کیا تم کروگی مجھ سے شادی؟"

میشا کتنی ہی دیر کچھ بول نہ سکی۔ بس گم صم اسے دیکھے گئی۔

وہ کچھ مایوس سا ہوگیا۔

"اوہ... میں نے یہ جاننے کی کوشش تو کی ہی نہیں کہ تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے یا نہیں۔"

پھر اس نے دھیرے سے اس کا ہاتھ تھام کر اس میں وہ پھول کسی انگوٹھی کی طرح اس کی دو انگلیوں کے درمیان سجادیا۔

"اس وقت میرے پاس اس پھول کے علاوہ کچھ نہیں ہے... میں اسے منگنی کی انگوٹھی سمجھ کے تمہیں پہنا رہا ہوں... اگر تمہیں اس پر اعتراض نہ ہو تو کل ایسی ہی ایک انگوٹھی... میرا مطلب ہے ایسا ہی ایک پھول مجھے دے دینا... ورنہ اسے پتی پتی کرکے میرے سامنے ہی بکھیر دینا۔ میں تمہارے جواب کا انتظار کروں گا۔"

وہ اس کا ہاتھ احتیاط سے واپس اس کے پہلو میں سجاتا کہہ رہا تھا اور وہ اسی طرح بت بنی اسے دیکھے گئی۔

☼ ☼ ☼

رومان ڈھیٹ سا بنا ان کی ڈانٹ سن رہا تھا۔

"اتنا بڑا جھوٹ... وہ بھی اس قدر فضول... وہ تو بےوقوف ہے جو یقین کر بیٹھی۔ تم تو سمجھ دار ہو۔ ایسی بات تم نے اس سے کی ہی کیوں؟"

"جب اس رات میں نے میشا کو روتے دیکھا تو میں رہ نہیں سکا گرینی! وہ اتنی سچائی اور یقین کے ساتھ خدا سے شکوہ کر رہی تھی کہ اس کی مدد کے لیے کوئی فیری مدد کیوں نہیں آرہی جیسی سنڈریلا کے لیے آئی تھی تو مجھے ڈر سا لگا گرینی! کہ آج اس کا یہ یقین ٹوٹ گیا تو یہ نازک سی لڑکی بھی ٹوٹ جائے گی... یہ امید' یہ خواب اس کی زندگی ہے کہ وہ سنڈریلا ہے۔ میں اس کی امید میں رنگ بھرنا چاہتا تھا۔"

"جھوٹ بول کر۔"

"اس کے علاوہ اس کے نزدیک ہونے اور اس کا اعتماد جیتنے کا اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ میں جس دن سے یہاں آیا ہوں... تب سے اس کو چاہتا ہوں مگر اس سے کہنا تو دور کی بات... میں اس کے سامنے جا تک نہ سکا... وہ مجھے ان پھٹے پرانے کپڑوں اور بکھرے بالوں کے ساتھ بھی ہمیشہ ایک شہزادی لگی۔ میں نے کبھی بھی خود کو اس کے قابل نہیں سمجھا تھا۔ میں تو بس دور دور سے اس کو دیکھا کرتا تھا۔ اس پہ خوش تھا گرینی... اور اس کے نزدیک ہوا بھی تو یقین کریں... صرف اس کی مدد کرنے کے لیے اور اگر میں یہ جھوٹ نہ بولتا تو وہ کبھی بھی ایک اجنبی پہ بھروسا نہ کرتی۔"

اس نے تفصیل سے بتایا۔
"اس نے تم پہ بھروسا اس لیے کیا کہ اس کا دل تمہیں اجنبی مانتا ہی نہیں۔۔۔ رومان۔۔۔ وہ بھی تمہیں چاہتی ہے۔ صرف اپنے آپ سے اعتراف کرتے ہوئے جھجک رہی ہے اس ڈر سے کہ تمہیں کوئی عام انسان نہیں سمجھتی وہ۔"
پر شکوہ خانم کی بات پہ وہ خوشگوار حیرت میں گھر گیا۔
"آپ سچ کہہ رہی ہیں گرینی؟"
"اس نے میرے ہاتھوں میں پرورش پائی ہے رومان! میں اس کے مزاج کا ایک ایک رنگ جانتی ہوں۔ تم وقت ضائع نہ کرو اور اسے سچ بتادو۔"
"اور۔۔۔ اور۔۔۔ مائر؟"
"مائر اس کا ایک خوب صورت خواب تھا جو آنکھ کھلنے پہ ختم ہو جاتا ہے۔ تم اس کی آنکھیں کھول دو اپنے بارے میں سچ بتادو۔ پھر مائر نہیں۔۔۔ تم ہی تم ہو گے۔"
رومان ایک سرور کے عالم میں وہاں سے نکلا اور جھیل کے کنارے اسی پتھر پر بیٹھ گیا۔ جہاں اکثر میشا کے ساتھ بیٹھا کرتا تھا۔ کچھ ہی دیر گزری تھی کہ میشا اپنی پھولی ہوئی سانسوں کو سنبھالتی اس کے پاس آئی۔
"میں تمہیں ڈھونڈ رہی تھی۔۔۔ کب سے۔۔۔"
"اور میں تمہارا انتظار کر رہا تھا۔۔۔ کب سے۔۔۔"
"تمہیں کیسے پتا۔۔۔ میں تمہیں ڈھونڈتے ہوئے یہاں آؤں گی؟"
"اور تمہیں کیسے پتا تھا' میں تمہیں انتظار کرتا ہوا یہیں ملوں گا؟"
رومان کے سوال پہ اس نے بس لمحہ بھر کو سوچا اور پھر شانے اچکا کر بولی۔
"بس۔۔۔ مجھے لگا۔"
"تمہیں یا تمہارے دل کو۔۔۔؟"
"ہاں! شاید دل کو لگا۔۔۔ تم یہیں ہو گے۔"
"میرے بھی دل نے ہی کہا تھا کہ تم یہیں آؤ گی۔ ہمارے دلوں کو ہماری ساری خبریں ہوتی ہیں۔"
"ہاں! مگر تمہارے دل کے پاس یہ نئی والی خبر نہیں ہو گی۔" وہ اترا کے بولی۔
"کون سی نئی خبر؟"
"تم ٹھیک کہتے تھے رومان! جو ہمارا اپنا ہوتا ہے۔ اسے ہمارے پاس آنا ہی ہوتا ہے۔ اسے پانے کے لیے ہمیں کچھ نہیں کرنا پڑتا۔ وہ ہمارے نصیب میں لکھ دیا گیا ہوتا ہے۔"
"ہاں! اور ہم پاگلوں کی طرح اسے ہی پانے کی کوششیں اور دعائیں کر رہے ہوتے ہیں۔ جو پہلے سے خدا نے ہمارے نصیب میں لکھ دیا ہوتا ہے۔۔۔ کسی نعمت کی طرح۔" وہ اسے نظروں ہی نظروں میں جذب کر رہا تھا۔
"اور تم یہ بھی سچ کہتے تھے کہ خواب دیکھنے سے کسی کو بھی روکنا نہیں چاہیے۔ چاہے وہ خواب کتنے ہی اونچے ہوں۔ خواب سچے ہو ہی جاتے ہیں۔"
"ہاں! واقعی' خواب سچے ہو ہی جاتے ہیں۔ آج مجھے یقین آگیا۔"
"مجھے تمہیں کچھ بتانا ہے رومان۔" وہ مچل رہی تھی۔
"اور مجھے بھی۔۔۔"
"نہیں! پہلے میں بتاؤں گی۔ بلکہ دکھاؤں گی۔"
"کیا دکھانا ہے؟" وہ اس کی بے چینی دیکھ کے مسکرایا۔
"دکھاؤں گی۔ پہلے تم اپنی آنکھیں بند کرو۔"
"نہیں۔۔۔ بالکل بھی نہیں۔"
"کیوں؟"
"جب میں تمہیں آنکھیں بند کرنے کے لیے کہتا ہوں تو تم کرتی ہو کیا؟ فوراً" بہانہ بنا دیتی ہو کہ گرینی نے منع کیا تھا۔ میری گرینی نے بھی مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ کبھی کسی لڑکی کے سامنے اکیلے میں آنکھیں بند نہ کرنا۔ ورنہ وہ بھی تمہیں۔۔۔"
"اوہو شکل دیکھی ہے اپنی' تمہیں کون پاگل لڑکی پیار کرے گی؟"
"ارے! تمہیں کیا پتا۔۔۔ بڑی بڑی پاگل لڑکیاں ہیں۔۔۔ اور مجھے بھی ڈر ہے کہ اگر بند آنکھوں کے ساتھ میں تمہیں بہت کیوٹ لگا اور تمہیں مجھ پہ بہت سا پیار آگیا اور تم نے تنہائی کا فائدہ اٹھا کے۔۔۔"
میشا سے اس سے زیادہ سنا نہیں گیا۔ غصے کے بجائے ڈھیر ساری شرم آگئی۔
"کوئی نہیں جی۔۔۔ فضول باتیں مت کرو۔ آنکھیں بند کرو۔ ورنہ میں جا رہی ہوں۔"
"اچھا۔۔۔ اچھا۔۔۔ ٹھہرو۔" رومان نے اسے روکا اور فوراً" اپنی آنکھیں بند کیں۔
میشا نے دونوں ہاتھ اس وقت سے اپنے پیچھے باندھ رکھے تھے رومان کے آنکھیں بند کرتے ہی فوراً" آگے کیے۔ اس کی دونوں انگلیوں کے درمیان ایک پھول نگینے کی طرح سجا تھا۔
"تمہیں پتا ہے' یہ جو۔۔۔" اپنا ہاتھ رومان کے چہرے کے آگے کرتے ہوئے وہ ہیجان آمیز جذبات کے ساتھ بتانے ہی لگی تھی کہ رک گئی۔ رومان کا چہرہ اس کے بالکل سامنے تھا۔
اس کے سیاہ بال ہوا سے اڑ رہے تھے۔
وہ آنکھیں بند تھیں۔ جس کی چمک اس کو اکثر چندھیا دیا کرتی تھیں۔
اور بند لبوں پہ اس کی مخصوص مسکراہٹ بدستور سجی تھی۔
میشا کے اور اس کے چہرے کے درمیان وہ انگوٹھی سجا ہاتھ تھا اور میشا بے خودی کے عالم میں اسے تکے جا رہی تھی اور ایک کے بعد ایک منظر تتلی کی طرح اڑتا اس کے سامنے آتا جا رہا تھا۔
جب وہ اس کے لباس پہ زینی کے بندے کو ٹانک رہا تھا اور اس کے پہلے لمس کی سنسناہٹ نے میشا کو لمحہ بھر کے لیے کپکپا دیا تھا۔
اور وہ اس کا گھٹنوں کے بل جھک کر اس کے ہاتھ کی پشت پہ احتراماً" لب رکھنا۔ اسے کسی ملکہ والی تکریم دینا۔
اور جب اس نے میشا کو کسی نازک پھول کی طرح تھام کر دیوار سے نیچے اتارا تھا۔
اور جب وہ تنگ آکے اسے بے تکان باتیں سنایا کرتی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے سنتا رہتا تھا کہ اس کی ساری بھڑاس نکل جائے۔ اور جو وہ کبھی کبھی اسے بے تحاشا مارنے تک لگ جاتی تھی اور وہ سکون سے پٹتا رہتا تھا۔
اور۔۔۔ اور وہ جگنو جو رومان کی آنکھوں اور اس کی مٹھی سے بیک وقت آزاد ہوئے تھے۔
اور ہاں۔۔۔ جب بھی وہ اس کے گلے لگ کے آنسو بہاتی تھی اور شانت ہو جاتی تھی۔ یہ سب لمحے تتلیوں کی طرح میشا کے گرد اڑتے اور رنگ بکھیرتے پھر رہے تھے۔ اس کا وجود رنگوں کے اس ہالے میں قید ہو رہا تھا اور وہ سب بھول گئی تھی۔
اسے اپنے اور رومان کے درمیان اب وہ ہاتھ بھی نظر نہیں آرہا تھا جس میں مائر کی دی انگوٹھی سجی تھی۔
اس نے اپنا دوسرا ہاتھ آگے کیا اور بے خود ہو کے رومان کے رخسار کو چھوا۔ اس کے قدم تھوڑا سا آگے

سرک کے اس دوری کو پہلے ہی کم کرچکے تھے اور اسے پتا ہی نہیں چلا۔

اب رومان کی مسکراہٹ رفتہ رفتہ مدھم پڑ رہی تھی۔ شاید وہ اس سکوت سے حیرت زدہ تھا اور میشا کے چھونے کا سبب جاننا چاہ رہا تھا۔ اس کی بند پلکیں آہستہ آہستہ کپکپانے لگیں۔ جیسے وہ انہیں کھولنا چاہتا ہو اور میشا۔۔۔ اسے احساس تک نہیں ہو رہا تھا کہ وہ دھیرے دھیرے اپنے لب رومان کی آنکھوں تک لاتی جارہی ہے۔

اور جیسے ہی رومان نے اپنی آنکھیں کھولیں۔ وہ دھک سے رہ گئی۔

اسے اچانک احساس ہوا کہ وہ کیا کرنے جارہی تھی۔ گھبراہٹ میں اس کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ پڑا۔ اسے خود سے اتنا قریب دیکھ کے اور اس کے چہرے پہ دل کی سب حکایتیں لکھی دیکھ کے رومان کی حیرت خوشی میں بدل گئی۔

"میشا۔۔۔؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔

اور جیسے میشا کا خواب ٹوٹ گیا۔

وہ چند قدم پیچھے ہٹی اور پھر سرپٹ وہاں سے بھاگ گئی۔ رومان نے اسے روکنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

"نہ تمہیں کچھ بتانے کی ضرورت ہے میشا۔۔۔ نہ اب مجھے کچھ جاننا ہے۔"

☼ ☼ ☼

وہ اسی طرح بھاگتے ہوئے اپنے کمرے میں آئی۔ اور دروازہ بند کرکے اپنی سانس قابو میں کرنے کی کوشش کرنے لگی، مگر نہ سانسیں قابو میں آرہی تھیں۔ نہ دھڑکنیں اعتدال میں آرہی تھیں۔ اس نے آنکھیں زور سے بند کرلیں، مگر پھر گھبرا کے اگلے ہی پل کھول لیں۔ کیونکہ بند پلکوں میں بھی وہی منظر جما تھا، جب وہ بے خودی کے عالم میں اس کے نزدیک ہوتی جارہی تھی۔

"یہ کیا کرنے جارہی تھی میں۔۔۔ رومان کیا سوچتا ہوگا۔"

"دل کو لگا تم نہیں ہوگے۔"

اپنی ہی آواز ہوا کے دوش پہ دوبارہ اس کی سماعتوں تک آئی۔ وہ مسکرا دی۔

"ہمارے دلوں کو ہماری ساری خبر ہوتی ہے۔"

اور پھر رومان کی آواز۔۔۔

"مگر ہمیں اپنے دل کی خود ہی خبر نہ ہوسکی۔ تم جو بھی ہو۔ میرے جیسے انسان یا کسی اور دنیا سے آئے ہو۔ اب میں اس سچ سے بھاگ نہیں سکتی کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں۔"

اور ماژ اپنے کمرے میں بیٹھا اس انتظار میں تھا کہ کب اسے میشا کا فون آتا ہے۔ کب وہ اسے خوش خبری سناتی ہے۔

☼ ☼ ☼

"اتنی بڑی خوش خبری؟" شکوہ خانم خوش تھیں۔

"آپ ٹھیک کہتی تھیں گرینی! وہ بھی مجھ سے اتنی ہی محبت کرتی ہے۔"

"تو اس نے تم سے کہہ دیا؟"

"نہیں! زبان سے تو نہیں۔۔۔" وہ مسکرایا۔

"لکھ دیا؟"

"نہیں۔" مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔

"پھر کیسے؟"

"بس! بتا دیا ناں۔ ہر بات تو آپ سے شیئر کرسکتا میں۔" اپنی مسکراہٹ چھپانے کے لیے اس نے گرینی کی گود میں سر رکھ دیا۔ وہ محبت سے اس کے بال سہلانے لگیں۔

"میں تم دونوں کے لیے بہت خوش ہوں۔ بہت خوش۔ میشا نے ہمیشہ خود کو سنڈریلا سمجھا۔ کسی پرنس کے خواب دیکھے، جو اسے ایک بڑے سے محل کی رانی بنا کے رکھے۔ مگر ایک خواب میں نے بھی اس کے لیے دیکھا تھا۔ تمہارے جیسے لڑکے کا خواب، جو اسے ٹوٹ کر چاہے۔ جیسی وہ ہے، اسی طرح اور اسے کسی محل کی بجائے اپنے دل کی رانی بنا کے رکھے۔"

"میں آپ کے سب خواب پورے کروں گا گرینی! اسے اتنی محبت دوں گا کہ وہ خود کو کسی شہزادی سے کم نہیں سمجھے گی۔"

"تم نے اسے اپنے بارے میں بتادیا؟"

یہ سن کر رومان نے چونک کر ان کی گود سے سر اٹھایا۔

"ارے۔۔۔ یہ بات تو رہ گئی۔ گیا تو میں اسے یہ ہی بتانے تھا۔" یہ سن کر شکوہ خانم پریشان ہوگئیں۔

"دیر مت کرو رومان! جلدی بتا دو۔ وہ کتنی الجھن میں ہوگی کہ جس سے محبت کرتی ہے، اسے پا نہیں سکتی۔ کیونکہ وہ اس کے جیسا عام انسان نہیں ہے۔"

"ویسے گرینی! معاف کیجیے گا۔ آپ کی لاڈلی ہے ایک نمبر کی بے وقوف۔ میں نے جب اس سے یہ جھوٹ بولا تھا تو مجھے بھی یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس پہ اتنی جلدی یقین کرلے گی۔ مجھے لگا ابھی چپل اتار کے مارنے لگے گی کہ آئے بڑے کہیں کے پرے۔ مگر جب اس نے یقین کرلیا، تب میں نے سوچا، اس وقت وہ جذباتی ہو رہی ہے اور بعد میں جب ٹھنڈے دماغ سے سوچے گی تو اسے خود اس بات پہ ہنسی آئے گی کہ وہ مجھے کیا سمجھ رہی ہے۔ مگر حد ہے حماقت کی۔ ہمارے درمیان اتنی دوستی ہونے کے بعد بھی اسے ابھی تک اندازہ نہیں ہوسکا کہ میں کون ہوں؟"

"اسے حماقت نہیں۔۔۔ سادگی کہتے ہیں۔" انہیں نے تو میشا کی حمایت کرنا ہی تھی۔

"آخر کس دنیا میں رہتی ہے وہ۔ اتنا تو کوئی بچہ بھی سمجھتا ہے آج کے زمانے میں کہ ایسا کہیں نہیں ہوتا۔"

"وہ اپنی ہی دنیا میں رہتی ہے۔ اپنے خوابوں اور اپنے قصے کہانیوں کی دنیا میں۔ شروع سے ہی ایسی ہے وہ۔ اور میں نے بھی اسے اس دنیا سے باہر لانے کی کوشش اس لیے بھی نہیں کی، باہر کی دنیا میں اس کے لیے رکھا کیا ہے سوائے تلخ حقیقتوں کے۔ جو اسے دکھی کرنے کے سوا کچھ نہیں کرسکتیں۔ اگر وہ اپنی اس خیالی دنیا میں خوش رہتی ہے تو ایسا ہی سہی۔۔۔"

"لیکن اب اگر میں اسے یہ بتادوں کہ میں کوئی پرستان سے نہیں آیا۔ کسی فیری مدر کا پوتا نہیں ہوں نہ ہی کوئی پرا ہوں اور نہ ہی میرے پاس کوئی جادوئی طاقتیں ہیں تو کیا وہ مان جائے گی؟"

اور اس سے پہلے کہ پر شکوہ خانم اس کے سوال کا کوئی تسلی بخش جواب دے پاتیں۔ اس جانب آتے آتے رک کر رومان کی گفتگو کا آخری حصہ سننے والی سمارا چونک کے بولی۔

"پرا، پرستان، جادوئی طاقت، کیا مطلب؟"

رومان کے ہوش اڑ گئے۔

"سمارا آنٹی۔۔۔!"

☼ ☼ ☼

ماژ نے میشا کا نام لے کر کارا کے ہوش اڑا دیے تھے۔

"کیا کہہ رہے ہو تم ماژ؟"

"میں صحیح کہہ رہا ہوں ماما۔۔۔ میشا ہی وہ لڑکی ہے۔"

"ماژ! مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔ میں تمہیں بہت سینس ایبل اور میچور سمجھتی تھی۔ تم بھی زینی میں تو کبھی میشا میں اس لڑکی کو تلاش کرتے پھر رہے ہو، جو شاید ان دونوں میں سے کوئی بھی نہ ہو۔" کارا نے سمجھانا چاہا۔

"نہیں! وہ میشا ہی ہے۔ پہلے مجھے غلط فہمی ہوئی تھی۔ اب نہیں۔"

"اگر میشا وہ لڑکی ہے بھی۔ تب بھی میں یہ کہوں گی کہ شادی کرنے کے لیے لڑکی میں اور بہت کچھ دیکھا جاتا ہے، علاوہ محبت کے۔ مجھے تو زینی بھی کبھی اس معیار کے آس پاس نہیں لگی، مگر بہرحال ہے تو وہ ایک اچھے خاندان۔۔۔ سیف اللہ کی بیٹی۔"

"میشا بھی سیف انکل کی بیٹی ہے۔"

"مگر اس کی ماں کے بارے میں ہم کچھ نہیں جانتے حتیٰ کہ خود میشا بھی نہیں۔ مہر جیسی بھی ہے، اس کے اور اس کی بیٹی کے بارے میں ہم سے کوئی سوال نہیں کیے جائیں گے۔ البتہ میشا ہمیں دنیا کے سامنے تماشا بنا سکتی

ہے کیونکہ سیف اللہ کی بیٹی ہونا ایک بہت بڑا سوالیہ نشان ہے۔"

"مگر وہ میرے سب سوالوں کا جواب ہے مام۔"

"میں نے بہت مشکل سے خود کو زینی کے لیے تیار کیا تھا۔ اور اب ییشا۔۔۔ ایسا نہ ہو کل کسی اور لڑکی کو تم لے آؤ سامنے۔" کارا سخت مایوس نظر آرہی تھی۔

"ایسا نہیں ہے مام! نہ ہو سکتا ہے۔ اب صرف ییشا' ورنہ کوئی بھی نہیں۔"

کارا مائر کے لہجے کی مضبوطی پہ خاموش ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

سمارا سخت طیش کے عالم میں تھی۔ رومان اس کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا مسلسل اس کا غصہ کم کرنے کے لیے کوشش کر رہا تھا۔ اسے ڈر تھا' وہ آدھی بات سن کے پورا افسانہ نہ بنا لے اور جا کے مہر کے سامنے نشر نہ کر دے۔

"آپ رک کر میری بات تو سن لیں۔"

"تم یہاں یہ سب ڈرامے کر رہے ہو؟"

"ڈرامے نہیں۔۔۔ یہ سب تو ایک مذاق تھا۔"

"کیسا مذاق؟" "ضرور تمہاری کوئی پلاننگ تھی' جو تم نے انہیں یہ سب بتایا۔ سچ سچ کہو! کیا کرنا چاہتے تھے تم؟ اس فیملی کے ساتھ کوئی فراڈ؟ انہیں لوٹ کے بھاگنا چاہتے تھے؟"

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں؟" اس کا دل چاہ رہا تھا' اپنا سر پیٹ لے۔

"اب ہی تو ٹھیک سمجھی ہوں میں۔۔۔ تب ہی تو وہاں جا کے ڈیرے ڈالے ہوئے تھے تم نے۔ یاد رکھو رومان! تمہاری کسی بھی غلط حرکت کا خمیازہ مجھے بھگتنا پڑ سکتا ہے کیونکہ تم بدقسمتی سے میرے رشتے دار ہو اور میرے ہی گھر سے وہاں رہنے گئے ہو۔"

"آپ خدا کے لیے میری بات تو سن لیں۔ اصل واقعہ کچھ اور ہے۔"

☼ ☼ ☼

ییشا کی آنکھوں میں آنسو مگر لب پہ مسکراہٹ تھی۔ بڑی آسودہ سی مسکراہٹ۔

مائر کے دیے پھول کی ایک ایک پتی اس کے پیروں میں بکھری ہوئی تھی۔ ایک گہرا سانس لے کر وہ کمرے سے نکلی اور باہر کی طرف قدم بڑھائے۔

"تم باہر نہیں جا سکتیں۔" وہاں مہر اور زینی اس کا راستہ روکے کھڑی تھیں۔ دونوں کے تیور از حد خطرناک لگ رہے تھے۔

"کیوں نہیں جا سکتی؟"

"اس لیے کہ میں کہہ رہی ہوں اور یہ سختی اور پابندی میں نے تمہارے ساتھ پہلے کر لی ہوتی تو آج میری زینی کو یہ دن دیکھنے نہ پڑتے۔"

مہر نے اسے خشمگیں نظروں سے گھورا۔

"تو آپ یہ سختی اور پابندی زینی کے ساتھ کریں۔ اسے ضرورت بھی ہے۔"

"زبان چلاتی ہو میرے ساتھ۔" مہر کو اور کچھ نہ سوجھا تو ہمیشہ کی طرح اسے تھپڑ دے مارا۔

"ماما۔۔۔ یہ ہمت اور یہ زبان اسے مائر کی وجہ سے ملی ہے۔ اسی کی وجہ سے اکڑ رہی ہے۔" زینی نے شہہ دی۔

"اس کی یہ اکڑ تو میں ابھی توڑتی ہوں اور اس کے سر سے مائر کا بھوت بھی اتارتی ہوں۔ کان کھول کے سن لو لڑکی! اگر تم اپنی گرینی اور کارا کو بھی اپنے ساتھ ملا لو تب بھی میں مائر سے تمہاری شادی کبھی نہیں ہونے دوں گی۔ اس سے شادی صرف زینی کی ہو گی۔"

"تو کروائیں۔ شوق سے کروائیں۔ مجھے بالکل کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

تنگ آ کے ییشا نے ہاتھ جوڑ دیے۔ زینی آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگی۔

"دیکھا ماما۔۔۔ یہ اصل میں مجھے جتا رہی ہے کہ ہم کچھ بھی کر لیں۔ مائر اس کے علاوہ کسی کی جانب دیکھے گا بھی نہیں۔"

"مجھے تمہارے مائر میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ سنبھال کے رکھو اسے۔ وہ دنیا کا آخری مرد ہوا' تب بھی میں اس سے شادی نہیں کرنے والی۔ کبھی بھی

نہیں۔ ہٹیں سامنے سے۔"

اس نے غصے سے کہا اور زینی کو اپنے سامنے سے ہٹاتی گھر سے نکلی۔ مہر اور زینی دونوں اس کا بدلا روپ اور تیور دیکھ کے دم بخود تھیں۔

باغیچے میں دھوپ سینکتی پر شکوہ خانم سے ییشا نے بڑی بے تابی سے رومان کی بابت دریافت کیا۔

"یہیں تھا ابھی۔ سمارا کے ساتھ نکلا ہے۔۔۔ آتا ہو گا۔" ییشا ان کی بات سنتے ہی لکڑی کا پھاٹک کھول کے سیڑھیاں دھڑا دھڑ اترنے لگی۔

"ییشا۔۔۔ بیٹا رکو۔۔۔ وہ یہیں آرہا ہے۔" وہ اسے آخری سیڑھی تک جاتا دیکھ کے افسوس سے بڑبڑانے لگیں۔

"ناحق بتایا اسے۔ جانے وہاں سمارا اور رومان کے درمیان کیا چل رہا ہو گا۔"

☼ ☼ ☼

رومان' سمارا کو مطمئن کرنے کے لیے جھوٹ پہ جھوٹ بولتا جا رہا تھا۔

"وہ سب ایک مذاق تھا۔ کوئی چال نہیں۔۔۔ نہ ہی کوئی فراڈ۔"

"مگر مہر یا اس کی بڑھیا ساس سے تمہارا کون سا مذاق کا رشتہ ہے؟"

"یہ مذاق میں نے ان سے تھوڑا ہی کیا تھا۔ یہ تو صرف ییشا کے ساتھ کیا تھا۔ باقی سب لوگ میری اصلیت جانتے ہیں۔"

ییشا اسے ڈھونڈتے ہوئے سمارا کے گھر تک آئی تھی۔ جھرنے کے قریب ان دونوں کو باتیں کرتے دیکھا۔ اپنا ذکر سن کر وہ ٹھٹک کے وہیں شہتوت کے درخت کے پاس رک گئی۔

"سب کو پتا ہے کہ میں ایک عام انسان ہوں۔ کوئی پرا نہیں ہوں' نہ میرے پاس کوئی جادو ہے۔ صرف ییشا ہے' جسے اس بکواس پہ یقین ہے اور اسے لگتا ہے کہ میں پرستان سے اس کی مدد کے لیے آیا ہوں۔"

"مگر کیوں؟ کوئی تو مقصد ہو گا تمہارا؟"

"پھر وہ ہی۔۔۔؟" وہ زچ ہو اٹھا کہ آخر اس بلا کو مطمئن کیسے کرے۔

"ظاہر ہے! سوائے اسے الو بنانے کے اور کیا مقصد ہو گا میرا۔ اس کے علاوہ مجھے اس سے یہ جھوٹ بول کے اور کیا کرنا تھا۔ مجھے زینی نے بتایا تھا کہ وہ ایک نمبر کی بے وقوف ہے۔ میں نے سوچا' کوئی لڑکی کتنی بھی بے وقوف یا سیدھی سادی ہو' اس بکواس اسٹوری پہ تو یقین نہیں کرے گی۔ مگر وہ تو میرے اندازوں سے بڑھ کے اسٹوپڈ نکلی۔ اصل میں میری زینی کے ساتھ شرط لگی تھی اسے بے وقوف بنانے کی۔ میں شرط جیت گیا۔ مگر اس کے بعد مزا آنے لگا اس کی حماقتوں پہ۔۔۔ اس لیے جھوٹ لمبا ہوتا گیا' لیکن سچ یہ ہے کہ اب میرا دل بھر گیا ہے۔ اکتاہٹ ہونے لگی ہے اس ڈرامے سے۔ آپ فکر مت کریں۔ ڈراپ سین ہونے ہی والا ہے۔"

اس نے اچھی خاصی لمبی کہانی سنا دی کہ شاید سمارا مان ہی جائے مگر وہ ہنوز اسے شک بھری نظروں سے گھور رہی تھی۔

اور ییشا۔۔۔

اس کی کٹورا سی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں۔ اس نے اپنے برف ہوتے پیر بمشکل اٹھائے اور واپس جانے کے لیے مڑی۔ اس سے زیادہ سننے کی اس میں تاب نہیں تھی۔

"تو تمہیں لگتا ہے میں تمہاری اس بے تکی اور فضول کہانی پہ اعتبار کر لوں گی؟" کافی دیر تک اسے گھورنے کے بعد سمارا نے کہا بھی تو یہ۔ رومان زچ ہو اٹھا۔

"ٹھیک ہے! نہ کریں۔ مرضی آپ کی۔" وہ تلخ ہو اٹھا۔ بے کار میں اتنی دیر سے مغز کھپا رہا تھا۔

"میں سچ سننا چاہتی ہوں رومان! آخر مقصد کیا تھا تمہارا۔"

"ییشا کو پانا۔۔۔" وہ پھٹ پڑا۔

اور سمارا کی آنکھیں بھی پھٹ پڑیں۔

"ہاں! اس کو پانا' اس کے نزدیک جانا' اس سے کسی

بہانے دوستی کرتا۔ بس! اب ہو گئی آپ کی تسلی؟ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور میں نے جو بھی کیا جھوٹ بولا ڈرامہ کیا' دھوکا دیا۔ سب اس کی محبت میں کیا۔ میری نیت میں کھوٹ تھا' نہ دل میں میل۔"

سمارا میں تو اب کچھ کہنے کی ہمت ہی نہ تھی۔

☼ ☼ ☼

میشا نے فرش پہ گری ان پتیوں کو ایک ایک کر کے اٹھایا' جو اس نے کچھ دیر قبل نوچ کے بکھیر دی تھیں۔ ان کو مٹھی میں بند کر کے وہ ماثر کی طرف جانے کے لیے نکلی۔ مگر سفید پھولوں والی پہاڑی کی گھاٹی اترتے ہوئے اسے رومان کا سامنا کرنا پڑا۔

"تم بات ادھوری چھوڑ کے چلی گئی تھیں میشا! میں وہ پوری کرنے آیا ہوں۔"

اس کی آنکھیں آج بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں۔ مگر میشا ان کا مفہوم سمجھنے سے انکاری تھی۔

"میں نے بات ادھوری نہیں چھوڑی تھی رومان ... میں نے تو بات شروع ہی نہیں کی تھی۔" وہ حد سے زیادہ سنجیدہ نظر آ رہی تھی۔

"مجھے لگتا ہے میشا! اب تمہیں یا مجھے ایک دوسرے کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ سب کچھ کھل کے سامنے آ چکا ہے۔"

"ہاں... سب کچھ کھل کے سامنے آ چکا ہے۔ بہت واضح ہو کے' لیکن پھر بھی رومان! میں چاہتی ہوں دل کی باتیں' دل میں نہ رہیں۔ کوئی حسرت باقی نہ رہے کہ میں تمہیں وہ سب نہ کہہ سکی' جو کہنا چاہتی تھی۔"

"ضرور کہو۔ میں بھی تم سے وہ سب سننے کے لیے مر رہا ہوں' لیکن اس سے پہلے میری ایک بات سن لو۔ میں نے تم سے ایک چھوٹا سا جھوٹ بولا تھا۔ دراصل میں ....."

"دراصل تم برے نہیں ہو۔ ایک عام... نہیں... عام نہیں' بلکہ معمولی انسان ہو۔" میشا نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تم جانتی ہو؟" وہ حیران تھا۔

"ہاں... پہلے دن سے۔"

"تو تم نے کبھی ظاہر کیوں نہیں کیا؟"

"جھوٹ تم نے بولا تھا۔ نبھا میں رہی تھی۔ تمہیں کیا لگتا ہے رومان! آج کے زمانے میں کوئی لڑکی اتنی احمق ہو سکتی ہے کہ تمہاری اس بکواس پہ یقین کر لے؟ تم نے کیا سوچا تھا' مجھے الو بنا لو گے؟ مجھ سے کھیلو گے؟"

"نہیں! بخدا ایسا نہیں ہے میشا۔ میں نے وہ جھوٹ اس نیت سے نہیں بولا تھا۔ میں تمہیں دھوکا دینے یا تمہارے جذبات سے کھیلنے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

"تم نہیں سوچ سکتے ہو گے مگر میں نے ایسا ضرور سوچا۔" وہ ہنسنے لگی۔ اس کی ہنسی میں آج کھنکھناہٹ نہیں۔ ایک کراہاٹ تھی۔

"میں نے ایسا ضرور سوچا... تمہیں الو بنانے کا... تمہارے جذبات سے کھیلنے کا۔"

"میشا؟" وہ حیرت زدہ تھا۔

"ہاں... اور تم بن گئے الو۔ اسے کہتے ہیں شکاری کا خود شکار بن جانا۔ مزا لے رہی تھی میں تمہارے اس بوگس ڈرامے کا۔ ورنہ تم جیسے کو میں کیوں لفٹ کراتی؟ میں تو تمہیں دوستی کے لائق بھی نہیں سمجھتی۔ جس لڑکی کے سامنے ماثر جیسا شخص منتظر کھڑا ہو' وہ تم جیسے کو گھاس کیوں ڈالے گی؟"

وہ اس پہ ایک تیز نظر ڈال کے کہتی وہاں سے چلی گئی۔ اور رومان کے پیر جیسے زمین میں گڑ گئے تھے۔ وہ نہ آگے جا پا رہا تھا' نہ پیچھے۔

میشا نے اپنی ہتھیلی ماثر کے سامنے پھیلائے تو پھول کو پتی پتی مسلی ہوئی حالت میں دیکھ کے وہ کچھ مایوس ہوا۔

"میشا! یعنی تمہارا... تمہارا جواب انکار میں ہے؟"

"پھول تو مرجھا جاتے ہیں ماثر! ان کی زندگی بس اتنی ہی ہوتی ہے' جتنی خوابوں کی ہوتی ہے۔ جیسے آنکھ کھلتے ہی خواب ٹوٹ جاتا ہے' ایسے ہی ہلکا سا چھونے

سے پھول ٹوٹ کے بکھر جاتے ہیں اور مجھے تم سے کوئی ایسا کچا رشتہ نہیں جوڑنا۔"

پھر اس نے اپنی ہتھیلی ان مسلی ہوئی پتیوں سے خالی کی اور اس کی جانب بڑھا دی۔

"میرا جواب "ہاں" میں ہے ماثر!"

ماثر جیسے جی اٹھا۔

اسی وقت وہ اسے کارا سے ملوانے بھی لے گیا۔ کارا نے بڑا پتھر دل پہ رکھ کے اس سے مسکرا کے بات کی' ورنہ یہ حقیقت ہضم کرنا آسان نہیں تھا کہ کل تک جس معمولی سی لڑکی کو وہ گھر کے کاموں میں مدد کے لیے لائی تھی اور ملازموں سے ذرا ہی اوپر کی حیثیت دی تھی۔ آج وہ گھر کی دلہن بننے والی ہے۔ لیکن میشا نے اپنی اداسی میں اور ماثر نے اپنی سرشاری میں کارا کے اس تصنع سے بھرپور رویے کو محسوس ہی نہیں کیا تھا۔

ماثر نے اگر کچھ محسوس کیا بھی... تو میشا کی بار بار گیلی ہو جانے والی آنکھیں... اس کی حزن میں ڈوبی مسکراہٹ۔ اسی لیے اسے واپس چھوڑنے کے لیے جاتے ہوئے وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"میشا تم خوش نہیں لگ رہیں۔"

"اچانک ملنے والی خوشی ایسی ہی ہوتی ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کیسے ظاہر کی جائے۔"

اس نے دور سے ہی رومان کو لکڑی کے پھاٹک پہ روغن کرتے دیکھ لیا تھا۔

"اب تو مام بھی راضی ہیں۔ تم نے مل کے دیکھ ہی لیا۔ انہیں بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ ہم آج شام ہی گرینی سے بات کرنے آئیں گے اور تم مہر آنٹی یا زینی کی بالکل پروا نہ کرنا۔ ویسے بھی تمہیں اب ان کو زیادہ برداشت نہیں کرنا پڑے گا۔"

ماثر نے گیٹ کے سامنے کار روکی۔ میشا نے نیچے اترتے ہوئے بطور خاص رومان کو سنانے کے لیے باآواز بلند کہا۔

"اور ہاں ماثر! یہ دلہن کوئی معمولی دلہن نہیں ہے' اس لیے شادی کی تیاریاں بھی معمولی نہیں ہونی چاہئیں۔ یاد رکھنا! تم ایک پرنسز کو لے جانے والے

ہو' جو ہر ایک کے نصیب کی بات نہیں۔"

رومان کی آنکھوں میں کڑوا کسیلا دھواں بھر گیا۔

☼ ☼ ☼

گرینی کو یقین ہی نہیں آ رہا تھا... انہوں نے غور سے میشا کے چہرے کو کھوجا... وہاں مذاق کی ہلکی سی رمق بھی نہیں تھی۔

"تم نے مجھ سے اجازت لینا تو در کنار... ذکر یا مشورہ تک کرنا مناسب نہیں سمجھا اور اتنا بڑا فیصلہ کر لیا... تن تنہا کارا سے مل بھی آئیں؟"

"کیا کہتی... آپ سب جانتی تو ہیں کہ میں ماثر سے شادی کرنا چاہتی تھی... اور چاہتی ہوں۔"

"میں تو اور بھی بہت کچھ جانتی تھی میشا... تمہارے دل کے ہر موسم سے واقف تھی۔ اس لیے پوچھ رہی ہوں کہ اس جلد بازی میں کیے فیصلے کی وجہ کیا ہے؟"

"کیسی جلد بازی اور کتنا انتظار کرتی میں اپنی قسمت کے دروازے کھلنے کا؟ خوش قسمتی بار بار دستک نہیں دیتی دروازے پہ۔"

"محبت کو بھی ایک بار دستک دے کر واپس لوٹنے کی عادت نہیں ہے۔"

ان کی بات پہ میشا کا دل ایک زینہ نیچے پھسلا۔ مگر اس نے اگلے ہی پل خود کو سنبھال لیا۔

"ماثر مجھ سے محبت کرتا ہے۔"

"اور تم...؟" پر شکوہ خانم کا سوال اس کے لیے غیر متوقع نہیں تھا۔ اس لیے جواب سوچ کے بیٹھی تھی۔

"میں بھی۔" مگر لہجے کے کھوکھلے پن کو کیسے بھرنا ہے۔ یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔

"تم ماثر سے نہیں' اپنے بچپن کے ان خوابوں سے محبت کرتی ہو' جو صرف وہی پورا کر سکتا ہے۔" انہوں نے میشا کے دعوے کو جھٹلا دیا۔

"ایک ہی بات ہے اور آپ کو اسی بات کا غصہ ہے ناں کہ میں نے آپ سے پوچھے بغیر ماثر کو "ہاں" کر دی' تو پوچھ بھی لیتی تو کیا فرق پڑتا؟"

اس کی بات پر ان کے دل پہ خراشیں سی پڑ گئیں۔
"یعنی اب تمہیں میری پسند اور مرضی جاننے سے کوئی بھی فرق نہیں پڑتا؟"
"نہیں۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے۔ میں یہ کہنا چاہتی ہوں کہ میں نے اس لیے پوچھنا ضروری نہیں سمجھا کہ آپ کا جواب میرے جواب سے مختلف تو نہ ہوتا۔"
"مختلف ہوتا۔" شکوہ خانم نے پر زور انداز میں کہا۔
"کیونکہ میں مائر کو تمہارے لیے بالکل بھی مناسب نہیں سمجھتی۔ تم کبھی بھی اس کے ساتھ خوش نہیں رہو گی۔"
"اوہ۔۔۔ تو پھر تو اچھا ہی ہوا کہ میں نے آپ سے نہیں پوچھا۔" میشا نے ڈھٹائی سے کہا تو شکوہ خانم کے پر شکن چہرے پہ ملال غبار کی صورت بکھر گیا۔
"مجھے یقین نہیں آرہا میشا تم میری وہی معصوم سی بھولی بھالی سی گڑیا ہو، جو آنکھ بند کر کے میری ہر بات مان لیا کرتی تھیں اور جو میرے سامنے ایک لفظ تک منہ سے نہیں نکالتی تھی۔"
"میں اب بھی آپ کے ساتھ کوئی بد تمیزی نہیں کر رہی۔۔۔ نہ کرنا چاہتی ہوں۔ صرف اس چانس کو مس نہیں کرنا چاہتی، جو زندگی مجھے دے رہی ہے۔ آپ کیوں یہ چاہتی ہیں کہ میں ساری عمر مہر ماما کے طعنے سنوں اور امی، زینی کے کام کرتے اور ان کی مار کھاتے گزار دوں؟ آپ کیوں نہیں چاہتیں کہ میں اپنے وہ سب خواب پورے کروں، جو آپ کی سنائی کہانیوں نے میرے اندر جگائے تھے؟ میں ان سب کو بتا دینا چاہتی ہوں کہ میں کیا ہوں۔۔۔ جو مجھے اتنا حقیر جانتے ہیں کہ جب دل چاہے مجھے اپنے پیروں تلے روند دیتے ہیں۔ کبھی مجھے، کبھی میرے جذبات کو۔"
"خوابوں اور خواہشوں کے لیے کہیں تم اپنا دل نہ کچل دینا۔۔۔ دوسروں سے آگے بڑھنے کی چاہ میں پیچھے نہ رہ جانا۔"
"آپ کچھ بھی کہہ لیں۔۔۔ میں اپنا فیصلہ نہیں بدل سکتی۔"
"میری ناراضی کے باوجود؟" انہوں نے آخری بار آزمانا چاہا۔
"جی!" میشا نے بھی دل کڑا کر کے کہہ ہی دیا۔ اس وقت بس اور کچھ یاد نہیں تھا۔۔۔ سوائے رومان کے ہاتھوں اٹھائی ذلت اور سبکی کے سوا۔
"تو ٹھیک ہے۔۔۔ کرو من مانی، مگر یہ یاد رکھنا کہ اس شادی میں میری رضا مندی نہیں ہے۔"

☼ ☼ ☼

مہر اور زینی تک بھی یہ اطلاع پہنچ چکی تھی۔۔۔ اور زینی نے گویا سارا گھر سر پہ اٹھا رکھا تھا۔
"مائر ایسا نہیں کر سکتا۔ وہ ایسا کبھی بھی نہیں کر سکتا۔ وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ صرف مجھ سے۔"
چلا چلا کے اس کے حلق میں خراشیں پڑ چکی تھیں اور کمرے میں کوئی ایسی چیز سلامت نہ رہی تھی، جو ٹوٹنے لائق ہو۔
"خود کو سنبھالو زینی۔۔۔ اپنا تماشا نہ بناؤ۔" مہر نے اسے سنبھالنے کی اپنی سی کوشش کی۔
"تماشا تو میرا ساری دنیا کے سامنے بن گیا ہے۔ میں نے سب کو بتا دیا تھا کہ مائر کی اور میری شادی ہونے والی ہے اور کل صبح ایک ایک کو پتا چل جائے گا کہ وہ تو میشا سے۔۔۔"
"اس میشا کی بچی کے تو میں ابھی ہوش ٹھکانے لگاتی ہوں۔ کل کیسے اکڑ کے کہہ رہی تھی کہ مجھے مائر سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" مہر نے دانت کچکچائے۔
"ہے کیا وہ؟ نہ شکل نہ عقل۔ اس کا اور مائر کا کیا جوڑ ہے؟ مائر نے اسے میرے مقابلے پہ لا کے اچھا نہیں کیا۔"
"تمہارا اور اس کا کوئی مقابلہ ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ میں کارا سے بات کروں گی۔۔۔ وہ کیا بے وقوفی کرنے جا رہی ہے؟ اپنے اتنے اونچے خاندان کی بہو ایسی لڑکی کو بنانے جا رہی ہے جس کی ماں کا کوئی اتا پتا ہی نہیں ہے۔"

سیڑھیاں اترتے ہوئے میشا نے مہر کے آخری الفاظ سن لیے اور تنتنا کے کہا۔
"پلیز! آج کے بعد میری ماں کے بارے میں کچھ بھی الٹا سیدھا نہ کہیں۔۔۔ اب مجھ پہ آپ کا کوئی احسان نہیں رہنے والا۔۔۔ وہ جو دو وقت کا کھانا آپ دیتی ہیں، وہ بھی اپنے پاس رکھیں۔"
"یہ تنتنا جو تم دکھا رہی ہو نا! صرف مائر کے بل بوتے پہ۔۔۔ اسے تو میں ایک جھٹکے میں ختم کر سکتی ہوں۔ کارا میری بات ضرور سمجھ جائے گی اور مخمل میں ٹاٹ کا پیوند لگانے سے باز رہے گی۔ پھر تمہارا سارا خمار اتر جائے گا۔"

☼ ☼ ☼

"رومان! یہ سب کیا ہو گیا ہے۔؟ اور کیسے؟ تم تو اس سے اپنے دل کی بات کہنے والے تھے؟"
شکوہ خانم نے رومان کو بلوایا تھا۔ وہ مضمحل سی مسکراہٹ کے ساتھ ان کے سامنے کھڑا تھا۔
"اس سے پہلے ہی میشا نے اپنے دل کی بات کہہ دی کہ وہ مائر سے محبت کرتی ہے۔"
"تم نے اسے اپنے بارے میں بتایا؟"
"نہیں! ضرورت نہیں پڑی۔ وہ پہلے سے سب جانتی تھی۔"
"کیا جانتی تھی؟"
وہ حیران ہوئیں۔ میشا کے کسی انداز سے کم از کم انہیں تو ایسا نہیں لگا تھا۔
"اسے یہ سب ایک دلچسپ مذاق اور کھیل لگا تھا۔"
"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ وہ کیسے کسی سے کھیل سکتی ہے۔ اس کا دل تو بہت حساس ہے۔"
اس کا دل اب اس کے پاس رہا کہاں ہے۔ اسے تو وہ مائر کے حوالے کر چکی ہے۔"
"جھوٹ بولتی ہے وہ۔۔۔ مجھے یقین ہے وہ مائر کو نہیں چاہتی۔۔۔ اس شادی کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے۔"

"ہاں۔۔۔ ہو سکتا ہے کوئی اور وجہ ہو۔ اس کے خواب۔۔۔ اس کی خواہشات مگر یہ وجہ بھی کم نہیں ہے۔ مجھے اس کے خواب توڑنے یا اس کی خواہشات کو ادھورا کرنے کا کوئی حق نہیں ہے گرینی۔۔۔ میں اس کے قابل نہیں ہوں۔ وہ مائر سے شادی کر کے خوش رہے گی۔"
اس کی شکستگی پہ انہیں بہت دکھ ہوا۔
"تم نے اتنی جلدی ہمت ہار دی؟"
"جب دل ہار دیا۔۔۔ تو سب ہار دیا۔"

☼ ☼ ☼

کارا مہر کو خلاف توقع اپنے گھر میں دیکھ کے حیران رہ گئی۔ یہ اندازہ تو تھا کہ وہ کسی اچھے مقصد سے تو ہرگز نہیں آئی ہوگی۔
"جو کچھ تم نے اور تمہارے بیٹے نے زینی کے ساتھ کیا ہے، اس کے بعد میرا تم سے ہمدردی جتانے کا کوئی جواز تو نہیں بنتا، مگر کیا کروں۔ دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ تمہیں گڑھے میں گرتے نہیں دیکھ سکتی۔"
"کیسی ہمدردی؟ کیا گڑھا؟"
"سنا ہے تم نے میشا کو بہو بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ مجھے تم سے اس بے وقوفی کی توقع نہیں تھی۔ میں تو تمہیں بہت سمجھ دار اور زمانہ شناس سمجھتی تھی۔"
"اولاد کی محبت کے سامنے ساری سمجھ داری دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ مائر میشا کی محبت میں۔۔۔ اور میں مائر کی محبت میں مجبور ہوں۔" کارا نے بے چارگی سے کہا۔
"تم ماں ہو۔۔۔ مائر کو حقیقت بتانا تمہارا فرض ہے۔"
"کیسی حقیقت؟" وہ چونکی اور مہر نے تیر نشانے پہ جاتا دیکھ کے مسکرا کے بتایا۔
"تمہاری ہونے والی بہو میشا کی حقیقت۔"

☼ ☼ ☼

رومان اپنا سامان باندھ رہا تھا۔

سامان اس کے پاس تھا ہی کتنا.....
گنتی کے چند جوڑے.....
اور ان گنت یادگاریں.....

ایک ایک پل کو سینت سینت کے دل کے اندر چھپاتے ہوئے وہ ہیشا کی آنے والی زندگی کے لیے دل سے دعائیں کر رہا تھا۔

مہر کے بھرنے پہ کارا سید ھی پرشکوہ خانم کے پاس اپنا سوال نامہ لے کر جا پہنچی.....

"یہ ہیشا کا ہاتھ مانگنے آئی ہو یا گڑے مردے اکھاڑنے؟" وہ ناگواری سے بولیں..... کارا سے انہیں یہ امید نہیں تھی۔

"اب دو خاندانوں میں رشتے ناتے طے ہوتے ہیں تو یہ سوال اٹھائے ہی جاتے ہیں۔ آپ کو تو پتا ہوگا۔"

"کیا اتنا جاننا تمہارے لیے کافی نہیں ہے کہ ہیشا کے نام آگے سیف اللہ کا نام ہے..... میرے بیٹے کا۔"

"میں یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کیا ہیشا کی ماں کے نام کے آگے بھی سیف اللہ کا نام تھا یا نہیں.....؟ ان دونوں کی کبھی شادی بھی ہوئی تھی یا نہیں؟"

"یہ خناس کس نے تمہارے دماغ میں بھرا ہے؟"

"اپنے بیٹے کی شادی کرتے ہوئے اتنا جاننا تو میرا حق ہے..... اگر آپ کہتی ہیں کہ سیف اللہ نے ہیشا کی ماں سے شادی کی تھی تو اس شادی کا کوئی تو ثبوت ہوگا آپ کے پاس کوئی تصویر 'نکاح نامہ۔"

کارا کے استفسار پر پرشکوہ خانم نے لاجواب ہو کے نظر جھکائی تو اسے مہر کے دعووں پہ یقین سا ہو گیا۔

"آنٹی..... مجھے کم از کم آپ سے اس غلط بیانی کی امید نہیں تھی۔ مجھے لگا مہر ہمیشہ کی طرح..... لیکن آپ تو واقعی اپنے بیٹے کے گناہ کی نشانی کو میرے سر پہ فخر سے تھوپ رہی ہیں۔"

کارا کے ملامت بھرے لہجے پہ وہ غصے میں آ گئیں۔

"میرے مرحوم بیٹے کو گناہ گار مت کہو کارا..... اپنی زبان پہ کنٹرول رکھو ورنہ میں بھول جاؤں گی کہ میرا تم سے کیا رشتہ ہے۔"

"اس لڑکی کی خاطر آپ ویسے بھی سب رشتے بھلا چکی ہیں۔"

"کارا! مجھے اس بات سے کوئی غرض نہیں ہے کہ تم ہیشا کو اپنی بہو بناتی ہو یا نہیں..... مگر ایسی لغو باتیں کر کے میرے بیٹے کی روح کو تکلیف مت دو..... میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔"

کارا کے پاس اگلنے کو ابھی بہت سا زہر باقی تھا، مگر پرشکوہ خانم کے بندھے ہاتھ اس کے لبوں کو بھی باندھ گئے۔

☼ ☼ ☼

"جانتی ہو، تمہاری وجہ سے آج مجھے کیا کچھ سننا پڑا؟"
رات کو انہوں نے نم آنکھوں کے ساتھ ہیشا کو بتانا چاہا، مگر وہ نجانے کیسے اتنی پتھر دل ہو گئی تھی۔

"جو بھی آپ سے ایسی بات کہے..... کہہ دیں کہ ہیشا کو جا کے سناؤ..... میں سن لوں گی۔"

انہیں تاؤ سا آ گیا۔

"تم سن لو گی؟ چپ چاپ سن لو گی وہ سب کچھ.....؟ زندگی کوئی فیری ٹیل نہیں ہے ہیشا..... یہاں پہ شہزادے تمہارے ناپ کی سینڈل ہاتھ میں لیے نہیں گھوم رہے۔ کارا نے تم پہ..... تمہارے وجود پہ تمہاری حیثیت پہ ایسے ایسے سوال اٹھائے ہیں کہ تم سن لو تو خود ماثر سے شادی کرنے سے انکار کر دو..... اگر تم میں ذرا سی بھی شرم ہو..... یا عزت نفس اور خودداری نام کی کسی چیز سے تم اب بھی واقف ہو تو..... ماثر کی محبت اور ضد میں مجبور ہو کے کارا تمہیں بیاہ کے لے بھی گئی تو جو بے عزتی اس نے تمہاری اور سیف اللہ کی اب کی ہے' وہ آگے بھی کرتی رہے گی۔ وہ نہیں چاہتی تم اس گھر میں جاؤ۔"

"مگر ماثر تو چاہتا ہے' میں چاہتی ہوں..... اور کیسی بے عزتی؟ کیسی ذلت؟ جو کچھ یہاں ہوتا ہے میرے ساتھ' وہ کیا ہے؟ ایک آپ کا سہارا تھا اور اب آپ بھی بدل گئی ہیں۔ آپ کو بھی مجھ سے پیار نہیں رہا۔"

"اصل میں تمہیں پیار کی پہچان ہی نہیں رہی..... اب کیوں رو رہی ہو..... وہ جس کے کاندھے سے لگ کے تم اپنی پریشانیاں اور دل ہلکا کیا کرتی تھیں۔ جس کے دامن پہ سارے خوف اور سارے آنسو بہا دیا کرتی تھی..... اسے تو تم نے خود ٹھکرا دیا ہے جیسے ناقدرے اور ناشکرے لوگ نعمت کو ٹھکرا دیا کرتے ہیں۔"

ان کا اشارہ کس جانب تھا..... وہ ہیشا بخوبی بھانپ گئی اور چپ چاپ ان کو وہیل چیئر لیے کمرے سے نکلتے دیکھتی رہی..... پھر ہارے ہوئے انداز میں بیڈ پہ گر گئی۔

"گرینی کیوں نہیں سمجھ رہیں کہ رومان نے مجھے جس طرح میری ہی نظروں سے گرایا ہے' اس کے لیے بہت ضروری ہے کہ میں ماثر کا ہاتھ تھام لوں..... کسی اور کو نہیں خود کو یہ یقین دلانے کے لیے کہ میں اتنی گئی گزری نہیں ہوں۔ گرینی کبھی نہیں جان سکتیں کہ کارا آنٹی اور مہر ماما میری وہ بے عزتی کیا کریں گی جو رومان نے کی ہے..... میں اس پہ' گرینی پہ' سب پہ ثابت کرنا چاہتی ہوں کہ میں....."

زینی اور مہر کے اچانک دروازہ کھول کے اندر آنے پہ اس کے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ دونوں کے تیور ٹھیک نہیں لگ رہے تھے۔

"بہت اونچی اڑان بھر رہی ہو..... شاید تمہیں بچپن کے وہ کوٹھری کے جس میں گزارے دن..... اور سردیوں کی کھلے آسمان کے نیچے گزاری راتیں بھول گئی ہیں۔" مہر نے خونخوار نظروں سے اسے گھورا۔

"اسے بہت کچھ یاد دلانے کی ضرورت ہے ماما!" زینی نے اس کے بالوں کو مٹھی میں بھر کے جھٹکا دیا۔

ہیشا کی کراہ نکل گئی..... مہر نے اس کی کمر میں پوری قوت سے دھمو کا جڑا۔ وہ اپنی بے ساختہ چیخ نہ روک سکی۔

انیکسی سے اپنا سامان لے کر نکلتے رومان تک آواز پہنچی اس نے بیگ وہیں پھینکا اور تیر کی طرح لپک کے وہاں پہنچا۔ مہر اور زینی دونوں وحشیانہ طریقے سے ہیشا پہ ٹوٹی ہوئی تھیں۔

"چھوڑیں اسے..... پاگل ہو گئی ہیں آپ دونوں۔"

وہ اسے چھڑانے کی کوشش کرنے لگا۔ مہر نے اسے زور کا دھکا دیا۔

"رومان! تم نکلو یہاں سے..... یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔"

"گھروں میں اس طرح جارحیت نہیں ہوتی..... میں یہ سب نہیں ہونے دوں گا۔" اس نے ایک جھٹکے سے ہیشا کو کھینچا اور ان دونوں کی گرفت سے نکال کے اپنی اوٹ میں چھپا لیا۔

"خبردار! جو کسی نے اب اسے ہاتھ بھی لگایا تو....."

"تم ہوتے کون ہو مجھے روکنے والے؟ نکلو یہاں سے۔"

مہر آگ بگولا ہو گئی اور ہیشا کو اس کے عقب سے نکالنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا جو رومان نے تھام لیا۔

"تم دو ٹکے کے ملازم..... تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری ماما کا ہاتھ پکڑنے کی؟" زینی چلائی۔ جس پہ رومان نے دھمکی دی۔

"ابھی تو صرف پکڑ کے روکا ہے..... ہیشا کی جانب دوبارہ انگلی بڑھائی تو توڑ کے رکھ دوں گا۔"

اس کے شعلے لپکاتے لہجے پہ ہیشا نے بڑی حیرت سے اسے دیکھا۔ رومان کے چہرے کا ایک ایک عضو بھڑک رہا تھا۔ جیسے اس کے اندر کوئی جوار بھاٹا امڈ رہا ہو۔

"میرے گھر میں رہتے ہو..... میرا دیا کھاتے ہو..... اور اس گھٹیا لڑکی کی خاطر مجھے سنا رہے ہو..... ہاں! یاد آیا' کل ہی تو سمارا نے میرے سامنے انکشاف کیا تھا مگر میں نہیں سمجھی ہم اس سے شادی کے لیے نہیں مانے اسی لیے وہ وہ دل کی کھولن نکال رہی ہے۔ اب جیسے تم اس کی حمایت میں لڑنے مارنے پر اتر آئے ہو۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا ہے کہ وہ سچ کہہ رہی تھی۔"

"ہیشا! تم جاؤ گرینی کے پاس۔"

رومان نے ہیشا کو وہاں سے روانہ کرنا چاہا جبکہ ہیشا کا دھیان مہر کی ادھوری بات میں اٹکا تھا..... لیکن جب رومان دوبارہ سخت لہجے میں بولا۔

"میشا... سنا نہیں، تم گرینی کے پاس جاؤ... یہاں تم محفوظ نہیں ہو۔"

تو اسے باہر قدم بڑھانے ہی پڑے۔

"کون سی بات ماما! کیا بتایا تھا سمارا آنٹی نے آپ کو اس کے بارے میں؟"

مگر زینی کے سوال نے اسے دروازے کے باہر ہی ٹھٹک جانے پہ مجبور کردیا۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ رومان نے اسے جس طرح بے وقوف بنایا اور اس کی محبت کا مذاق بنایا۔ کیا یہ بات سمارا نے ان سب کو بھی سنا دی ہے؟

"یہی کہ یہ الّو اس منحوس کے عشق میں گرفتار ہے۔" مہر کے بتانے پہ زینی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

"کیا، یہ بھی؟"

میشا کے پاؤں من من بھر کے ہوگئے۔

اسے اپنی سماعتوں پہ بھروسا نہ رہا کہ جو وہ اس وقت سن رہی ہے وہ سچ ہے یا جو اس وقت سنا تھا وہ سچ تھا۔

"اوہ... تو یہ جو گھر اور شہر چھوڑ کے اچانک روانہ ہوا جا رہا ہے، وہ عشق میں ناکامی کی وجہ سے ہے۔" زینی نے ٹھٹھا لگایا۔

"ابھی تم اسی لڑکی کی وجہ سے مجھ پہ برس رہے تھے رومان! جس نے تمہیں پناہ دی۔ سہارا دیا، اسی کے لیے نمک حرامی کر رہے ہو جو تمہیں ٹھینگا دکھا کے مائر سے شادی کرنے جا رہی ہے۔"

"پلیز! میشا کا ذکر ان الفاظ میں مت کریں۔ میرے اور اس کے درمیان جو کچھ بھی ہو... میں اس کے خلاف کچھ نہیں سن سکتا۔"

رومان کی بات پہ میشا کا دل بھر آگیا۔

"اور مائر... جس سے میشا کی شادی ہونے والی ہے وہ کیا کیا سن سکتا ہے میشا کے بارے میں؟"

زینی کے کھرے سوال پہ میشا اور رومان دونوں ہی چونکے تھے۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا؟"

"وہ ایک بڑے گھر کی بہو بننے جا رہی ہے... بڑے لوگوں کے نخرے بھی بڑے ہوتے ہیں۔ کارا آنٹی تو ویسے بھی ناک پہ مکھی نہیں بیٹھنے دیتیں... مائر کی بھی کچھ کچھ عادتیں ان کے جیسی ہیں۔ اگر اسے پتا چلے کہ اس کی ہونے والی بیوی معصوم، سیدھی سادی، بھولی بھالی میشا کا چکر گھر کے ایک معمولی ملازم سے چلتا رہا ہے تو؟"

"میشا کا مجھ سے ایسا کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہ صرف میری دوست ہے۔"

رومان نے تڑپ کے کہا۔ اس کے چہرے سے کتنی پریشانی ہویدا تھی۔ یہ میشا بغیر دیکھے اس کے لہجے سے ہی بھانپ سکتی تھی۔

"یہ تو تمہارا کہنا ہے مگر میں مائر پہ یہ ثابت کرسکتی ہوں کہ میشا کا اور تمہارا تعلق..."

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی، کچھ بھی نہیں... ورنہ میشا کے خواب ٹوٹ جائیں گے... بکھر جائیں گے۔ میں اس کے خواب نہیں ٹوٹنے دوں گا۔ میں نے اس سے وعدہ کیا تھا کہ اس کے خوابوں میں رنگ بھرنے کے لیے اس کی پوری مدد کروں گا... اور میں مر کے بھی اپنا وعدہ نبھاؤں گا... میں آپ کو یا کسی اور کو میشا اور مائر کے درمیان نہیں آنے دوں گا۔"

میشا روتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی۔

✡ ✡ ✡

میشا اس کیفیت سے چاہ کے بھی نکل نہ پا رہی تھی۔

"اتنا چاہتا ہے وہ مجھے کہ میرے ساتھ ساتھ اسے میرے خوابوں سے بھی پیار ہے... اتنی محبت ہے اسے مجھ سے کہ اپنا دل ٹوٹنا گوارا ہے اسے... مگر میری امید ٹوٹنا گوارا نہیں ہے۔ یہ کیسی محبت ہے۔ جو اپنی ذات سے نکل کے دوسرے کی ذات کو خود پہ حاوی کرلیتی ہے۔"

اس نے خود کو جو دھوکا دیا تھا۔ رومان کی چاہت کو نفرت کے لبادے میں چھپانے کا... وہ دھوکا اب وہ مزید نہیں دے سکتی تھی۔ کیسے چھپائے وہ اب اس چاہت کو جو کورے پیالے میں سے چھلک چھلک کے باہر آرہی تھی۔

"نہیں... ساری عمر اس دھوکے کے ساتھ نہیں گزر سکتی۔ مجھے رومان کو بتانا ہوگا کہ جو ہوا ایک غلط فہمی..."

رات کے سناٹے میں فون کی تیز گھنٹی نے اسے بری طرح جھنجھوڑ ڈالا۔

"ہیلو۔"

"میشا... تم ٹھیک ہو نا، پتا نہیں کیوں تمہارے بارے میں سوچ کے میرا دل گھبرا رہا تھا جیسے... جیسے کچھ غلط ہوا ہے یا غلط ہونے والا ہے۔"

دوسری جانب مائر تھا جو بے تابی سے کہتا میشا کو یہ احساس دلا رہا تھا کہ اس دھوکے اور غلط فہمی کی لپیٹ میں صرف اس کے اور رومان کے دل ہی نہیں آئے تھے بلکہ ایک تیسرا فرد بھی آیا تھا۔

مائر...

وہ چپ چاپ ریسیور ہاتھ میں لیے کھڑی رہی۔

"میشا... مام اور میں صبح آرہے ہیں... تمہیں منگنی کی انگوٹھی پہنانے... اور اسی ہفتے کی شادی کی تاریخ بھی رکھ دیں گے... میں مزید کسی قسم کی تاخیر نہیں چاہتا۔"

میشا نے مردہ ہاتھوں کے ساتھ ریسیور رکھ دیا۔

چند الفاظ ہی تو تھے... کہہ دیتی... مگر دل ٹوٹنا کیا ہوتا ہے اس کا کرب کچھ دن پہلے ہی تو سہا تھا اس نے کہ ہاتھ آئی محبت کو کھونا کیا ہوتا ہے۔ ابھی ابھی تو جانا تھا اس نے... اسے پتا تھا کیا گزرتی ہے دل پہ... کیسے وہ اپنے ہاتھوں یہی اذیت... یہی کرب... یہی عذاب کسی اور کو سونپ دے... مائر سے کچھ کہنے کا حوصلہ ہی نہ ہوا۔

✡ ✡ ✡

پرشکوہ خانم پریشان کم اور حیران زیادہ تھیں کہ کل والے واقعے کی اتنی تلخی کے بعد بھی کارا کیسے مان گئی... انہیں شک سا ہو رہا تھا کہ کل اس کے آنے پہ کوئی نیا پلندہ کھلے گا۔

"سیف اللہ... مجھے معاف کرنا میں تمہاری امانت کی اس طرح حفاظت نہیں کرسکی... جیسے مجھے کرنی چاہیے تھی اور شاید اب میں تمہارے اس راز اور عہد کی پاس داری بھی نہ کرسکوں کیونکہ اس عہد اور راز سے زیادہ اہم کسی کا وقار اور بھرم ہے۔"

✡ ✡ ✡

اور رومان نہیں گیا...

اسے جانا تھا... اس نے جانے کا ارادہ بھی کرلیا مگر ابھی نہیں۔ جو حالت مہر اور زینی نے میشا کی تھی اس کے بعد اس کا حوصلہ نہیں ہوا میشا کو ان کے نرغے میں اکیلا چھوڑ کے جانے کو... میشا اور مائر کی شادی تک اس نے یہیں رکنے کا فیصلہ کیا۔ ساری رات اس نے کھلے آسمان تلے جگنوؤں سے باتیں کرتے گزاری... اور صبح گرینی کو لائبریری کی کتابیں دینے کے بہانے وہاں آگیا۔ گرینی کی زبانی اسے پتا چلا کہ وہاں اس کی ضرورت بھی تھی۔ کارا اور مائر کچھ ہی دیر میں آنے والے تھے۔ میشا صبح سے کمرے میں بند تھی۔ رومان کا خیال تھا اس کا فی الحال کمرے میں بند رہنا ہی ٹھیک تھا... میشا نے گرینی کو مہر اور زینی کی کل والی حرکت کے بارے میں نہیں بتایا، اس بات کا اندازہ کرکے رومان نے بھی بتانا مناسب نہ سمجھا... اور خاموشی سے مہمانوں کے استقبال کی تیاری میں لگ گیا۔ مہر، ایمی اور زینی کو لیے "احتجاجاً" گھر سے چلی گئی تھی۔

کارا ایک پراسرار سنجیدگی کے ساتھ پرشکوہ خانم کے سامنے بیٹھی تھی۔

دونوں کے درمیان ایک تکلف اور گریز سا نظر آرہا تھا۔ کارا تو مائر کی وجہ سے مارے باندھے بیٹھی تھی۔ وہ بے چارہ ماحول کو خوش گوار کرنے کے لیے اپنی سی کوششیں کر رہا تھا۔

"میشا کیا خود کو ابھی سے دلہن سمجھ رہی ہے، جو اندر چھپ کے بیٹھ گئی ہے۔"

لیکن اس کے چہکنے پہ بھی دونوں خواتین کی سنجیدگی پہ رتی برابر فرق نہ پڑا۔ خجل سا ہو کے مائر کو بھی سنجیدہ ہونا پڑا۔

"گرینی! آپ میشا کو بلائیں تاکہ میں اسے منگنی کی انگوٹھی پہناؤں۔ پھر ڈیٹ آپ دونوں مل کے فائنل کر لیں۔"

"لیکن اس سے پہلے مجھے آنٹی سے اپنے سوال کا جواب چاہیے۔ جو اس دن وہ نہیں دے پائی تھیں۔" کارا نے یہی کہنا تھا اور یہی کرنا تھا۔ اس کی توقع شکوہ خانم کو پہلے سے تھی۔ جب ہی تو وہ تیار بیٹھی تھیں۔

"فکر مت کرو کارا! آج تمہیں تمہارے سارے سوالوں کے جواب ملیں گے۔"

"کیسے سوال... کیسے جواب..." مازن کی سمجھ سے بالاتر تھا یہ معاملہ...

"بتایئے آنٹی کیا ہے میشا کی حیثیت' کون تھی اس کی ماں' کیا اس کا ماضی اتنا تاریک اور بھیانک ہے کہ سیف اللہ اس عورت کا نام تک لینے سے گھبراتا تھا؟"

"سب سے پہلے تو میں یہ واضح کردوں کہ میشا کی ماں جو بھی تھی' جیسی بھی تھی۔ ہمیں اس کے بارے میں اس انداز سے بات کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ کیا پتا اس کا دامن ہم سے بھی اجلا ہو۔"

"جس کی جنم دی اولاد کو اس کا نام تک نہ ملے۔ وہ ماں کتنی قابل احترام ہو سکتی ہے بھلا؟ آخر سیف اللہ نے اپنی اس دوسری بیوی یا معشوقہ میں کوئی تو ایسا عیب دیکھا ہو گا جو میشا کو نہ صرف اس سے الگ کر دیا بلکہ اس کے بارے میں کچھ بتایا تک نہیں۔"

"مام... آپ یہ کس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔" مازن جھنجلا اٹھا۔

"یہ سب جاننا بہت ضروری ہے مازن! لڑکی معمولی صورت کی ہوتی تو میں برداشت کر لیتی... مگر معمولی نسب کی ہو' یہ قابل قبول نہیں ہے میرے لیے۔"

"مگر میرے دل میں میشا کے لیے کیا جذبات ہیں ان کے بارے میں تو سوچیں آپ؟"

"تمہارے جذبات کا خیال کر کے ہی میں یہاں تک آئی ہوں ورنہ میشا میں ہے کیا... نہ تعلیم نہ ذہانت... نہ کوئی اور گن... نہ حیثیت' نہ مقام... یہ سب باتیں بھی میں نے پتا نہیں کیسے نظر انداز کیں... مگر اب یہ بات بالکل بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں ہے کہ اس کا تعلق کسی ایسی ویسی عورت سے ہے۔"

"کارا! میں نے تم سے پہلے ہی کہا ہے کہ اس عورت کا ذکر ان الفاظ میں مت کرو۔"

"مہر کے بارے میں تو میں نے جب بھی کچھ کہا۔ آپ کو کوئی اعتراض نہیں ہوا۔ اپنی اس دوسری بہو سے آپ کو کچھ زیادہ ہی ہمدردی ہے؟"

"وہ میری بہو نہیں تھی۔" اور کارا نے فوراً ان کی بات کو پکڑ لیا۔

"دیکھا... آخر آپ نے تسلیم کر لیا کہ سیف اللہ نے اس عورت سے شادی نہیں کی تھی۔"

"ہاں... نہیں کی تھی۔" انہوں نے تحمل سے کہا۔

"مازن! کیا اب بھی تم کہو گے کہ تمہاری مام غلط ہیں؟ میری بات کتنی صحیح نکلی۔ دیکھ لینا میرا یہ اندازہ بھی درست ثابت ہو گا کہ وہ کسی اچھے قماش کی عورت نہیں تھی۔ تب ہی تو سیف اللہ جیسے شریف انسان کو بھی اپنے دام میں..."

"بس کارا... اس سے زیادہ میں برداشت نہیں کروں گی۔ میرا سیف اللہ اس عورت کو... یعنی میشا کی ماں کو جانتا تک نہیں تھا... نہ ہی اس کا اس سے کوئی تعلق تھا۔ اس نے تو اس عورت کو دیکھا تک نہیں تھا کبھی۔"

کارا اور مازن تو دنگ تھے ہی... اپنے کمرے سے نکلتی میشا بھی بت بن کے رہ گئی۔ اسے رومان نے کتنی دستکیں دینے کے بعد دروازہ کھولنے پہ مجبور کیا تھا۔

"کیا' دیکھا تک نہیں... تو... یہ... میشا؟"

"سیف اللہ کو میشا جب ملی تو اس کے ماں باپ دونوں کا انتقال ہو چکا تھا... میشا چھ سال کی تھی اور نیپال کے کماری میلے میں ملی تھی سیف اللہ کو۔"

"کماری میلہ؟ مطلب Living goddess کے فیسٹول میں؟" مازن اس میلے کے پس منظر سے واقف تھا۔

"ہاں..... وہاں کے مذہب اور روایت کے مطابق اس بار انہوں نے ننھی ییشا کو Living goddess کے طور پہ چنا تھا۔ سیف اللہ چونکہ ان دنوں نیپال میں تھا اور اس فیسٹول کی شہرت سن کے دیکھنے گیا تھا اور ہاتھی کی سواری کرتی، دیوی کے لباس میں ملبوس، سر پہ تاج پہنے ییشا کو دیکھ کے اسے اپنی بچیاں ایمی اور زینی یاد آگئی تھیں..... اس کا اتنا دل دکھا تھا جب اس نے بچی کو چاکلیٹ دی تھی اور وہ معصوم اس چیز کے ذائقے تک سے ناواقف تھی اور جب ذائقہ بھایا تو اگلی رات اپنے کماری پیلس کے اتنے پہرے توڑ کے نجانے کیسے وہ باہر نکل آئی۔ صرف سیف اللہ سے دوبارہ وہ چاکلیٹ لینے..... سیف اللہ سے برداشت نہ ہوا کہ ایک معصوم بچی اس دور میں بھی ایسی جاہلانہ رسم کی وجہ سے اپنے بچپن، اپنی معصومیت اور اپنی فطرت سے دور رہے..... کسی مشعول کی طرح دیوی کے کردار میں رنگ بھرتی رہے اور لوگ اس کے آگے ماتھے ٹیکتے، ناریل پھوڑتے رہیں..... اور وہ پرشاد بانٹتی رہے اور پھر نئی کماری دیوی کے آنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کماری پیلس میں قید ہو جائے۔ وہ ننھی ییشا کو وہاں سے لے کر بھاگ آیا۔"

وہ چپ ہوئیں تو ماحول پہ کتنی ہی دیر ایک سکوت چھایا رہا..... کوئی کچھ کہنے کے قابل نہ تھا.....

ییشا کے قدم لڑکھڑائے جیسے اس کا وزن سہارنے کے قابل نہ ہوں۔ رومان نے فوراً آگے بڑھ کے اسے سہارا دیا اور بیٹھنے میں مدد دی۔

"لیکن اس بات کو اتنا چھپانے کی کیا ضرورت تھی؟"

آخر مائر نے سوال داغا۔ جس کا جواب رومان نے دیا۔

"شاید آپ لوگ کماری دیوی کی تاریخ سے واقف نہیں ہیں۔ یہ نیپال کے ہندو مذہب کی سب سے پرانی شاید لاکھوں سال پرانی روایت ہے۔ وہ اس میں ذرا سی بھی تبدیلی یا بغاوت برداشت نہیں کر سکتے۔ اگر سیف انکل یہ راز مہر آنٹی کو بھی بتا دیتے تو شاید وہ اسے راز نہ رکھ پاتیں اور کسی کے سامنے اس راز کے آنے کا مطلب ہوتا..... ییشا کے ساتھ ساتھ ان سب کی تباہی جو اسے کماری پیلس سے دور رکھنے کی وجہ ہیں۔ ان ہی سب سے بچنا چاہا انہوں نے۔ وہ تو شاید آج بھی ییشا کی تلاش میں ہوں گے۔"

یہ سن کے کارا اور مائر دونوں نے خوف زدہ انداز میں ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔

ییشا نے واضح طور پہ مائر کا رنگ سفید پڑتا دیکھا تھا۔

"مطلب اس شادی کے بعد ساری عمر میرے بیٹے کے سر پہ تلوار لٹکتی رہے گی کہ کسی دن ییشا کی حقیقت سامنے آگئی تو اس کے ساتھ ساتھ وہ بھی لپیٹ میں آجائے گا؟"

"میرا خیال ہے۔" مائر نے حلق تر کرتے ہوئے کہنے کی کوشش کی۔

"سر پہ لٹکتی اس تلوار کے ساتھ زندہ رہنے سے بہتر ہے معاملے کو آر یا پار کر لیا جائے۔"

"وہ کیسے؟ واضح کرنے کی زحمت کریں گے آپ؟"

ییشا نے پہلی بار گفتگو میں دخل دیا۔

"کیوں نہ ہم وہاں جا کے تمہاری پوزیشن کلیئر کر دیں اور ان سے باہمی رضامندی کے ساتھ..... میرا مطلب ہے ان کی اجازت سے شادی کریں۔ ورنہ ساری عمر ایک خوف کے سائے تلے زندگی گزرے گی۔"

"بہت خوب! تو آپ کو لگتا ہے اپنے عقیدے اور مذہب سے ٹکرانے والوں کو وہ ہنسی خوشی اجازت دے دیں گے؟" رومان نے طنز سے کیا۔

کارا نے بھی مائر کو جھاڑ کے رکھ دیا۔

"پاگل مت بنو مائر..... تمہیں لگتا ہے تم وہاں اجازت لینے جاؤ گے تو سب جاننے کے بعد وہ تمہیں زندہ واپس آنے دیں گے؟"

پھر وہ پرشکوہ خانم سے مخاطب ہوئی۔

آنٹی! مجھے آپ سے جو گلے تھے وہ سب کے سب آج دور ہو گئے کیونکہ آپ نے یہ سچ بتا کے مجھے اور میرے بیٹے کو ایک بہت بڑے خطرے سے آگاہ کر دیا۔

مائر..... یہ سب جاننے کے بعد تو میں کسی بھی صورت اس لڑکی کو تمہاری زندگی میں شامل نہیں ہونے دوں گی۔ چاہے اس کے لیے مجھے تمہارے ساتھ زبردستی ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ چلو میرے ساتھ۔"

وہ اس کا بازو تھام کے لے جانے لگی۔ مائر بے بسی سے ییشا کو دیکھے جا رہا تھا، جو سپاٹ اور بے تاثر چہرہ لیے بیٹھی تھی..... اس کی نگاہوں میں ایسی کوئی پکار نہیں تھی، جو مائر کو رک جانے یا ماں کے سامنے ڈٹ جانے پہ مجبور کرتی۔

"مام! ایک منٹ ہم بات تو کر سکتے ہیں۔ شاید کوئی نہ کوئی حل نکل آئے اس مسئلے کا۔"

"اس مسئلے کا کوئی حل نہیں ہے سوائے اس کے کہ جیسے دس بارہ سالوں سے میں ییشا کی اصلیت چھپائے اس ڈر کے ساتھ زندہ ہوں کہ اس کو ڈھونڈتے ہوئے وہ لوگ کہیں یہاں تک نہ آن پہنچیں ایسے ہی باقی کی ساری زندگی گزار دی جائے۔"

کرینی کے کہنے پہ ییشا اٹھی اور مائر کے سامنے جا کے اس کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے ہوئے کہا۔

"بولو مائر! ایک منٹ ہے تمہارے پاس..... ہاں یا ناں۔"

"ایک منٹ۔" وہ گھبرا اٹھا۔

"مجھے سوچنے کے لیے کچھ وقت تو دو۔"

"نہیں یہ فیصلہ سوچ سمجھ کے نہیں..... دل پہ ہاتھ رکھ کے چند لمحوں میں کرنے والا ہے..... ایک منٹ جس کے بہت سے سیکنڈ گزر چکے ہیں مائر!"

مائر بڑبڑا کے رہ گیا۔ اس کا ایک بازو ابھی بھی کارا کی گرفت میں تھا۔

"رومان....." ییشا کی نظریں مائر کے رنگ اترے چہرے پہ جمی تھیں۔ بنا پیچھے مڑے اس نے رومان کو پکارا۔

"رومان! تمہارے پاس ایک منٹ بھی نہیں ہے صرف دس سیکنڈ ہیں۔ تم کرو گے مجھ سے شادی..... لو گے یہ خطرہ؟"

"ہاں۔" اور رومان نے اپنے حصے میں آئے چند سیکنڈ بھی سوچنے میں صرف نہ کیے۔

ییشا کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی اور مائر کو اب محسوس ہوا کہ وہ کون سی چیز تھی جو وہ اتنے دنوں سے ییشا کے چہرے پہ مس کر رہا تھا۔

یہی مسکراہٹ.....

کارا نے اس کے بازو کو ایک اور جھٹکا دیا اور وہ بے جان وجود کی طرح اس کے ساتھ گھسٹتا چلا گیا..... کرینی کے گھر سے اور ییشا کی زندگی سے..... اس کے خوابوں سے تو وہ پہلے ہی جا چکا تھا مگر مائر کے خواب ییشا کے تصور سے کبھی خالی ہوں گے نہ ہی زینی ان میں اب کبھی اپنی جگہ بنا سکے گی۔ مفاد پرست اور خود غرض مہر اور زینی کے تمام حربے ناکام ہو چکے تھے۔ وہ خالی ہاتھ تھیں۔

ییشا نے گردن موڑی۔

رومان کی آنکھوں میں آج پھر سے جگنو چمک رہے تھے..... وہ مسکرا اٹھی۔

یہ مسکراہٹ اپنے اندر بہت سے اقرار چھپائے ہوئے تھی۔

پرشکوہ خانم نے دونوں ہاتھ دعا کے لیے اٹھا دیے۔

"اور آج خدا نے میری ییشا کو بڑا کر ہی دیا..... اب وہ خوابوں کی دنیا سے نکل آئی ہے۔"

"جب حقیقت خواب سے زیادہ سہانی ہو تو کوئی خوابوں میں کیا ڈھونڈنے جائے گا کرینی!" اس نے رومان کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"سنو!"

"سناؤ....." وہ مسکرایا۔

"ڈر کے بھاگ تو نہیں جاؤ گے یار!"

"اوں ہوں..... یار نہیں کہنا مجھے..... مجازی خدا ہوں تمہارا اور ہاں اب مجھ پہ ہاتھ بھی نہیں اٹھانا۔"

"اور اگر اٹھایا تو کیا کرو گے۔ ناراض ہو جاؤ گے؟"

"کیسے ہوں گا ناراض..... اتنی تو کیوٹ ہو تم۔"

اور دونوں کھلکھلا کے ہنس پڑے۔